بستان الخطیب
ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ
خادم السنة النبوية الشريفة
www.KitaboSunnat.com
مکتبہ اسلامیہ

بُستان الخطیب

بستان الخطیب
ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ
مکتبہ اسلامیہ
www.KitaboSunnat.com

کتاب

بستان الخطیب

تالیف

ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- 2015ء

مطبع

مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور

0300-8661763

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

فہرست مضامین

دُعائے خیر
والدِ گرامی حضرت مولانا
حکیم عبدالرحمٰن راسخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے
جو دین کے عظیم مبلغ اور داعی ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ بااخلاق نفیس
شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کے درجات
کو بلند فرمائے۔ آمین!
ابنہ
عبدالستار راسخ
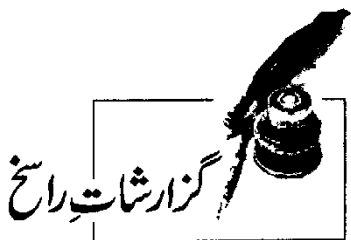
گزارشاتِ راسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارشاتِ راسخ

إن الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی
الہ وصحبہ ومن تبعہ الی یوم الدین . اما بعد!

اسلام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ حقیقی طور پر خوش نصیب وہ انسان ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور بحیثیت مسلمان ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اسلام پر عمل کریں اور اسلام کے پیغام کو ہر طریقے سے لوگوں تک پہنچانے کی محنت کریں۔ ہمارے مرتب کردہ خطبات کا سلسلہ بھی اسی محنت کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس وقت ہم خطبائے کرام کی خدمت میں

① .....خوشبوئے خطابت ____________________

② .....منہاج الخطیب ____________________

③ .....مصباح الخطیب ____________________

④ .....حصن الخطیب

⑤ .....ترجمان الخطیب

اور اب ''بستان الخطیب'' پیش کر چکے ہیں۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسی سال ''میزان الخطیب'' اور ''معراج الخطیب'' بھی خطبائے عظام کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔ واللہ ھو الموفق المعین۔

ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم نے خطبات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تو اکثر علمائے کرام نے یہی مشورہ دیا کہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، سینکڑوں خطبات کی موجودگی میں شاید آپ کی محنت کی طرف کوئی خطیب توجہ نہ کرے...... لیکن اللہ کی توفیق سے ہم نے اخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو شروع کیا اور اس وقت ان کی قبولیت کا عالم یہ ہے کہ بلا مبالغہ خطبائے کرام سب سے زیادہ ہمارے ہی خطبات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

اور بالخصوص وہ ہمارے شروع والے مقدمے پر بہت زیادہ مبارکباد دیتے ہوئے ہمارے لیے دعائیں کرتے ہیں کہ آپ نے جو لکھا ہے حق، سچ لکھا ہے۔ اللہ آپ کی اس کاوش کو قبول کرتے ہوئے مزید توفیق عطا کرے۔

ذی وقار خطبائے کرام......!

ہمارے خطبات کی چند ایک امتیازی خوبیاں ہیں جن کو آپ کے سامنے پیش کرنا از حد ضروری ہے تاکہ آپ پورے یقین سے موضوعات کو آگے بیان کریں۔

①......منفرد موضوعات کا چناؤ:

اگر بالفرض ہم نے کسی معروف موضوع پر بھی لکھا ہے تو اس میں آپ کو مواد اور جامعیت کے حوالے سے یقیناً انفرادیت نظر آئے گی۔

②......سب مواد مضمون کے مطابق:

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اس بات کا بھی بہت لحاظ کیا ہے کہ جس موضوع کو شروع کریں آخر تک صرف اسی کے مطابق دلائل ذکر کریں۔

③......قرآنی آیات اور صحیح احادیث پر مشتمل:

ہم نے اپنے خطبات میں علی الاطلاق کسی ضعیف روایت کو بیان نہیں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری بیان کردہ حدیث کسی دوسرے محقق کے ہاں درجۂ صحت کو نہ پہنچے، لیکن الحمدللہ یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے کہ ہم نے ننانوے فیصد وہ صحیح احادیث ذکر کی ہیں کہ جن پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

④......تاریخی واقعات کا اہتمام:

کسی بھی مضمون کو بیان کرتے ہوئے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والا کوئی ایک واقعہ ضرور تحریر کردیا جائے تا کہ موضوع کو سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا آسان ہوجائے۔ اس سلسلے میں بھی ہم کوشش کرتے ہیں کہ بالکل من گھڑت واقعہ نہ بیان کیا جائے۔

⑤......رسمی گردان بازی سے اجتناب:

خیالی خطابت اور محض تصوراتی خطابت کو ہم وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں اور اسی لیے ہم ایسے خطبائے کرام اور ایسے خطبات کے حق میں نہیں ہیں کہ جن کے ہاں صرف تکلف، تصنع اور گردان بازی پائی جاتی ہے۔ بلا وجہ بات کو طول دیتے ہوئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا خطابت نہیں جہالت ہے۔ ہم نے مارکیٹ میں درجنوں ایسے خطبات دیکھے ہیں کہ جن میں مواد صفر ہے اور صفحوں کے صفحے صرف گردانیں لکھ کر کالے کیے ہوئے ہیں۔

⑥......حتی المقدور اعراب کی صحت کا خیال:

چونکہ ہمارے خطبات کو علمائے کرام نے آگے بیان کرنا ہوتا ہے اس لیے ہم جہاں تک ممکن ہو صحیح اعراب ضبط کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی کمی کوتاہی رہ جائے تو ہم انسان ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا

آخر میں خطبائے کرام سے التماس ہے کہ وہ مجھے اور میرے اساتذہ ورفقا کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور بالخصوص الہ العالمین سے دعا کریں کہ وہ میرے والدین کریمین اور پیارے جدین کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اور میرے بیٹوں ''عبداللہ حسن راسخ، عبدالرحمن راسخ'' دونوں کو دین کا سچا امام بنائے۔ آمین!

وهو الموفق المعين وعليه توكلت وهورب العرش العظيم
وصلى الله على النبي وآله واهل بيته وصحبه
واتباعه اجمعين الى يوم الدين

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اخوکم فی الدین ومحبکم فی الاسلام
عبدالمنان بن عبدالرحمن راسخ بن حاجی نیک محمد
ناظم تعلیم وتربیت اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان
ومدير مركز السديس للتعليم والتربية
0300-6686931

خیر خواہی کا چھٹا سبق
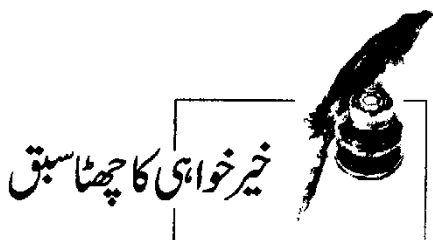
خطبائے کرام کے لیے

خیر خواہی کا چھٹا سبق

وطنِ عزیز اللہ کی بہت بڑی نعمت

وطنِ عزیز، ملک پاکستان ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور امانت ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی سپرد کی ہوئی اس امانت میں دیانتداری سے کام لینا ہم سب اہلِ وطن پر فرض ہے اور سچی حقیقت بھی یہ ہے کہ اس وقت دنیا بھر میں جتنے ممالک ہیں ان تمام کی بنسبت اللہ تعالیٰ نے اس وطنِ عزیز میں بہت زیادہ خیر و برکت رکھی ہے۔ سعودی عرب اگرچہ حرمین شریفین اور مقدس زیارات کی وجہ سے ہمارے دلوں میں بہت زیادہ شرف و منزلت رکھتا ہے لیکن موسم اور زمین کے زرخیز ہونے کے اعتبار سے کوئی ملک بھی وطنِ عزیز کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

خدا کی قسم......! جس قدر بے خوفی اور آسانی سے آپ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کا سچا اور کھرا دین بیان کر سکتے ہیں دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں کر سکتے۔ اس وقت دعوتِ دین کے حوالے سے اگر کچھ پابندیاں بھی ہیں تو وہ بعض علما حضرات کی حد درجہ ناشائستہ اور نازیبا حرکتوں کی وجہ سے ہیں...... کاش......! آج کے خطیب کی

زبان اور اس کا لب ولہجہ نرم ہو جائے اور وہ ادب وحیا کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے گفتگو کرے۔

بحیثیت پاکستانی ہم سب کو اپنے کردار اور اعمال کا خیال رکھنا چاہیے۔ بعض احباب کو بہت بری عادت ہوتی ہے کہ وہ ہمہ وقت وطنِ عزیز کا دوسرے ممالک کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے اپنے وطن کے کیڑے نکالتے رہتے ہیں جب کہ ایسا طور طریقہ ناشکری اور چغل خوری کے زمرے میں آتا ہے۔ اصلاح اور خیر کی بات طعن و تشنیع میں کرنے کی بجائے دلائل کے ساتھ اصلاح کے جذبے کے ساتھ کرنی چاہیے۔ اور اسی طرح ہم اپنے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ اپنی گفتگو اور تحریر میں قطعی طور پر ایسا لب ولہجہ اختیار نہ کریں جس سے وطنِ عزیز میں بدامنی کے ناپاک پودوں کی کونپلیں پھوٹنی شروع ہو جائیں۔

حکمران، سیاستدان اور فوجی افسران کو طعن و تشنیع اور گالم گلوچ کا نشانہ بنانے کی بجائے دلائل کے ساتھ ان کی اصلاح کرنی چاہیے، دلائل سے ان پر حق کو واضح کرنا چاہیے، یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ عمل کر لیں تو ان کے لیے سعادت، بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ سب سے بہتر حساب اور انتقام لینے والا ہے۔

آج کل بعض خطبا دورانِ بیان افسرانِ بالا اور سیاسی قائدین کے متعلق نہایت رف زبان استعمال کرتے ہیں، ان کا مذاق اڑانا ان کے ناموں کو بگاڑ کر لیتے ہوئے سامعین کو ہنسانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حیا ان کو نہیں آتی ...... مگر نہیں آتی

ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایسے مقررین اور خطیب منبر ومحراب اور اسٹیج پر

چڑھ کر اس قدر بے دین کیوں ہو جاتے ہیں۔ اب یہ بیماری اس قدر متعدی ہو رہی ہے کہ نو خیز خطیب ابھی میدانِ خطابت میں جنم بعد میں لیتے ہیں اور حکمرانوں کو پہلے للکارنا شروع ہو جاتے ہیں جو کہ پرلے درجے کی بے ادبی اور بدتمیزی ہے۔

یاد رہے......! بالخصوص جماعت اہل حدیث ملک میں ہنگامہ آرائی، فسادات اور توڑ پھوڑ کے حق میں بالکل بھی نہیں۔

ملکی حالات کو مد نظر رکھیں

اس وقت ہمارا ملک بری طرح بدامنی اور دہشت گردی کی زد میں ہے۔ دہشت گردی کے واقعات اور بم دھماکے تو آئے دن ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن بالخصوص پچھلے ماہ پشاور سکول میں ہونے والے سانحہ نے ہر آنکھ کو نم اور ہر دل کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان تکلیف دہ حالات کے پیش نظر ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے مل کر دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مذہبی فرقہ وارانہ جنگ جیتنے میں لگے رہیں اور دشمن ہم سے امن کو چھینتا ہوا وطن عزیز کی نعمت سے بھی محروم کر دے۔

اسی طرح خطبا کا فرض ہے کہ وہ قرآن وسنّت کی روشنی میں ملک میں ہونے والی بدعات اور خرافات کی بھی نشاندہی کرتے رہیں، لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مثبت انداز اختیار کریں اور دلیل کی زبان میں بات کریں تو اسی صورت میں ملک وملّت اور عوام کا فائدہ ہے بصورت دیگر للکارنے، چنگھاڑنے اور پھڑیں مارنے سے نقصان ہی ہوتا ہے۔

قومی اور عالمی مسائل پر جچی تلی رائے

منبر ومحراب صرف نماز، روزے اور صدقہ وخیرات کی تلقین کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ خطبائے کرام کو اس مقدس جگہ پر کھڑے ہو کر کامل دین بیان کرنا چاہیے اور ہمارے دین میں سیاست، حکومت اور خلافت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ہمیں قومی اور عالمی سطح پر پیش آمدہ سیاسی مسائل کو بھی اسلام کی روشنی میں صحیح رائے کے ساتھ اپنے سامعین کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔ قومی اور عالمی سطح پر ہونے والا غیر شرعی فیصلہ ہو یا کوئی ظالمانہ کاروائی ہو تو اس کی حقیقت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ لیکن افسوس......! اساتذہ، مشائخ اور علمائے کرام اس سیاسی فریضے سے انتہا درجے کی غفلت برت رہے ہیں جس کی وجہ سے دن بدن ہم پر غیر شرعی نظام، فسق اور کفر مسلّط ہو رہا ہے۔

جہاد کا صحیح تصور پیش کریں

قرآن وحدیث کی واضح نصوص کے مطابق جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور مجاہدین اسلام، اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہیں گے، جہاد کی بات کرنا، مجاہد کے فضائل بیان کرنا، نہایت ضروری ہیں۔

قرآن وحدیث کی بیان کردہ شروط اور احکامات کے مطابق جہاد کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کوئی تنظیم جہاد کا نام لے کر اٹھے، چھوٹی کاروائیاں کرے اور دہشت گردی پھیلاتے ہوئے اللہ کی زمین کو فساد کے ساتھ بھر دے۔

ایک معتدل رائے کے مطابق اس وقت عالمی سطح پر مسلمانوں کو جو دہشت گرد کہا جا رہا ہے اس میں ایک بہت بڑا قصور بعض نام نہاد جہادی تنظیموں کا بھی ہے کہ جنہوں نے ظالمانہ کاروائیاں کرتے ہوئے جہاد اور اسلام کا غلط تصور پیش کیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت خوارج کا فتنہ اپنے عروج پر ہے، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو بے دریغ ذبح کیا جا رہا ہے۔ مسلمان اکابر علما کو مل بیٹھ کر جہاد کا صحیح اسلامی تصور پیش کرنا چاہیے اور پھر انہی خطوط پر جہادی کاروائیاں جاری رکھنی چاہئیں...... چہ جائیکہ جس کے من میں جو آئے وہ کرتا پھرے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں جو قائدین اور مجاہدین قرآن وحدیث کے منہج کے مطابق اللہ کی راہوں میں نکلے ہوئے اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں سے ان کی مدد فرمائے اور جو جہاد کے نام پر فساد کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

علمائے کرام ایک ہو جائیں

اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ اور ملکی حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم سب مسلمان ایک اور نیک ہو جائیں۔ متفق یا متحد ہونے کا آسان ذریعہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم اپنے عقائد اور اپنی فقہ کو قرآنی آیات اور صحیح احادیثِ نبویہ پر پیش کریں جو مسئلہ موافق نظر آئے اس پر عمل کریں اور جو جس مسئلے کو قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف پائے...... وہ اللہ کے لیے اس کو چھوڑ دے۔ اس وقت فقہی جمود اور تعصب کی

حد تک تقلیدِ شخصی نے امتِ مسلمہ کو بری طرح ٹولیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

خدارا......! تقلید کا ہار اتار کر تمام مسلمان اتباعِ سنّت کا ہار پہن لیں اور اپنی نسبتیں تمام امتیوں کو چھوڑ کر امام الانبیاء ﷺ کی طرف کر لیں۔ وہی معصوم ہیں اور انھی کے جھنڈے تلے ہم اکھٹے ہونے والے ہیں۔

ائمہ اربعہ سمیت تمام فقہا وصلحا ساری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے آخر میں یہی فرما کر گئے ہیں کہ ہماری جو بات صحیح حدیث کے موافق ہو اسے لے لینا اور جو صحیح حدیث کے خلاف ہو اس کو دیوار پر دے مارنا۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ ائمہ کے متعصب مقلد قیامت کے روز شاید اپنے ائمہ کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں...... کیونکہ انہوں نے محبّت اور تقلید میں غلو کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ تو حدیث کی طرف جھکنے کا حکم دے کر بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو انجام پر پہنچنے سے پہلے پہلے صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

جدید سکالر حضرات کا علمی تعاقب

اگر سب علمائے کرام قرآن وحدیث کو ہی ہدایت کے لیے کافی سمجھیں تو سارے کے سارے اختلافات خود بخود ختم ہو سکتے ہیں، اختلافات اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب عالم قرآن کی آیت اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی من پسند تفسیر اور تشریح شروع کر دیتا ہے اور اس وقت یہ فتنہ عروج پر ہے۔ ہمارے خطبا حضرات جو کہ دین کے داعی اور مبلّغ ہیں ان کے اوّلیں فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ منہجی انحراف اور گمراہ فکر رکھنے والے جدید اسکالر حضرات کا علمی تعاقب کریں،

تا کہ جہاں ان منحرف احباب کو سوچنے سمجھنے اور اپنے آپ کو بدلنے کا موقع ملے وہاں آئندہ نسل بھی نئے فتنوں سے محفوظ رہ سکے گی۔

اپنے حصے کا کام دیانتداری سے کریں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نظام ہے کہ اس نے اپنے بعض بندوں کو بعض بندوں پر فضیلت بخشی ہے۔ کچھ کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور کچھ کے پاس علم۔ اور اسی طرح کئی احباب کے پاس محنت، شوق، جذبہ اور بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

اسی تقسیم کے تحت دیکھا گیا ہے کہ ہمارے بعض خطبا نہایت ذہین، فطین اور بیدار مغز ہوتے ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے حصے کا کام اخلاص، عاجزی، شوق اور دیانتداری سے نہیں کرتے، البتہ دوسرے باصلاحیت لوگوں پر طعن و تشنیع کے تیر چلانے میں بڑے تیز ہوتے ہیں۔ ہم باصلاحیت احباب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق ذوق شوق سے دن رات اللہ کے دین کا کام کریں۔ جھوٹ، نخرہ اور ہر قسم کے گھمنڈ سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھیں یہی کامیابی اور سعادت کا راستہ ہے۔

میں ذاتی طور پر ایک حضرت صاحب کو قریب سے جانتا ہوں، ماشاء اللہ بہت زیادہ ہوشیار، چالاک اور بیدار مغز انسان ہیں۔ وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک عالمی شخصیت پر خوب طعن و تشنیع کر رہے تھے، انھوں نے اپنے خطیبانہ لب ولہجے میں ایسی چڑھائی کی کہ ان کو ناکارہ ترین انسان ثابت کر دیا، جیسا کہ وہ کسی کام کے

نہیں۔ [جس عالمی شخصیت کے متعلق وہ باتیں کر رہے تھے، میں ان کو ذاتی طور پر اچھی طرح جانتا ہوں، میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے، ان کو پڑھا ہے، ان کے خطابات کو سنا ہے، ان کی للّٰہیت اور صلاحیت سے میں بہت زیادہ واقف ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے وہاں وہاں کام لے رہا ہے جہاں تک عام اہل حدیث عالم کی رسائی بھی نہیں، بہت بڑے عالم، فاضل اور سیاسی بصیرت کے حامل صالح مزاج شخصیت کے مالک ہیں]

لیکن اس سب کچھ کے باوجود تنقید کرنے والے صاحب نے کئی گھنٹے ان کے مقام اور ان کے اخلاق کو گرانے میں لگا دیئے...... جب کہ ہم تنقید کرنے والے صاحب کی شخصیت سے بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ اپنے حصے کا کام بھی دیانتداری سے نہیں کر رہے۔ علم وفضل اور عربی زبان میں مہارت کا عالم یہ ہے کہ ایک لائن عبارت نہیں پڑھ سکتے اور لوگوں کو دعوت وتبلیغ کے وعدے دے کر ان کے ساتھ بدعہدی کرنے کا عالم یہ ہے کہ 50 فیصد لوگ ان کے اس ظالمانہ رویے سے سخت پریشان اور نالاں ہیں۔ لیکن ان سب کچھ کے باوجود بھی وہ خود کو نا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں......؟ کہ ان کی زبان اور لب ولہجے سے بڑے بڑے باوقار اکابر بھی محفوظ نہیں۔

اور یاد رہے......! اس وقت مخالف کا نام لے کر بلاوجہ طعن وتشنیع اور تنقید کی بیماری بہت زیادہ متعددی ہو رہی ہے، کئی نوجوان کارکن حد درجہ متعصب اور بدزبان نظر آتے ہیں۔ اللہ کے بندو......!

اور اصلاح کی بات کرتے ہوئے بھی کسی شخصیت کو نشانہ بنا کر بات نہ کریں، کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس سے نفاق اور طرح طرح کے اختلافات جنم لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے خطبائے کرام کو محتاط رویہ اور سنجیدہ لب ولہجہ نصیب فرمائے۔آمین! واللہ ...! انی لکم ناصح امین

مسجد والا کردار باہر بھی

ہم لوگ منبر ومحراب اور مساجد میں بیٹھ کر زبان کی حفاظت کے حوالے سے گھنٹوں گفتگو کرنے والے ہیں، خاموشی کی فضیلت اور کم گوئی کی برکت پر ہم نے کئی خطابات کیے ہوں گے، لیکن اس سب کچھ کے باوجود جو باتیں ہم مسجد میں بیٹھ کر سامعین کے سامنے کرتے ہیں ہمارا ذاتی عمل مسجد سے باہر اپنے دفتر یا اپنی مجلس میں اس سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔

ایک واقعہ تو ہمیں کبھی نہیں بھولے گا کہ ہم میدانِ عرفات میں تھے، ایک داڑھی والے نوجوان صاحب میدان عرفات میں عرفہ والے دن بھی بہت زیادہ خوش گپی اور ہنسی مذاق فرما رہے تھے، اپنے ساتھیوں کی مجلس میں فضولیات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو اکٹھا کیا گیا تو انہوں نے وعظ کلام کرنا شروع کر دیا اور حضرت صاحب نے ذکر وفکر کی اہمیت پر اس قدر شاندار خطاب کیا کہ خدا کی قسم! ہم پہچان ہی نہیں پا رہے تھے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو چند لمحے پہلے............

یاد رہے......! کامیاب خطیب اور عالم وہ ہے جو مسجد سے باہر بازار اور مجلس میں بھی اپنے وقار اور اپنے علم و فضل کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

نقّال ازم کی حوصلہ شکنی کریں

اس موضوع پر اپنے پہلے خطبات میں بھی بہت کچھ لکھ چکے ہیں، لیکن اس حساس موضوع پر بار بار توجہ دلانا ہم اپنے فرائض میں شامل سمجھتے ہیں کہ خدارا......! آنے والی نسل کو نقّال بننے سے بچاؤ اور ان کو علمی، سلجھی اور مدلل گفتگو کرنے کا عادی بناؤ۔ ہمارے مدراس کو بھی اس سلسلے میں خصوصی توجہ کرنی چاہیے کہ جو بچہ طرز، ترنّم اور نقل بازی کو علم اور مطالعے پر ترجیح دے تو اس کی نہایت حوصلہ شکنی کی جائے چہ جائیکہ ایسے نالائق طالب علم کو اپنے مدرسے کے ماتھے کا جھومر سمجھا جائے۔

یاد رہے......! ہم مترنّم انداز اور خوبصورت لب و لہجے اختیار کرنے کے خلاف نہیں......!

ہم تو صرف اُس جہالت کے خلاف ہیں کہ مدرسے کا طالب علم راگ، طرز اور ترنّم کے تکلّف ہی کو سرمایہ حیات سمجھنا شروع کردے۔

مدارس بچوں کو مفلوج نہ کریں

جامعات ہی دین کے قلعے ہیں۔ یہیں سے دین کے امام پیدا ہوتے ہیں۔ ہم مدارس کے ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ باصلاحیت بچوں کو مکمل سپورٹ کریں...... ان کو بہتر سے بہتر مواقع مہیا فرمائیں تاکہ ہمارے بچے

موجودہ اور آنے والے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں اور وہ اسلام، حدیث اور سنّت پر ہونے والے ہر حملے کا جواب دے سکیں۔

نہایت افسوس سے یہ لکھ رہا ہوں کہ اس وقت اکثر دینی مدارس کے بچوں کی حالت نہایت پتلی ہے......اور مدرّسین حضرات بھی نہایت محنت چور ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے منبروں پر آنے والے خطبا اور مسندوں پر بیٹھنے والے مدرّسین علمی ذوق سے بالکل خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ والی اللہ المشتکی وھو الموفق المعین

سامعین کو خوش کرنا مقصد نہیں

ہمارے بعض خطبا کی سوچ، فکر اور منزل بہت ادھوری ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اصل خطاب وہ ہے جس سے مجمع......عش......عش......کر اٹھے۔

سامعین کی طرف سے......واہ......واہ......کی صدائیں بلند ہوں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض خطبا شعر و شاعری، گردان بازی، ناشائستہ لطیفے اور ایسے ایسے نامناسب جملے کہہ جاتے ہیں کہ شرم و حیا والا سنجیدہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ بازاری زبان اور جاہلانہ طور طریقے اور لب و لہجے آہستہ آہستہ ہمارے مقدس اسٹیج پر بھی پہنچ رہے ہیں۔

اللہ کے بندو......! سامعین کی فرمائشیں پوری کرنا اور لوگوں کو خوش کرنے کے چکروں میں رہنا سراسر ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے......

خدارا......! علم و عمل اور ذکر و فکر کی بات کیا کریں۔

☆......اوّل تا آخر پورے بیان میں نہایت سنجیدہ لب و لہجہ رکھیں،

☆......دلائل کے انبار لگا دیں۔

☆......دلائل دیتے ہوئے فریق مخالف کو زچ اور ذلیل نہ کریں۔

☆......اپنے ہر مضمون کو علمی نکات کے ساتھ نکھارنے کے لیے دن رات ایک کر دیں۔

☆......اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھی آواز دی ہے۔

☆......اور پھر موقع بھی عطا کیا ہے۔

☆......لوگ بھی آپ کو محبّت وعقیدت سے سنتے ہیں۔

☆......تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اپنا اور ان کا وقت ضائع کریں۔

☆......اللہ کے لیے......صرف فنکاری......اور اداکاری چھوڑ دیں۔

☆......اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں......! آپ کے ہر جلسے کی رپورٹ اللہ کی بارگاہ میں بھی پیش ہوتی ہے۔ واللہ سریع الحساب۔

یادرکھنا......! کبھی نہ بھولنا......اللہ تعالیٰ صرف اور صرف اخلاص والے، اتباع والے سنجیدہ عمل کو قبول کرتے ہیں......

آپ کہاں کھڑے ہیں......؟ اور کیسی خطابت کر رہے ہیں......؟ سوچیے، سمجھیے اور اپنے آپ کو بدلنے کا موقع صرف یہی ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد کچھ بھی آپ کے ہاتھ نہیں آئے۔ اللھم وفقنا لما تحبہ وترضی۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا أو أخطأنا

آل رسول اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم أجمعین کی عزت وعظمت کا تذکرہ

اس وقت ناصبیّت کا زہر بہت زیادہ پھیل رہا ہے۔ ہمارے بعض نام نہاد

محققین حضرات تحقیق کے نام پر ناصبیت ہی پھیلا رہے ہیں۔ [1] علمائے حق کو یہ گہری سازش بھانپ جانی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبے کو بچانے کے لیے ہر قربانی پیش کرنی چاہیے۔

دنیا جانتی ہے...... کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ اوران کی عزت کا دفاع کرنے والے بھی ہم ہیں اور آل رسول کی عظمتوں کے پاسبان بھی۔ یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ جب اصحابِ رسول کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ اطہر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا مقام ومرتبہ قدم بہ قدم کھل کر بیان کیا ہے ہمیں بیان کرنے میں کیا خطرہ لاحق ہے......؟

مجھے حیرت ہوئی ایک علامہ صاحب کی بات سن کر وہ فرمانے لگے: ہم محرم الحرام میں شان علیؓ اور مقامِ حسن وحسین رضی اللہ عنہم اس لیے بیان نہیں کرتے کہ شیعیت کو تقویت ملتی ہے...... اف لکم ولما تقولون...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خطبائے کرام کی ازدواجی اور گھریلو زندگی

نیک بیوی اور صالح اولاد زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی رفیقہ حیات صبر، شکر کرنے والی، خوش اخلاق اور عبادت گزار ہے اور جس کی اولاد نماز کی پابند اور کہنے کار ہے۔ جن خطبائے کرام کو صالح بیوی اور صالح اولاد نصیب ہوگئی گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو دین ودنیا کے سب خزانے عطا کردیئے۔

---

[1] ناصبیت کی روک تھام کے لیے ہماری کتاب ''شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما'' اور اللہ اور اس کے رسول کی لعنت پانے والے'' دونوں کتابوں کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ واللہ الموفق المعین۔

ہماری دلی دعا بھی یہی ہے کہ جتنے بھی دین کے داعی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو بیوی بچوں کی طرف سے سکون عطا فرمائے اور ان کے گھروں کو جنّت کا گہوارا بنائے۔آمین!

لیکن عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ دین کا کام کرنے والے لوگ زیادہ تر گھریلو مسائل میں بہت زیادہ پریشان ہی ہوتے ہیں اور اس میں وہی قصوروار نہیں ہوتے ، بسا اوقات بد دماغ اور نافرمان عورت انسان کی ساری زندگی کو جہنّم بنا دیتی ہے۔جب گھر میں عورت فیشن پرست، ناشکری اور گلے شکوے کرنے والی ہو تو اولاد کی تربیت ناممکن ہو جاتی ہے۔اگر کوئی ہمارا خطیب بھائی اس الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہے تو اسے ہم یہی نصیحت کریں گے کہ وہ طلاق دینے سے آخر حد تک گریز کرے کیونکہ بالخصوص خطیب ،عالم اور واعظ جس قدر باعمل کیوں نہ ہو ایسے پریشان شخص کے لیے اپنے آپ کو عورت کے مقابلے میں سچا ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ویسے بھی بیوی بچوں کے پروپیگنڈوں کا سامنا ناممکن ہے۔

پس آپ دین کے لیے کام دن رات کرتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کسی صورت بھی ضائع نہیں کریں گے ، بلکہ آپ کو اس آزمائش پر صبر کرنے کی وجہ سے برکتیں بھی دوہری نصیب ہوں گی۔اور قرآن پاک کی ایک آیت کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے اس پر عمل کرتے رہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ

عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1]

”اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمھارے دشمن ہیں، پس تم ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش کی چیزیں ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔“

خطبائے کرام کو مایوس نہیں ہونا چاہیے

ہمارے بعض بھائی تنخواہ کی کمی کی وجہ سے ہمہ وقت پریشان ہی رہتے ہیں اور کئی اس وجہ سے بھی افسردہ رہتے ہیں کہ انکے دعوتی پروگرام زیادہ نہیں ہوتے اور کچھ احباب تو ہمہ وقت مستقبل کی فکر اور اندیشوں میں الجھے اور اٹکے رہتے ہیں جب کہ یہ ساری باتیں بے دینی اور جہالت پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جیسا بھی منبر و محراب، جیسی بھی آواز اور صلاحیت دی ہے بس اس کے مطابق اخلاص کے ساتھ محنت کرتے ہوئے اپنی آخرت بنائیں۔ جو خطبائے کرام دین کی آڑ میں دنیا کمانے اور بنانے کے چکروں میں ہوتے ہیں ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا......

[1] التغابن: 27

یاد رکھو......! دنیا کا سب دنیا میں رہ جائے گا......اگر آپ اپنے وعظ اور خطاب پر مطالبہ کرنے والے لالچی اور حریص خطیب ہیں تو آپ کی سب محنت ضائع ہے اور آپ کا ذکرِ خیر بھی ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا

......کیونکہ صرف پیسے ہی کے پتر کو کوئی یاد نہیں رکھتا اور ایسے خطیب کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بد دعا ہے کہ اس کو کبھی سکون نہ ملے اور وہ برباد ہو......

اور لوگ بھی جلسے کے بعد ایسے مانگت خطبا کو ہزاروں باتیں کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی نیچ حرکتوں کی وجہ سے کسی کی ہر نظر میں گر چکے ہوتے ہیں۔ تاریخی شواہد اور موجودہ حقائق نے اس بات کو سو فیصد ثابت کر دیا ہے وہی خطیب حقیقی عزت پاتے ہیں جو خوددار مزاج اور اللہ والے ہوتے ہیں، جن کی نظریں جلسہ کی انتظامیہ کی طرف نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی ہیں کہ ہمیں قبولیت اور شاباش صرف اور صرف ایک اللہ ہی سے چاہیے۔

مایوس کون ہوتے ہیں......؟

کوئی شخص اللہ کے دین کا داعی ہو اور پھر وہ مایوسی والی زندگی بسر کر رہا ہو ......ایسا نہیں ہو سکتا۔ یقیناً کہیں نہ کہیں کمی کوتاہی اور خامی ضرور ہے اور ہمارے سروے کے مطابق صرف انھی خطبا کو مایوسی کا سامنا ہوتا ہے:

☆......جن کے اخلاص میں کمی ہوتی ہے۔

☆......جو علم میں محنت نہیں کرتے۔

☆......جو عمل چور ہوتے ہیں۔

☆......اور جو دنیا میں اپنی آخرت بنانے کے لیے نہیں جیتے۔

اِن ھولاء یحبون العاجلة ویذرون ورآءھم یوما ثقیلا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق سچ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وھو الموفق المعین

وعلیہ توکلت وھورب العرش العظیم

وصلی اللہ علی النبی

وآلہ واھل بیتہ وصحبہ

واتباعہ اجمعین الی یوم الدین

مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

مسنون خطبہ کا اہتمام کرنا آپ کے متبع سنت ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ کا مومن سے پیار

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ [1]

''اور وہی بہت زیادہ معاف کرنے والا، بہت زیادہ پیار کرنے والا ہے، بزرگی والے عرش والا ہے۔ جس کام کا بھی وہ ارادہ کرتا ہے اس کو وہ خوب کرنے والا ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ [2]

''بلاشبہ اللہ لوگوں کے ساتھ البتہ بہت زیادہ پیار، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○ [3]

''اور اللہ بندوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کرنے والا ہے۔''

وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ [4]

---

[1] البروج:14-16

[2] الحج:65

[3] البقرہ:207

[4] الکہف:58

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کیا اور یہاں رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک نظام عطا فرمایا۔ اس نظام کا نام "اسلام" ہے۔ جو شخص اللہ کے نظام کو قبول کرتے ہوئے کلمہ شہادت کا اقرار کرتا ہے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ قدر وقیمت پا کر اس کے ہاں بلند مقام ومرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔

آج میں آپ کے سامنے اسی منفرد مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے کس قدر پیار کرتے ہیں......؟ صحیح حدیث کے مطابق

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِى أَحَدُكُمْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ [1]

اللہ تعالیٰ جب اپنے مومن بندے سے پیار کرتے ہیں تو اس کو دنیا کے چھینٹوں سے ایسے بچا لیتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے مریض کو سردی کے موسم

---

[1] صحیح الجامع الصغیر:282

میں پانی کے چھینٹوں سے بچاتا ہے۔حدیثِ قدسی میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً [1]

''جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک بازو آتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک بازو آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک گز (ڈبل بازو) آتا ہوں اور اگر میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔'' اللہ اکبر!

حضرات غور فرمائیں......! اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے کس قدر محبّت فرماتے ہیں......!اور ہمارے پیارے اللہ ہمارے کس قدر قدردان ہیں......!

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث پر غور فرمائیں......! میں صرف اس کے آخری الفاظ کی طرف ہی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب ذکر والی دینی مجلس کی رپورٹ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے سوال کرتے ہیں کہ میرے بندے مجھ سے کیا مانگتے تھے......؟ مجھ سے کس چیز کی پناہ طلب کرتے تھے......؟

فرشتے کہتے ہیں: یا اللہ......! وہ آپ سے جنّت کا مطالبہ کرتے تھے اور جہنم سے پناہ مانگتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے فرشتو......! کیا انہوں نے میری جنّت اور

---

[1] صحیح البخاری:7405

جہنّم کو دیکھا ہے......؟

فرشتے کہتے ہیں: نہیں......!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر وہ دیکھ لیں تو......؟

فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ......! پھر جنّت پانے کی طلب اور جہنّم سے بچنے کی کوشش اور زیادہ بڑھ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو......! میں نے ان کو معاف کر دیا، میں نے ان کو جہنّم سے محفوظ کرتے ہوئے اپنی جنّت عطا کر دی ہے۔

فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ......! آپ نے سب پر ہی نظر کرم کر دی......؟ جب کہ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو بہت زیادہ گنہگار تھا اور وہ کسی ضرورت کے پیشِ نظر اہل ایمان کی مجلس میں بیٹھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو......!

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ [1]

میرے ایمان والے بندے تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہ سکتا۔ اللہ اکبر!

حضرات ذی وقار......! آپ غور فرمائیں کہ مومن بندوں کی اللہ کے ہاں کتنی قدر و قیمت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے کس قدر پیار کرتے ہیں کہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے گنہگار شخص کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے جب نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے گنہگاروں کو معاف کر دیا جاتا ہے تو پھر ان نیک لوگوں کا اللہ کے ہاں کس قدر بلند و بالا مقام و مرتبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا

---

[1] صحیح مسلم: 2689

ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اپنا مقام و مرتبہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آج اگر کسی مومن سے کمی بیشی یا کوئی گناہ ہو جائے تو بڑے بڑے دیندار لوگ ساری زندگی اس کمی کو اچھالتے رہتے ہیں، چاہے اللہ کے بندے نے ہزار مرتبہ معافی مانگتے ہوئے توبہ کر لی ہو...... لیکن آپ اللہ کا پیار دیکھیں......! کہ جو مسلمان گناہوں سے سچی توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ کم از کم چار انعامات کرتے ہیں:

1 ...... گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

2 ...... گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

3 ...... آنے والی بہت ساری مشکلات ٹال دیتے ہیں۔

4 ...... اور جنّت میں اپنے مومن بندے کے درجات بلند فرما دیتے ہیں۔

سامعین کرام......!

اگر ہمارا مولا و داتا ہم سے اس قدر زیادہ پیار کرتا ہے تو پھر ہمیں کسی پل بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے، جس طرح مشکل کشائی کے لیے ہم سب کو رب کافی ہے، اسی طرح پیار اور محبت کرنے کے لیے بھی ہم کو ہمارا رب کافی ہے۔ جب اللہ پیار کرتا ہے تو پھر آسمان کے معصوم بھی پیار کرتے ہیں، زمین کے پاکباز بھی پیار کرتے ہیں، اگر کوئی بد، بدکار آپ کو ناحق تکلیف دیتے ہوئے اذیت پہنچاتا ہے تو آپ گھبرایا نہ کریں اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم المرسلین اور اسلام کی تمام تعلیمات کو مان لینے کے بعد آپ اس قدر عظیم بن جاتے ہیں کہ عرش و فرش کا داتا تمہارے لیے اپنی محبتوں، چاہتوں اور رحمتوں کے سب دروازے کھول دیتا ہے اور قرآن پاک کئی ایک مقام پر اللہ کے پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے۔ ایک جگہ تو نہایت ہی دل سوز انداز میں قرآن کہتا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ [1]

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار مومن بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ قدر دان، ہمیشہ علم والا ہے۔''

آپ اندازہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کس قدر خوبصورت دل نشیں اسلوب میں اعلانِ عام فرماتے ہیں کہ میرے بندو......! مجھے بتلاؤ تو سہی کہ اگر تم میرے شکر گزار مومن بندے بن جاؤ تو میں نے تمہیں عذاب دے کر لینا کیا ہے......؟

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے کس قدر دل نشیں انداز میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ [2]

''اور وہی بہت زیادہ معاف کرنے والا، بہت زیادہ پیار کرنے والا ہے، بزرگی والے عرش والا ہے۔ جس کام کا بھی وہ ارادہ کرتا ہے اس کو وہ خوب کرنے والا ہے۔''

اس آیت کو اپنے گلے کی مالا بنالیں اور آج اس کو ماتھے پر لکھ کر لے جائیں کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ ''غفور'' مبالغے کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے ''بہت زیادہ معاف کرنے والا'' اور اسی طرح ''اَلْوَدُوْدُ'' بھی مبالغے کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے ''بہت زیادہ محبت اور پیار کرنے والا'' اور آیات کا معنی

---

[1] النساء:147

[2] البروج:14-16

یوں سامنے آتا ہے کہ اے میرے بندو......! میں اختیارِ کل کا مالک ہوں، میں بزرگی والے عظیم عرش کا مالک ہوں، لیکن اس کے باوجود تمہیں بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں اور تم سے بہت زیادہ پیار کرنے والا ہوں...... اللہ اکبر!

آج مسلمان کنال دو کنال کی کوٹھی لے کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس سے پیار کرنا چھوڑ دیتا ہے، بے نماز بے دین اور سود خور بن جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق مالک اور ''عرشِ مجید'' کا رب ہونے کے باوجود اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ [1]

''بلاشبہ اللہ لوگوں کے ساتھ البتہ بہت زیادہ پیار، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ [2]

''اور اللہ بندوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کرنے والا ہے۔''

لفظِ ''رؤف'' بھی نہایت قابل توجہ ہے، یہ بھی صفت یا مبالغے کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے ''ہمیشہ پیار کرنے والا اور بہت زیادہ پیار کرنے والا'' عموماً آپ نے عبدالرؤف نام سنا ہوگا؟ ''رؤف کا بندہ'' تو اس کا معنی یہی ہوتا ہے کہ بہت زیادہ محبت پیار کرنے والے کا بندہ......

اے اللہ کے بندو......! اللہ تعالیٰ کے ان بابرکت پاکیزہ ناموں پر بہت زیادہ غور و فکر کیا کرو......ساری لذت، حلاوت اور مٹھاس اسی غور و فکر میں ہے جو

---

[1] الحج:65

[2] البقرہ:207

مسلمان اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں پر غور نہیں کرتا وہ کسی صورت بھی دنیاوی زندگی کی حلاوت اور نیک اعمال کی مٹھاس کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ [1]

''اور تیرا پروردگار بہت زیادہ معاف کرنے والا، رحمت والا ہے۔''

یہ آیت بھی اللہ کی محبت اور اللہ کے پیار کو خوب واضح کرتی ہے۔ تو آیئے......! آج میں آپ کے سامنے اللہ کے پیار کی ایک جھلک بیان کروں اور آپ کو بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور مسلمان بندے سے کس قدر زیادہ محبّت کرتے ہیں......؟ اور اس دنیاوی زندگی کا سارا حُسن اسی سوچ میں ہے کہ انسان اس بات پر غور کرتا رہے کہ مجھ جیسے نکمّے اور گھٹیا انسان سے عرش و فرش کا داتا ''ربّ العالمین'' اس قدر زیادہ پیار کرتا ہے کہ میں اس کے پیار کی وسعت کا اندازہ ہی نہیں کر سکتا......!

اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندے سے پیار، اس حوالے سے آپ پانچ باتیں ذہن میں رکھیں:

1 دین کی آسانی، اللہ کے پیار کی نشانی

بحیثیتِ مسلمان اور مومن اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو ضابطہ حیات دیا ہے تو بے ساختہ مومن کے منہ سے یہ بات نکل جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظامِ زندگی نہایت پاکیزہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت آسان بھی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی پہلی پہچان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشقتوں بھرا، سخت

[1] الکہف:58

دین نہیں دیا، بلکہ ہمیں آسانیوں بھرا، نرم دین دیا ہے۔ جس پر چلنا اور عمل کرنا ہر کلمہ گو مسلمان کے لیے حد درجہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1]

"اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جتنا تمہارے بس میں ہے۔"

یہ اسلام کا عام ضابطہ اور اصول ہے۔ جہاں جا کر معاملہ انسان کے بس سے باہر نکل جائے وہاں شریعت عام چھوٹ اور معافی کا اعلان کر دیتی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کے آخر میں مندرجہ ذیل کلمات سے بیان فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [2]

"نہیں پابند کرتا اللہ تعالیٰ کسی جان کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔"

اور اسی طرح واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ [3]

"اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

اور اگر ہم امانتداری سے غور کریں تو اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے دین میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں اور یہ دین کی آسانیاں اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانیاں ہیں مثال کے طور پر آپ نماز ہی کو دیکھ لیں، دن رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہیں جن کی رکعات کی تعداد صرف اور صرف سترہ ہے اور اگر مومن مسافر ہو تو اس کے لیے

---

[1] التغابن:16

[2] البقرہ:286

[3] الحج:78

نماز قصر کرنے کی اور دو نمازوں کو جمع کرنے کی آسانی موجود ہے اور اگر مومن مریض ہو تو اس کے لیے بیٹھ کر، لیٹ کر حتی کہ انگلی کے اشارے سے نماز پڑھنے کی آسانی بھی موجود ہے، اسی طرح زکوٰۃ صرف مالداروں پر فرض ہے۔ وہ بھی صرف اڑھائی فیصد اور پھر زکوٰۃ کے مال کو خرچ کرنے کے آٹھ مصارف بیان فرما دیئے، مومن جہاں زیادہ بہتر سمجھتا ہو وہاں اپنی زکوۃ کے مال کو خرچ کر سکتا ہے۔

اور روزے صرف سال میں ایک ماہ کے فرض کیے گئے ہیں اور ان میں بھی دائمی مریض کو فدیہ کی اجازت دی ہے اور اسی طرح عام بیمار کو روزہ چھوڑنے کی آسانی دی ہے کہ وہ بیماری کی وجہ سے فرض روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضا دے دے اور پھر روزے کی حالت میں کھانے پینے اور شہوت پر پابندی ہے باقی روزے کی حالت میں مومن سو سکتا ہے، نہا سکتا ہے، باتیں کر سکتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ اگر روزے کی حالت میں

☆...... بولنا بند ہو۔

☆...... نہانا بند ہو۔

☆...... سونا بند ہو۔

تو یہ کس قدر مشکل اور مشقت والا روزہ ہو......؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت زیادہ آسانی کی ہے۔

اور اسی طرح حج بھی صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو صاحبِ استطاعت ہوں اور دورانِ حج حجاج کرام کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں، جب ہم کتبِ حدیث میں مسائلِ حج پڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے (اِفعل ولا حرج) کر گزر اور کوئی حرج نہیں......! کی صدائیں گونجتی ہیں۔ اللہ اکبر!

حضرات......! میں بتلانا یہ چاہتا ہوں کہ اپنے پاکیزہ، مبارک اور آسان دین "دین اسلام" کی قدر کرو، اس کو پہچانو، اس سے محبّت کرو اور اس پر دل کی خوشی سے ہمیشگی کے ساتھ عمل کرو۔ ہمارے دین میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں اور ان آسانیوں سے سب سے پہلی بات یہی سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت زیادہ محبّت کرتا ہے، بہت زیادہ پیار کرتا ہے اور اپنے بندوں کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہے۔ اور وہ اسی لیے تو اعلان کرتا ہے: اے میرے بندو......! مجھے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو......؟ میں تو بہت زیادہ معاف کرنے والا، پیار کرنے والا ہوں۔

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ [1]

"اور وہی بہت زیادہ معاف کرنے والا، بہت زیادہ پیار کرنے والا ہے، بزرگی والے عرش والا ہے۔ جس کام کا بھی وہ ارادہ کرتا ہے اس کو وہ خوب کرنے والا ہے۔"

2 صرف نیت پر پورا اجر

اللہ تعالیٰ کے پیار کی دوسری نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو صرف اس کی نیت پر نیک اعمال کا پورا ثواب عطا کر دیتے ہیں، یعنی بندے نے ابھی عمل کیا نہیں ہے صرف اس کی نیّت، سوچ اور ارادے میں بات شامل ہوئی ہے کہ میں فلاں نیک عمل کروں گا جب وہ پختہ نیت کر لیتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں اس عمل کے کرنے کا ایک اجر تحریر کر دیا جاتا ہے۔

[1] البروج: 14۔16

صحیح البخاری میں روایت ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً [1]

''جس مومن نے نیکی کا ارادہ کیا، ابھی اس نے نیکی کی نہیں، اللہ اپنے پاس سے ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں۔''

ذی وقار سامعین کرام......!

دنیا کا کوئی محکمہ اور کوئی شخص بھی صرف نیت کی بنیاد پر نہیں نوازتا، اگر آپ کو نیت کی بنیاد پر نوازشات ملتی ہیں تو صرف اور صرف رب العالمین کی طرف سے ملتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی اپنے مومن بندے سے پیار ہے کہ وہ سچی نیتوں کی بھی قدر کرتا ہے۔

امام الزاہدین حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَتَى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِي اَنْ يَّقُوْمَ فَيُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ حَتّٰى يُصْبِحَ كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ [2]

''جو اپنے بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ وہ رات کو نماز پڑھے گا لیکن صبح تک نیند اس پر غالب آ گئی تو جو سوتے وقت اس نے نیت کی تھی تو اس کا اجر اس کے لیے لکھ دیا جائے گا اور اس کا سونا اس کے رب کی طرف سے اس کے لیے صدقہ ہوگا۔''

---

[1] صحیح البخاری: 6491

[2] سنن النسائی، الصلوۃ: 1344؛ سنن ابن ماجہ، الصلوۃ: 1788

اللہ کے بندو......! سردی کی ٹھٹھرتی ہوئی لمبی راتیں ہیں، کم از کم فجر سے قبل نمازِ وتر پڑھنے کی ہی نیت کرلیا کرو، اگر کسی وجہ سے رہ بھی گیا تو ایک اجر ضرور بالضرور مل جائے گا۔ اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث پر غور فرمائیں، کونین کے تاجدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا، لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَجْرِهِمْ شَيْئًا [1]

''جس شخص نے سنت کے مطابق بہت اچھا وضو کیا پھر مسجد کی طرف نکلا تو لوگوں کو پایا کہ وہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے تو اللہ عزوجل ایسے بندے کو اتنا ہی اجر عطا فرمائیں گے جتنا کہ نماز باجماعت پڑھنے والے کو ملا اور یہ اجر ان کے اجروں میں کسی کمی کا باعث نہیں ہوگا۔''

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے کس قدر شفقت فرماتے ہیں......؟ کہ اگر کسی وجہ سے اس کی جماعت رہ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سچی نیت کی وجہ سے اکیلے نماز پڑھ لینے پر ستائیس گنا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اللہ اکبر!

☆ عذر کی وجہ سے پورا اجر

اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ مومن کی نیت سچی اور پختہ ہوتی ہے لیکن وسائل نہ ہونے کی وجہ سے، غربت کی بنا پر یا کسی اور عذر کی وجہ سے مومن نیک عمل نہیں کر پاتا ایسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ پورا پورا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم صرف اس

---

[1] سنن ابی داود: 564

لیے رو رہے تھے کہ ان کے پاس تبوک جانے کے لیے سواری موجود نہیں تھی اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مدینہ سے تبوک تک سات سو کلو میٹر کی مسافت ہے اور آمدورفت کی مسافت چودہ سو کلو میٹر بنتی ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ اپنے جانثاروں کو لے کر تبوک کی طرف نکلے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سواریاں نہ ہونے کی وجہ سے مدینے میں رہ گئے اور ان کی ساتھ جانے کی خواہش، تمنا اور پختہ نیت کا عالم یہ تھا کہ وہ اس وجہ سے زاروقطار رو رہے تھے کہ کاش......! آج ہمارے پاس بھی سواری ہوتی اور ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ، قدم بہ قدم جہاد کرتے۔ قرآن پاک صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس پرنم حالت کو بیان کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ [1]

اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والے مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم کی پختہ نیتوں کی قدر کرتے ہوئے اس قدر پیار فرمایا کہ ان کو غزوۂ تبوک میں شریک ہونے والے مجاہدین کے برابر اجر و ثواب عطا کر دیا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے مدینے پہنچتے ہی اعلان فرمایا:

اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ وَفِيْ

---

[1] التوبہ:92

رِوَايَةٍ اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ [1]

یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں ان کو (مدینے میں) بیماری نے روکے رکھا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک رہے ہیں۔"

اور اسی طرح کئی نوجوان جامِ شہادت کا شیریں شہد نوش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں لیکن ان کو موت بستر پر آ جاتی ہے یا وہ طبعی موت فوت ہو جاتے ہیں لیکن اللہ کے پیار کا عالم دیکھیں کہ اللہ صرف پختہ نیت کی وجہ سے شہداء کے برابر اجر و ثواب عطا کرتے ہیں اور ایسے شخص کو شہداء والا ہی مقام و مرتبہ عطا کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام الشہداء والمجاہدین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَئَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ [2]

"جس نے سچی نیت سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا مطالبہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجوں تک پہنچا دے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہوا۔"

اور ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ [3]

"جس نے سچی نیت سے شہادت کو طلب کیا اسے شہادت کا رتبہ عطا کر دیا جاتا ہے اگر چہ وہ اس کو نہیں پہنچا۔"

---

[1] صحیح المسلم، الامارۃ: 1911
[2] صحیح المسلم، الامارۃ: 1909
[3] صحیح المسلم: 1908

سوچیں تو سہی کہ اللہ اپنے مومن بندے سے پیار کرتے ہوئے کس قدر فراخی، سخاوت اور وسعتِ رحمت سے کام لیتے ہیں۔ اللہ نہ کرے اگر کوئی مہاجر سفر ہجرت میں اللہ کو پیارا ہو جائے تو اس کو بھی پورا پورا ہجرت کا ثواب دیا جاتا ہے اور اس ثواب کی طرف قرآن پاک نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ [1]

"اور جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے ہو چکا۔"

☆ بیماری کی وجہ سے پورا اجر

اور اسی طرح مومن کسی وقت سخت بیمار ہو جاتا ہے اور بیماری کی وجہ سے اس کی نماز با جماعت رہ جاتی ہے یا بیماری کی وجہ سے اس کا سالانہ حج و عمرہ فوت ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پورے کا پورا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اجر و ثواب میں ایک نکتے کی بھی کمی نہیں رہتی، بلکہ مومن بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیار بھی ڈبل ہو جاتا ہے۔

①...... بیمار مومن کو بیماری کے دنوں میں ان تمام نیک اعمال کا پورا پورا اجر و ثواب دیا جاتا ہے جو وہ جوانی اور تندرستی کے دنوں میں کیا کرتا تھا۔

②...... بیماری اور مرض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیتے ہیں اور جنت میں درجات کو بلند فرما دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک ایمان افروز

---

[1] النساء:100

احادیث سماعت فرمائیں: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی صحابیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں اور بیماری کی تلخی کی وجہ سے وہ بہت زیادہ بے قرار ہوئیں، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بڑھتی ہوئی بے قراری کو دیکھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

أَبْشِرْ يَا أُمَّ الْعَلَاءِ فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللهُ بِهِ الْخَطَايَا كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ [1]

"اے امّ علا......! تو خوش ہوجا، جب مسلمان بیمار ہوتا ہے تو اللہ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جس طرح آگ سونے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔"

اور اسی طرح حدیث قدسی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

إِنِّيْ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهُ .... كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ [2]

"جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو آزماتا ہوں (بیماری یا کسی اور تکلیف کے ذریعے) تو وہ میری ڈالی گئی آزمائش پر میری تعریف کرتا ہے تو میں اس کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہوں گویا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔"

سامعین کرام......!

اگر مومن کے دل میں ایمان تر و تازہ ہو تو مندرجہ بالا حدیث سن کر سب بیماریاں بھول جاتی ہیں اور مومن کا ایمان مچل اٹھتا ہے اور مزید آنے والے الفاظ پر

---

[1] سلسلہ صحیحہ: 714

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ: 1611

غور فرمائیں کہ

يَقُوْلُ الرَّبُّ أَنَا قَيَّدتُّ عَبْدِيْ

"اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتے ہیں: میں نے اپنے بندے کو قید کیا ہے۔"

یعنی میرے بندے پر آزمائش اور بیماری میرے حکم سے آئی ہے، اگر وہ صحت مند ہوتا تو ضرور باجماعت نماز پڑھتا اور دیگر اپنے فرائض ادا کرتا۔ اب تم اس کے نامۂ اعمال میں بیماری کی وجہ سے تمام نیک اعمال کا اجر وثواب تحریر کردو، میرا بندہ ڈیلی...... ویکلی...... منتھلی اور ایئرلی جتنے نیک اعمال کرتا تھا اب وہ بیماری کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں تمام کا اجر وثواب اس کے نامہ اعمال میں تحریر کرتے جاؤ۔

فرشتے پوچھتے ہیں: اے اللہ......! اجر وثواب کب تک لکھتے جائیں......؟ اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: حَتَّى يَبْرَأَ أَوْ يَمُوْتَ "یہاں تک کہ میرا بندہ صحت یاب ہو جائے یا موت کا جام پی کر میرے پاس آجائے۔" سبحان اللہ!

سچ کہتا ہے ناں قرآن...... اللہ کے پیار کی بات کرتے ہوئے:

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ [1]

③ صرف ایک عمل پر کئی گنا ثواب

اور پھر اسی طرح جب کوئی مومن شریعت کے مطابق نیک عمل کرنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ معمولی سے عمل پر اجر وثواب کے انبار لگا دیتے ہیں، دوگنا یا صرف دس گنا نہیں، بلکہ ایک ایک عمل پر سات سو گنا سے بھی زیادہ

---

[1] البروج: 14-16

اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔خود قرآن مجید نے اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اس کو بڑھا کر اپنی طرف سے بہت اجر عطا کرتا ہے۔''

اپنی اسی محبت کو مندرجہ ذیل انداز سے بھی بیان فرمایا:

فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ [2]

''پس اس کو (اجر وثواب) کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے بہت زیادہ بڑھا کر دینا۔''

اور پھر اللہ تعالیٰ صرف خاص یا امیر لوگوں کو بڑھا چڑھا کر ثواب نہیں دیتے بلکہ جو بھی اخلاص اور محبت سے نیک عمل کرتا ہے اللہ اس کو کئی گنا ثواب عطا کرتے ہیں یا آپ ایسے سمجھ لیں کہ اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر نوازے اور ثواب دے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے اعلان کیا ہے:

وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ [3]

''اور اللہ تعالیٰ دوگنا کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔''

اور قرآن مجید کے ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ کو حکم تک ارشاد فرما دیا:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ [4]

---

[1] النساء:40

[2] البقرہ:245

[3] البقرہ:261

[4] الاحزاب:47

''اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہوگا۔''

پوری دنیا میں آپ کوئی ایسی مثال نہیں بیان کر سکتے کہ کوئی مالک کسی کو ڈبل مزدوری دیتا ہو...... یہاں تو اللہ کے ہاں ڈبل نہیں بلکہ کئی ہزار گنا بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ نیک عمل کی مزدوری عطا کرتے ہیں۔ مومن کے ایک عمل پر کئی گنا ثواب کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ [1]

''جس شخص نے نیت کے مطابق عمل کر لیا اللہ اس کے لیے اپنے پاس دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ ثواب لکھ دیتے ہیں۔''

اب میں آپ کے سامنے حدیث ہی سے ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کے پیار کی یہ جھلک خوب اچھی طرح نمایاں ہو جائے گی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح اپنے بندے سے محبت کرتے ہوئے اس کے چھوٹے چھوٹے عمل پر اجر وثواب کے انبار لگا دیتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ [2]

''چونکہ اللہ تعالیٰ حلال ہی کو قبول کرتے ہیں جس شخص نے پاکیزہ حلال کمائی سے

---

[1] صحیح البخاری: 6491

[2] بخاری: 4110

ایک کھجور کا صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کھجور کو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ قبول فرماتے ہیں، پھر کھجور صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتے رہتے ہیں، جس طرح تم میں سے کوئی ایک گھوڑے کا بچہ بڑا کرتا رہتا ہے حتی کہ کھجور پہاڑ جتنی ہو جاتی ہے۔" سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے مومن بندے کے لیے پیار...... کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے مومن کو معمولی معمولی اعمال پر اجرِ کثیر عطا فرماتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے حمد وثنا کے کلمات پر سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ بھی معاف کر دیتے ہیں اور نامۂ اعمال کو بھی اجر وثواب سے بھر دیتے ہیں۔

بڑے محروم ہیں وہ لوگ جو جمعے کو ذوق وشوق اور پورے اہتمام کے ساتھ اوّل وقت پر ادا نہیں کرتے۔ وگرنہ جو مومن اوّل وقت پر خطبہ جمعہ میں شریک ہوتا ہے تو گھر سے لے کر مسجد تک ایک ایک قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ مومن بندے کو ایک سال کے نفلی روزوں اور ایک سال کی تہجد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اللہ اکبر!

خواتین وحضرات...... ! ذرا کان کھول کر پوری ہوش کے ساتھ اس حدیث پر غور کریں کہ صفائی ستھرائی اور غسل کا اہتمام کرنے کے بعد اوّل وقت، یعنی امام کے منبر پر آنے سے پہلے پہلے مسجد میں پہنچ جانے والا شخص اس قدر زیادہ اجر وثواب دیا جاتا ہے کہ اس کو ایک ایک قدم پر ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی نمازِ تہجد کا ثواب دیا جاتا ہے، یعنی قدم ایک ہے لیکن اس اٹھنے والے قدم کے بدلے دو عظیم الشان نفلی عبادتوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔

اور آئیے...... ! اگر آپ نہیں سمجھے تو میں آپ کے سامنے اللہ کے پیار کو ذرا

اور وضاحت سے بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے کس قدر پیار کرتے ہیں...... آپ ایک فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ستائیس گنا ثواب عطا کرتا ہے اور یہی نماز آپ بیت اللہ میں پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا کرتا ہے اور اگر اللہ آپ کو مسجد نبوی میں پڑھنے کی سعادت بخشے تو ایک نماز پر ایک ہزار نماز کا ثواب دیا جاتا ہے...... اور اگر اللہ موقع لائے اور ضرور لائے کہ آپ مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھیں تو صحیح حدیث کے مطابق آپ کو ایک نماز پر اڑھائی سو نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ کیا ہے......؟ اللہ کی قسم......! یہ عرش والے کا پیار ہے۔

آج اللہ کے پیار کی بات چل نکلی ہے تو آیئے......! میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کس قدر پیارا اور پیار کرنے والا ہمارا سچا خالق و مالک ــــــ ہے کہ ہمیں زندگی میں بڑے بڑے پاکیزہ اور سنہری موقعے عطا کرتا ہے، آپ ماہِ رمضان ہی دیکھ لیں کہ اس کے آخری عشرے میں اور طاق راتوں میں اس کی مغفرت اور رحمت کا کیا عالم ہوتا ہے۔ کہیں یومِ عرفہ ہے...... کہیں یومِ عاشورا ہے اور کہیں عشرہ ذوالحجہ ہے، ہر ایک کی شان اپنی اپنی جگہ بے مثال ہے۔ ایک دن کے روزے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور درجات ہیں کہ صرف جنّت میں نہیں بلکہ اللہ کے ہاں بھی بلند ہو رہے ہیں، یہی پیارا پروردگار اپنے پیارے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب اعلان کرتا ہے:

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾ [1]

---

[1] البروج:14-16

④ ذکر کرنیوالے کا بہت ذکر کرنا

اللہ کا مومن سے پیار...... اس روح پرور اور ایمان افروز موضوع پر جو میں چوتھی بات آپ کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین اور احکم الحاکمین ہونے کے باوجود اپنے مومن بندے سے اس قدر زیادہ پیار کرتے ہیں کہ اس کا مومن بندہ جس لمحے بھی اس کو یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتے ہیں، اس کی پکار کو سنتے اور قبول کرتے ہیں اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ کئی مومن بندے فرش پر اس قدر محبّت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ان کا نام بھی لیتے ہیں۔ قرآن پاک کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پیار کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ [1]

''سو تم مجھے یاد کرو! میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرے احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔''

اور حدیثِ قدسی نے اللہ تعالیٰ کے پیار کی اس جھلک کو خوب سے خوب تر واضح کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرًا مِنْهُ

''اگر میرا بندہ اکیلا مجھے یاد کرے میں بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور وہ اگر مجھے بھری مجلس میں یاد کرے تو میں اس کو اس سے بہتر عالم بالا میں یاد کرتا ہوں۔''

حضرات......! کیسے ہیں وہ خوش نصیب جو فرش پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور

---

[1] البقرہ:152

اللہ تعالیٰ عرش پر اپنے برگزیدہ ملائکہ میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اس کے پیار کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کے حمد وثنا والے کلمات پر اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں صحیح حدیث ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔

جب نمازی (الحمدُ لِلّٰہ ربّ العالمین) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: (حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ) ''میرے بندے نے میری تعریف کی ہے''

نہایت پیار بھرا جواب۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ کیسی خوش نصیبی ہے اس شخص کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بندہ کہے اور ساتھ اس کی کی ہوئی تعریف کا ذکر فرمائے۔

اسی طرح جب نمازی (الرّحمٰن الرّحیم) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (أَثْنیٰ عَلَیَّ عَبْدِیْ) ''میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔''

جب نمازی (مالك یوم الدّین) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: (مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ) ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے۔''

اور جب بندہ اللہ کے ساتھ عبادت واستعانت کا عہد کرتے ہوئے کہتا ہے: (ایّاك نعبد وایّاك نستعین) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ) ''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان عہد ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جس کا اس نے سوال کیا ہے۔''

اللہ کی قسم......! نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے مندرجہ بالا حدیث دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہو تو نماز کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے..... نمازی رک رک کر بڑی مٹھاس سے بار بار سورۂ فاتحہ کی آیات کو دہراتا ہے اور اپنے پیارے اللہ سے جواب پاتا

ہے...... کیسی بدنصیبی اور محرومی ہے ایسے لوگوں کے لیے جو نمازی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ اور اس وقت سورۂ فاتحہ کا مسئلہ بھی فقہی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ چکا ہے اور کئی متعصب امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر ایسی ایسی تاویلات اور معنوی تحریف کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال میں اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے مومن کے ساتھ اللہ کے پیار کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب مومن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے مومن کے منہ سے نکلنے والے پاکیزہ کلمات کا پوری محبت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل دعائیہ جملہ پڑھتا ہے:

رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ

''اے ہمارے پروردگار......! ہم پر بوجھ نہ ڈالنا جس طرح تونے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔''

تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: (قَدْ فَعَلْتُ) ''تحقیق میں نے ایسے ہی کر دیا''...... پھر بندہ اگلا بول بھی اسی طرح پڑھتا ہے:

رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ

''اے ہمارے پروردگار......! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جس کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔''

اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (قَدْ فَعَلْتُ) ''تحقیق

میں نے ایسا ہی کر دیا۔“

سامعین کرام......! آج لوگ کہتے ہیں کہ ہم بوجھوں تلے دب چکے ہیں، بہت پریشان ہیں اور بہت بے قرار ہیں، تو ایسے لوگوں کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے ساتھ دوستی کر لینی چاہیے۔ اللہ کی قسم......! جو لوگ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کو اپنا ورد بنا لیتے ہیں، ورد کا معنی یہ ہے کہ اپنا ہمہ وقت کا معمول بنا لیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو مرض، قرض اور دیگر بوجھوں سے ایسے نکال دیتا ہے جس طرح آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

اور اسی طرح جب مومن اپنی زبان سے ”ذکرِ توحید“

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر [1]

پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ (صَدَقَ عَبْدِيْ) میرے بندے نے سچ بولا ہے۔

ذی وقار سامعین کرام......!

یہ ہے اللہ کا پیار...... اپنے مومن بندے سے اور اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی درخواستیں وصول کرنے کے لیے، ان کی دعائیں، صدائیں اور التجائیں سننے کے لیے رات کے آخری پہر آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور آ کر خود صدا لگاتے ہیں کہ......

☆ ہے کوئی شفا کا طالب......؟

---

[1] سنن ابن ماجہ: 3794، صحیح ابن حبان: 851، سلسلہ احادیث صحیحہ: 1390، صحیح الجامع الصغیر: 713

☆ ہے کوئی بخشش کا طالب......؟

☆ ہے کوئی رزق کا طالب......؟

اے میرے بندو، اٹھو، مجھ سے مانگو......! اس وقت کی مانگ کو میں قبول کرتا ہوں۔

5 روزِ قیامت مومن سے اللہ کا پیار

مومن سے اللہ کا پیار...... یہ ایک نہایت طویل اور مٹھاس بھرا موضوع ہے لیکن میں اس موضوع کے حوالے سے آخری بات پیشِ خدمت کرنا چاہتا ہوں، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جہاں زندگی بھر اپنے بندے سے پیار کرتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ موت کے وقت اور مرنے کے بعد بھی اپنے بندے سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں اور قبر میں پیار کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ مومن کی قبر جنّت کا نقشہ پیش کرتی ہے، وہاں لباس، فراش اور دروازہ جنّت کی طرف سے کھول دیا جاتا ہے، لیکن میں وقت کی قلّت کے پیشِ نظر آخری حدیث سنا کر اجازت چاہتا ہوں جس میں مجھے بیان یہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن مومن سے کس قدر پیار کریں گے......؟

صحیح البخاری میں آتا ہے کہ

يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَّبِّهِ عَزَّوَجَلَّ حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرَهُ بِذُنُوْبِهِ فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُ ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّ أَعْرِفُ ، قَالَ: فَيَقُوْلُ إِنِّيْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَإِنِّيْ أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهِ [1]

---

[1] صحیح البخاری: 2441

''مومن قیامت والے دن اپنے عزت و بزرگی والے پروردگار کے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پہلو میں لے لیں گے اور اس کو اس کے گناہوں کا اقرار کروالیں گے اور کہیں گے: کیا تو (ان گناہوں کو جانتا ہے؟) وہ کہے گا: میرے پروردگار! میں جانتا ہوں۔ اللہ کہیں گے: بلاشبہ میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ ڈالے رکھا اور آج کے دن بھی میں تجھے تیرے پاپ معاف کرتا ہوں پھر اس کو اس کی نیکیوں کا صحیفہ دے دیا جائے گا۔''

دیگر کتبِ احادیث میں یہی روایت قدرے تفصیل سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بتقاضۂ بشریت مومن کے سامنے اس کے گناہ پیش کریں گے تو وہ یقین کی حد تک جان لے گا کہ شاید اب میری بخشش کا کوئی راستہ نہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے مومن بندے......! میں نے جہاں دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا تھا، تجھے رسوا نہیں کیا تھا، آج بھی میں نے تیرے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور تجھے اپنی جنّت کا مہمان بنا دیا ہے۔

اللہ کے بندو......! جو رحیم وکریم مولا اس قدر پیار محبّت کرنے والا ہو پھر ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم بھی اس کے پیار کی لاج رکھیں اور اپنی زندگی اس کی تابعداری اور فرمانبرداری میں بسر کریں اور اس کے پیار کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے پیار کی بالکل پرواہ نہ کریں۔

اللهم انا نسئلك حبك وَحب من يحبك
وَحب عمل يقربنا الى حبك
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

اللہ کی رحمت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ [1]

''کہہ دیجیے، میرے وہ بندو......! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بلاشبہ اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

گناہوں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا
پر تو نے بھی دل آزُردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنّم میں جانے کی بہت کی تدبیریں
پر تیری رحمت نے مولا گوارہ نہ کیا

[1] الزمر:53

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدُنا و سیدُ الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

موجودہ حالات آپ کے سامنے ہیں ہر طرف بے برکتی اور نحوست کا سایہ ہے، سب کچھ ہونے کے باوجود بے چینی کی کیفیت ایسی ہے کہ جیسے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی سب سے اہم چیز اس کی "رحمت" ہے۔ ہمارے اعمال اور ہمارا کردار اس قابل نہیں کہ ہم سکون اور کامیابی حاصل کریں، ہمارے حالات کی بہتری صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم ہر دم اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی بھیک مانگیں اور اس کی رحمت کے سوالی بن جائیں۔ اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی معاملہ سدھرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

یاد رکھیں......! جس کو اللہ کی رحمت مل گئی اس کے سارے مسئلے حل ہو گئے اور اس کو دین و دنیا اور آخرت کے سب خزانے حاصل ہو گئے۔

آج میں آپ کے سامنے اللہ کی رحمت کو نہایت خوبصورت اسلوب اور آسان ترتیب سے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اہم موضوع اچھی طرح آپ کے دل و

دماغ میں بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھ پر رحمت کرتے ہوئے مجھے رحمت کے مضمون کو نہایت جامعیت سے بیان کرنے کی اور آپ کو سماعت فرمانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

معنیٰ رحمت

قرآن و حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ "رحمت" نہایت جامع لفظ ہے، اللہ کی رحمت کا مل جانا سب کچھ مل جانے کے برابر ہے۔

✸ ... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ کی رحمت ہیں، یعنی جسے رحمت نصیب ہوئی اسے رسالت و نبوت کے نور سے اپنی زندگی کی تاریک راتیں روشن کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی اور وہ آپ کا غلام بن گیا۔

✸ ... قرآن بھی اللہ کی رحمت ہے، یعنی جسے رحمت نصیب ہوئی گویا اسے قرآن کی محبت اور عقیدت بھی نصیب ہوئی۔

✸ ... رمضان بھی اللہ کی رحمت ہے، یعنی جسے رحمت نصیب ہوئی اسے روزے کی حالت میں رمضان کی بہاریں لوٹنے کا خوب موقع مل گیا۔

✸ ... صحت و عافیت بھی اللہ کی رحمت ہے، یعنی جسے رحمت نصیب ہوئی اس کو صحت و سلامتی اور خیر و برکت والی زندگی مل گئی۔

✸ ... اولاد بھی اللہ کی رحمت ہے یعنی جسے رحمت نصیب ہوئی اس کو نیکوکار فرمانبردار اولاد مل گئی۔

✸ ... نیکی کی توفیق اور بدی سے دوری بھی اللہ کی رحمت ہے، یعنی جسے

رحمت نصیب ہوتی ہے وہ جی بھر کر نیکیاں کرتے ہوئے ساری زندگی گناہوں سے کنارہ کش رہتا ہے۔ غرضیکہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں یعنی دنیا کی ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے۔ بارش، کھیتی باڑی، مویشی اور ہر طرح کا رزق اللہ کی رحمت ہی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ اپنی عنایات کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔

اعترافِ رحمت

یہاں پر اس بات کو اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعتراف کرتے رہا کریں، جب بھی آپ سے آپ کے حال واحوال کے بارے میں پوچھا جائے تو یہی کہا کرو......! اللہ رحمن ورحیم کی بہت زیادہ رحمتیں ہیں، میں اپنے مولا وداتا کی رحمت کا نظارہ کر رہا ہوں۔

یاد رکھو......! اعترافِ رحمت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اور زیادہ رحمتوں کے دروازے کھولتا ہے، آج کل کئی بدعقیدہ لوگ اللہ کی رحمت کا اعتراف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کو ستاروں اور پیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں جو کہ شرک کی بدترین قسم ہے، اسی طرح نعمتوں اور فراوانیوں کا حصول انسان کی ذات کا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کمال ہے، اس لیے اعترافِ رحمت سے انسان مشرک بنتا ہے نہ ہی متکبر۔

آپ کو یاد ہوگا کہ دنیا نے ایک بہت بڑا بادشاہ دیکھا، جس کو ذوالقرنین علیہ السلام کہا جاتا ہے، جب اس نے اس کائنات کی سب سے بڑی اور اہم دیوار کو کھڑا کیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک ایسا تاریخ ساز بول بولا کہ رب العالمین نے اس کو قرآن بنا کر رحمۃ للعالمین کے قلبِ اطہر پر نازل کر دیا۔

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا [1]

''یہ میرے رب کی طرف سے رحمت ہے جب میرے رب کا وعدہ آ گیا وہ اس کو ریزہ ریزہ کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔''

یاد رہے......! رحمت کا اعتراف صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف اور یقین کر لینا چاہیے کہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ ہم بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہو جائیں بلکہ روزِ قیامت ہم سب کی بخشش بھی اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگی۔

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
رحمت کریں تے بخشے جاون مَیں جے وی منہ کالے

بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ اس سلسلے میں صحیح البخاری میں بالکل واضح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پا سکے گا اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اللہ کے رسول......! کیا آپ بھی......؟

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں......! میں بھی......! مجھے بھی اللہ کی رحمت ہی اپنے سائے میں ڈھانپے گی۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! اللہ کی رحمت کا اعتراف اور ہر دم اس سے اس کی رحمت کا سوال بہت بڑی کامیابی اور عظمت کی بات ہے۔

---

[1] الکہف:98

غلبہ رحمت

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، غلبہ رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [1]

''اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔''

اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غلبے کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ

''کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اپنی کتاب میں لکھا اور وہ اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ

اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ [2]

''بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ کے مطابق

إِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ عَلَىٰ غَضَبِيْ

''بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جا چکی ہے۔''

ایک مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غلبے کا تذکرہ پڑھتا ہے تو اس کا

---

[1] الانعام:12

[2] صحیح البخاری:7404

دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ میرے اللہ کی رحمت کا اس کے غضب پر غلبہ ہے، لہٰذا وہ میری کسی نہ کسی ادا اور نیک عمل کو قبول کرتے ہوئے ضرور بالضرور میری بخشش کا سامان کر دے گا۔

یاد رکھیں کہ غضب پر رحمت کا غلبہ ہونا انسانیت سمیت تمام مخلوقات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلبۂ رحمت کے اس احسان کو سمجھ کر اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جے میں ویکھاں عملاں ولّے تے کجھ نئیں میرے پلّے
جے میں ویکھاں تیری رحمت ولّے تے فیر بلّے ای بلّے بلّے

وسعتِ رحمت

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کو چند الفاظ اور ایک خطبے میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے اور آپ اس کی رحمت کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کا نام ہی رحمان، رحیم اور ارحم الراحمین ہے، یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا اور سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو وجود بخشا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے سو رحمتوں کی تخلیق فرمائی اور ہر رحمت زمین وآسمان کے خلا سے بھی زیادہ ہے اور دنیا میں انسان سمیت جتنی مخلوقات ہیں بچوں سے محبت کرتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت کا نتیجہ ہے۔ صحیح البخاری کے مطابق امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً

وَّ تِسْعِيْنَ وَأَنْزَلَ فِيْ الْأَرْضِ وَاحِدًا

''اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے ہیں اور ان میں ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں اور زمین میں رحمت کا ایک حصہ ہی اتارا ہے۔''

فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ [1]

''پس قیامت کا دن ہوگا تو ان تمام رحمتوں کا ظہور ہوگا۔'' (اللہ اکبر)

ایک موقع پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ ماں اپنے بچے کو آگ میں پھینکے گی......؟ صحابہ نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کے رسول......! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر رحمت کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے کوزے میں دریا بند کر دیا اور فرمایا:

لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ [2]

''اللہ اس سے کئی گنا زیادہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔''

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لفظ ''رحمت'' بہت جامع لفظ ہے اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے اور اللہ کی رحمت بہت زیادہ وسیع ہے، اس لیے ہر پل ہر دم اور ہر قدم اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی بھیک مانگتے رہنا چاہیے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اللہ تعالیٰ کے جتنے سوالی گزرے ہیں انہوں نے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت ہی کا سوال کیا ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگتے رہا کریں۔ رحمت بڑے کام کی چیز ہے اور بڑے نفع کا خزانہ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری:6000 صحیح مسلم:2753

[2] صحیح البخاری:5999

طلبِ رحمت

اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی سب سے قیمتی دولت اس کی رحمت ہے، جس خوش نصیب کو اس کی رحمت نصیب ہوگئی سمجھ لیں اسے کو دین و دنیا اور آخرت کے سب خزانے نصیب ہو گئے۔ انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے ہر ایک رحمت ہی مانگتے رہے ہیں۔

آپ کے ایمان کی تازگی کے لیے چند ایک آیات تلاوت کرتا ہوں پوری محبت سے سماعت فرمائیں اور آپ بھی رحمت کے طلب گار بنیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور طلبِ رحمت

حضرت آدم علیہ السلام سے جو بھول ہوئی تو انہوں نے اس کے بعد اللہ سے رحمت ہی کا سوال کرتے ہوئے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ○ [1]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور تو نے ہم پر رحمت نہ کی تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

حضرت نوح علیہ السلام اور طلبِ رحمت

اللہ کی زمین پر سب سے پہلا رسول بننے کا شرف حضرت نوح علیہ السلام کو حاصل ہوا، بیٹے کے معاملے میں جب اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کی تو فوراً اللہ کے سامنے جھک کر رحمت کے یوں طلب گار بن گئے۔

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا

[1] الاعراف:23

تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ [1]

''اے میرے رب......! بلاشبہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحمت نہ کی تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام اور طلب رحمت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے تلقین فرمائی کہ ایک دروازے سے داخل ہونے کی بجائے الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور ساتھ فرمایا: یہ تو میں اپنے دل کی تسلی کے لیے کہہ رہا ہوں اصل میں محفوظ وہی ہے جس پر اللہ کی رحمت ہے۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ [2]

''اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

یاد رکھیں......! اللہ ارحم الراحمین ہے، سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہے اس کی رحمت کی امید بھی رکھیں اور اس کی رحمت کے طالب بھی رہیں۔ رحمت مانگنے والوں کی اللہ بڑی لاج رکھتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور طلب رحمت

سیدنا یوسف علیہ السلام کے ظالم بھائی جب آپ کے سامنے آئے تو بچپن میں کی ہوئی زیادتی کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ شرمندگی تھی اور اس بات کا احساس تھا

---

[1] ھود: 47

[2] یوسف: 64

کہ شاید ہمارا یہ گناہ ناقابل معافی ہو لیکن شرم وحیا کے پیکر حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ [1]

''آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ تمہارا گناہ اور ظلم بالکل ناقابلِ معافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھی کوئی کنارہ نہیں وہ بلاشبہ تمہارے اعترافِ گناہ پر اپنی رحمت سے تمہیں معاف کر دے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور طلبِ رحمت

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور رسالت دونوں عظیم نعمتیں عطا فرمائی تھیں، ہواؤں اور فضاؤں پر بھی ان کی حکومت تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ○ [2]

''اے میرے رب......! مجھے توفیق عطا فرما میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا

---

[1] یوسف:92

[2] النمل:19

کروں جو تو نے مجھ پر کی ہیں اور میرے والدین پر کی ہیں اور ایسے اعمال
کروں کہ تو خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے نیکو کار بندوں میں شامل فرما۔"

آپ اندازہ فرمائیں......! کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بے مثال بادشاہ اور نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو یہی کہہ رہے ہیں کہ مولا......! مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

آج ہمارے ہاں کچھ لوگ چار نمازیں پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں ہم کتنے نیکوکار بن گئے ہیں جبکہ اللہ کے عظیم پیغمبر اور رسول شکر کی توفیق مانگ رہے ہیں اور اللہ کی رحمت کے سہارے مطالبہ کر رہے ہیں کہ مجھے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔

اصحابِ کہف اور طلبِ رحمت

اصحابِ کہف پر جب وقت کے ظالم بادشاہ نے ظلم وستم کی انتہا کر دی تو انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی اور وہاں پر بظاہر زندگی گزارنے کے لیے کسی قسم کا کوئی ساز وسامان نہیں تھا لیکن انہوں نے پورے یقین سے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت ہی کا سوال کیا اور کہا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا [1]

"اے ہمارے پروردگار......! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے
لیے ہمارے معاملے میں آسانی کا سامان کر دے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رحمت فرماتے ہوئے اصحابِ کہف سے اتنا پیار کیا کہ ان کو تھپکی دے کر سلا دیا اور ان کی کروٹیں بھی خود تبدیل کیں۔ اس سے معلوم ہوا

---

[1] کہف:10

کہ بظاہر حالات کس قدر ناساز کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کرنا چاہیے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت مل جائے تو سب برکتیں بہاریں حاصل ہو جاتی ہیں۔

امام الانبیاء ﷺ کو طلبِ رحمت کا حکم

رحمۃ للعالمین ﷺ ساری زندگی رب العالمین سے اس کی رحمت ہی کا سوال کرتے رہے، بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم فرمایا کہ اے میرے پیارے حبیب......! مجھ سے میری رحمت مانگا کرو......!

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [1]

"اور کہہ دیجیے......! میرے رب معاف کر اور رحمت فرما اور تو ہی رحمت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

آپ کی 23 سالہ سیرت کا مطالعہ کرلیں......! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اکثر دعاؤں میں آپ کو یہی بات ملے گی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ اس کی رحمت ہی کا سوال کیا ہے بلکہ آپ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے رحمن ورحیم......! مجھے تو صرف تیری رحمت ہی کا سہارا ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک ایمان افروز دعا سماعت فرمائیں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح ساری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے رہے۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

[1] المومنون:118

''اے اللہ......! میں تیری رحمت ہی کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے معاملے سدھار دے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

اللہ کے محبوب بندوں کی دعا میں طلبِ رحمت

قرآن پاک نے قیامت کے روز کامیاب ہونے والے گروہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دنیا میں مجھ سے میری رحمت ہی کا سوال کرتے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے سچے مومنوں کی ایک دعا نقل فرمائی ہے اس کو اچھی طرح یاد فرما کر کثرت سے پڑھا کریں:

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ [1]

''اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس تو ہمیں معاف کر دے اور ہم پر رحمت کر دے اور تو ہی رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

مندرجہ بالا تمام دلائل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ ہم سے پہلے جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام اور نیکوکار گزرے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ اس کی رحمت ہی کو مانگا ہے اور خوب مانگا ہے اور ہمیں بھی مانگتے رہنا چاہیے اور اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

اُمیدِ رحمت

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا ہمہ وقت روانی اور موج میں رہتا ہے، بڑے بڑے عاصی اور گنہگار اس دریا میں غوطہ زن ہو کر اس سے بخشش اور مغفرت کے

[1] مومنون:109

خزانے حاصل کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اعلانِ عام ہے:

نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ [1]

''ہم اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں۔''

اور کہیں مندرجہ ذیل الفاظ سے امید دلائی

يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهِ [2]

''داخل کرتا ہے اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے۔''

اور ایک مقام پر امیدِ رحمت کی بات کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوا الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [3]

''اللہ اپنی رحمت کے لیے جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔''

سامعین کرام......! رحمتِ الٰہی کی امید کی بات چل رہی ہے تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا وہ اعلان اور'' ہو کا '' آپ کو ضرور سناؤں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وسعت کو بیان کرنے میں اخیر کر دی

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ

---

[1] یوسف:56

[2] الدھر:31

[3] البقرہ:105

اَلْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ [1]

"کہہ دیجیے، اے میرے وہ بندو......! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بلاشبہ اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر مجھے دنیا اور دنیا کے خزانے بھی مل جائیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی خوشی مجھے اس آیت کے نزول پر ہوئی ہے۔

مَا اُحِبُّ أَنَّ لِیْ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا بِهٰذِهِ الْآیَةِ [2]

حصولِ رحمت

اللہ کی رحمت کو پانے کے لیے ہر انسان کوشش کرتا ہے، رحمت کی تلاش میں ہر شخص گھر سے نکلتا ہے، کئی لوگ تو رحمت کی بجائے شرک سے جھولیاں بھر لیتے ہیں اور اکثر حضرات رحمت کے حصول کے لیے اپنا مال، وقت اور ایمان تک بھی برباد کر بیٹھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ کسی دربار کی گدی پر بیٹھنے یا کسی دربار کا کڑا اور دھاگہ پہننے سے رحمت کے دروازے کھلیں گے جب کہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

آیئے......! خطبے کے آخر میں مَیں حصول رحمت کے چند اہم اسباب بیان کر دوں کہ جن کو اپنانے سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں، اختصار کے پیش نظر میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لیے سات اسباب کا تذکرہ کرتا ہوں، جس سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔

1 ...... نماز، زکوٰۃ اور اطاعت

---

[1] الزمر:53

[2] مسند احمد بن حنبل:22362

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جو شخص نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر رحمت فرماتے ہیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [1]

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

[2]...... قرآن کا توجہ سے سننا

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کو نہایت توجہ سے سنتے ہوئے خاموش رہتا ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عطا کرتا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [2]

''اور جب قرآن کی قرأت کی جائے تو اس کو کامل توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

[3]...... تقویٰ اختیار کرنا

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کو نازل فرماتے ہیں اور تقوی کا معنی یہ ہے کہ انسان بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور حیا کرتے ہوئے گناہوں کو ترک کر دے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

---

[1] النور:56

[2] الاعراف:203

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [1]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر رحمت کو تقویٰ کے ساتھ معلق کرتے ہوئے فرمایا:

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [2]

''کیا تم کو اس پر تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی نصیحت تمہارے پاس تمھیں میں سے ایک شخص کے ذریعے آئی تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

4 ...... استغفار کرنا

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے بندے پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ رسول نے نہایت ناصحانہ اور دردمندانہ انداز میں قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [3]

''کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

5 ...... دکھ ملے تو صبر کرنا

---

[1] یٰسین:43

[2] الاعراف:63

[3] النمل:46

زندگی آزمائش کا دوسرا نام ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو طرح طرح سے آزماتے رہتے ہیں، جو شخص محرومی، پریشانی اور نقصان کے موقع پر صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر مطمئن رہے اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کو مال، جان، اولاد اور رزق کی کمی سے آزماتا رہوں گا لیکن

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ○ [1]

''جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے اوپر ان کے رب کی شاباشیاں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو راہ پر ہیں۔''

ان آیات بابرکات سے واضح ہوا کہ جو لوگ نقصان کے موقع پر واویلا اور گلہ، شکوہ کرتے ہیں وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ اور محرومی کے موقع پر صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے۔

6...... احسان کرنا

قرآن مجید کے بیان کے مطابق احسان کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا نزول کرتا ہے اور احسان کا معنی یہ ہے کہ انسان جو بھی نیکی کرے وہ پورے ذوق وشوق، اہتمام اور لگن سے کرے حتی کہ اس میں رنگ بھر دے اور وہ نیکی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اس میں عبادات اور اخلاقیات غرض کہ شعبہ ہائے زندگی

---

[1] البقرہ:156۔157

سے تعلق رکھنے والی ہر نیکی شامل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]

''اور نہ تم فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو تم اس کو خوف سے اور شوق سے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے ہمیشہ قریب ہے۔''

یاد رہے......! ہمارے ہاں اکثر لوگ نیکی تو کرتے ہیں لیکن اس کو شوق ذوق اور پورے اہتمام سے کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اکثر نیکیاں منہ ملاحظہ کے لیے کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ساری زندگی اللہ کی رحمت سے محرومی رہتی ہے۔

7 ...... رحم کرنا

صحیح احادیث کے مطابق جو شخص اپنے عزیز رشتے داروں اور دوستوں یاروں کے ساتھ رحم و کرم اور نرمی والا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ [2]

''رحم کرنے والوں پر ہی رحمن رحمت کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا۔''

حضرت امام جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الاعراف:56

[2] مسند احمد:6494

مَن لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ ، وَمَنْ لَّا يَغْفِرْ لَا يُغْفَرْ وَمَنْ لَا يَتُبْ لَا يُتَبْ عَلَيْهِ [1]

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحمت نہیں کی جاتی اور جو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا اور جو اللہ کی طرف سچا رجوع نہیں کرتا اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔''

اسی بات کو مزید واضح کرتے ہوئے سیّدنا امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يَضَعُ اللّٰهُ رَحْمَتَهُ إِلَّا عَلٰى رَحِيْمٍ قَالُوْا: كُلُّنَا يَرْحَمُ قَالَ: لَيْسَ بِرَحْمَةِ أَحَدِكُمْ صَاحِبَهُ ، يَرْحَمُ النَّاسَ كَافَّةً [2]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے......! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت صرف اور صرف اسی شخص پر اتارتے ہیں جو رحم کرنے والا ہوتا ہے، صحابہ نے کہا: ہم میں سے ہر ایک رحم کرنے والا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے دوست پر رحم کرنے والا ہو بلکہ رحم سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام کے تمام لوگوں پر رحم کرے۔'' اللہ اکبر

اکثر لوگ ماں باپ کا دل دُکھا کر اور بیوی بچوں کا خون چُوس کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے ہیں جب کہ ایسے ظالم لوگوں پر کسی صورت اللہ کی رحمت نہیں ہوتی۔

---

[1] المعجم الکبیر طبرانی: 2476

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ: 167

یاد رہے......! بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے چشمے ہیں، ان سے حسن سلوک کرنے والا شخص رحمت سے کبھی محروم نہیں رہتا۔

اور آخر میں یہ بات بھی یاد رہے کہ رحم و کرم کا معاملہ صرف رشتہ داروں اور محلے داروں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ جانوروں پر بھی رحم کرنا چاہیے۔ جو شخص کسی جانور پر بھی رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: اللہ کے رسول......! جب میں بکری ذبح کرتا ہوں تو اس پر رحم و شفقت کرتا ہوں، یعنی اپنی چھری کو تیز کرنے کے بعد اس کو بڑے آرام کے ساتھ زمین پر پچھاڑتا ہوں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللهُ [1]

"اگر تو نے بکری پر بھی رحم کیا ہے تو اللہ تجھ پر رحمت کرے گا۔"

اس واقعہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا رحمت کرنے والوں کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اپنی رحمتوں کا حقدار بنائے اور اپنی رحمت سے ہماری دنیا و آخرت بہتر کر دے۔

ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھی لنا من امرنا رشدا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

[1] المعجم الکبیر طبرانی: 23/19، سلسلہ احادیث صحیحہ: 26
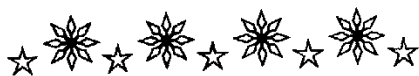
مشکل کشا کون......؟

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ [1]

''اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارے، جو اس کی پکار کو قیامت کے دن تک نہیں سن سکتا اور وہ ان کی پکار سے بالکل بے خبر ہیں۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] الاحقاف:5

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

اللہ کی زمین پر سب سے بڑا گناہ، سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی ناانصافی شرک ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اور یہ شرک اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ کوئی شخص اس گناہ کو کرتے ہوئے مر گیا تو اس کو قیامت والے دن کسی صورت بھی معافی نہیں ملے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور مشرک آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی ناپاک، پلید اور خبیث ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اور اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرے تو ایسے پلید شخص کے اللہ تعالیٰ دیگر تمام اعمال بھی برباد کر دیتے ہیں۔

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور اسی طرح شرک کرنے والے شخص پر اللہ تعالیٰ اس قدر ناراض ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام کر دیا ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

شرک ہے کیا......؟

جب قرآن و حدیث میں شرک کی اس قدر مذمت ہے تو ہمیں اس بات کو اچھی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ شرک ہے کیا......؟ شرک کسے کہتے ہیں......؟ مشرک کی علامت کیا ہے......؟ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں شخص شرک کے مرض میں مبتلا

ہے......؟ اگر اس حوالے سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق کے اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے۔ اور جو شخص بھی کسی دوسرے کو اللہ کی ذات، صفات، اختیارات یا حقوق میں شامل کرے گا یا شریک کرے گا تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔

مثال کے طور پر حضرت عزیر علیہ السلام یا مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا یا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا یہ شرک فی الذات ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ''رزّاق'' بھی ہے کہ وہی سب کا روزی رساں ہے۔

اللہ کے علاوہ کسی کو روزی دینے والا سمجھنا یہ شرک فی الصفات ہے جیسا کہ آج کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں کہا جاتا ہے:

''میں تیرا کھاواں میں تیرے گیت گاواں یارسول اللہ!''

اور اسی طرح اختیارات اور حقوق میں شرک یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی غیر کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا جائے اور کڑے وقت میں اس سے مدد مانگی جائے جیسا کہ آج کل اکثر لوگ ''یا علی مدد، یا غوث اعظم مدد'' وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں یہ سب شرکیہ جملے ہیں......

دعا صرف اللہ کا حق ہے کہ غمی وخوشی میں صرف اسی سے مانگا جائے، اسی کو ہی پکارا جائے اور اگر اب کوئی شخص مشکل میں غیروں کو پکارے تو اس نے شرک فی الحقوق کا ارتکاب کیا ہے۔

موجودہ حالات اور شرک

آج میں آپ کے سامنے یہ مضمون کیوں بیان کر رہا ہوں......؟ خدا کی قسم!

اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی اکثریت شرک جیسے خطرناک گناہ میں مبتلا ہو چکی ہے، دن رات شرک کیا جاتا ہے اور ہر قسم کا شرک کیا جاتا ہے، آپ حیران ہوں گے کہ ہمارے ہاں صرف فقیروں کی ہی نہیں بلکہ لیروں اور تصویروں تک کی پوجا ہوتی ہے، اپنی گاڑیوں کے ساتھ اس عقیدے سے کالے رنگ کی ٹاکی باندھی جاتی ہے کہ یہ ہمیں نظر بد اور حادثات سے بچائے گی، گھروں میں اپنے پیروں، فقیروں کی تصویریں اس نیت سے آویزاں کی جاتی ہیں کہ اس کی وجہ سے نظر کرم ہوگی اور آفتیں ٹلتی رہیں گی، اسی طرح آج کل بے شمار نوجوانوں نے لال رنگ کے دھاگے اور کڑے پہن رکھے ہیں اور ان کا کہنا بھی یہی ہے کہ یہ ہمارے لیے باعثِ برکت ہے اور ہمیں آفتوں، مصیبتوں اور بیماریوں سے بچاتے ہیں۔

سامعین کرام......!

کس قدر ظلم کی بات ہے......! کہ مشرکین مکہ صرف انبیاء و اولیاء کی مورتیاں پوجا کرتے تھے اور ان کا عقیدہ صرف یہ تھا کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں اللہ کے قریب کرنے والے ہیں، حقیقی مشکل کشا اور مختارِ کُل اللہ ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مشکل کشائی کے اختیارات عطا کیے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے ہاں شرک کی صورتِ حال اس سے زیادہ بدتر ہو چکی ہے۔

① ......قبروں کی پوجا

سرِعام قبروں پر سجدے کیے جاتے ہیں، قبر والوں کو پکارا جاتا ہے، قبروں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، قبر والوں کے نام کی نیاز دی جاتی ہے اور بعینہٖ وہی آسیں امیدیں قبر والوں سے وابستہ کی جاتی ہیں جو آسیں، امیدیں صرف ایک اللہ سے ہی ہونی چاہئیں۔

②......لیروں اور جوتوں کی پوجا

مہنگی گاڑی خرید کر اس کے ایک کونے پر ننھے سے بچے کا جوتا لٹکا دیا جاتا ہے یا گاڑی کی کسی طرف کالے رنگ کی ٹاکی باندھ دی جاتی ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ اس سے ہم نظر بد سے محفوظ رہیں گے، یہ جوتا اور ٹاکی ہم کو سفر کی آفتوں اور مصیبتوں سے بچائے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون......اس سے بدتر شرک اور کیا ہو سکتا ہے......؟

③......تصویروں کی پوجا

گھروں اور دکانوں پہ اپنے پیروں اور فقیروں کی تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، صبح کو اٹھتے ہوئے یا دکان کھولتے ہوئے ان تصاویر کو چوما جاتا ہے اور لٹکائی ہوئی تصویروں کے ساتھ عقیدت مندی اس حد تک ہوتی ہے کہ سب آفتیں اس وجہ سے ٹل رہی ہیں اور سب خوشیاں اسی وجہ سے ہمیں نصیب ہو رہی ہیں۔ العیاذ باللہ

④......دھاگوں کی پوجا

ہزاروں کی تعداد میں ایسے نوجوان نظر آتے ہیں جنھوں نے اپنی کلائیوں پر لال رنگ کے دھاگے پہن رکھے ہیں اور وہ اس دھاگے کو اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ لال دھاگہ جہاں ہمیں خوشیوں کا سامان مہیا کرتا ہے وہاں یہ رافع البلاء بھی ہے۔

⑤......کڑوں کی پوجا

بازو میں لوہے کے کڑے پہنے جاتے ہیں اور ان کڑوں کی نسبت بڑے بڑے اولیاء کی طرف ہوتی ہے اور یہ عقیدہ رکھ کر کڑا پہنا جاتا ہے کہ یہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے، اسی سے مجھے ہر خیر کے خزانے حاصل ہونے ہیں۔ ثم استغفر اللہ

مولویوں کا دھوکہ

برسر منبر و محراب اور اپنی گدیوں پر بیٹھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو ہر طرح کے بدتر شرک میں مبتلا بھی کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ طفل تسلیاں بھی دی جاتی ہیں کہ آپ فکر نہ کریں رسول اللہ ﷺ کی امت شرک نہیں کر سکتی......!

یہ کس قدر ظلم اور ناانصافی کی بات ہے کہ قوم کو مشرک بنانے میں سب سے زیادہ کردار قوم کے دیندار لوگوں کا ہے جو دین کی آڑ میں دکانداریاں کرتے ہیں اور لوگوں کا وقت برباد کرتے ہوئے ان کا مال ہی نہیں ایمان بھی لوٹ لیتے ہیں۔

اللہ کے بندو یاد رکھو......!

اگر چوری کرنے والا شخص...... چور ہے،

اگر ڈکیتی کرنے والا شخص...... ڈاکو ہے،

اگر شراب پینے والا شخص...... شرابی ہے،

اگر رشوت وسود لینے والا شخص ...... حرام خور ہے،

اگر کلمہ پڑھ کر کفریات کا ارتکاب کرنے والا...... کافر ہے،

تو اسی طرح بلاشبہ شرک کا ارتکاب کرنے والا بھی مشرک ہے اور مشرک شخص ہی کائنات کا سب سے زیادہ بدترین ہے۔

یاد رکھو......! اس کائنات کا حاجت روا اور مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے جو اس اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھے وہ کائنات کا سب سے زیادہ گمراہ ترین شخص ہے اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے بیان کیا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا

يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ○ [1]

''اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارے، جو اس کی پکار کو قیامت کے دن تک نہیں سن سکتا اور وہ ان کی پکار سے بالکل بے خبر ہیں۔''

من دون اللہ سے مراد صرف مٹی کے بت نہیں بلکہ من دون اللہ سے مراد سب انبیاء اولیاء ہیں جو شخص بھی کڑے وقت میں کسی نبی یا ولی کو مشکل کشائی کے لیے پکارتا ہے، ان سے روزی رزق اور اولاد کا سوال کرتا ہے وہ سب سے زیادہ گمراہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے۔

دو اصولی باتیں یاد رکھیں

شرک سے بچنے کے لیے اور شرک پر لگے ہوئے لوگوں کو شرک سے بچانے کے لیے دو باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیں:

① ...... اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور مشکل کشا اور حاجت روا ہوتا تو انبیاء و رسل علیہم السلام ہوتے کیونکہ وہ بالاتفاق پوری مخلوقات میں سے سب سے اعلیٰ اور سب سے اولیٰ ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے مال، اولاد، مشکل کشائی اور حاجت روائی کے اختیارات ان کو نہیں دیئے تو پھر ان کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص حاجت روا اور مشکل نہیں ہوسکتا۔

② ......جس پر خود مشکل آجائے وہ مشکل کشا نہیں ہوسکتا، جس کو خود پریشانی اور حاجت ہو جائے وہ دوسروں کا حاجت روا نہیں ہوسکتا۔

---

[1] الاحقاف:5

آپ بسم اللہ کی ''با'' سے لے کر والناس کی ''سین'' تک پورے قرآن کا مطالعہ کریں آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء ورسل علیہم السلام ساری زندگی آلام ومصائب میں رہے اور اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے رو رو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے اور اللہ کی مخلوق کو یہی پیغام دیتے رہے کہ اس کائنات کا حاجت روا اور مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پر مشکلات

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پوری انسانیت کا باپ بنایا ہے، آپ ابو الانبیاء ہیں، اللہ کی زمین پر اللہ کے پہلے نبی ہیں، بڑے بڑے کمالات اور اعزازات آپ کے نصیب میں آئے ہو سکتا ہے آپ مشکل کشا ہوں......؟ ہو سکتا ہے آپ پر کوئی مشکل نہ آئی ہو......؟ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیارات دیئے ہوں......؟

لیکن خدا کی قسم......! آپ قرآن کا مطالعہ کر کے دیکھیں، جب شیطان کے کہنے پر حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کا دانہ چکھ لیا تو آپ علیہما السلام کی پریشانی اور بے بسی کی انتہا ہو گئی، حضرت آدم اور مائی حوا علیہما السلام کی شرمگاہیں برہنہ ہو گئیں، وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وہ جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپنا شروع ہو گئے جب پریشانی کے عالم میں اعتراف اور ندامت کی انتہا ہوئی تو عرش والے مشکل کشا کو پکارتے ہوئے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ [1]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف کرتے ہوئے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم لازمی طور پر خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

سامعین کرام......!

جب حضرت آدم علیہ السلام بھی اس قدر کٹھن حالات میں مشکل کشائی کے لیے اللہ ہی کو پکار رہے ہیں تو وہ خود مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں......؟ معلوم ہوا کہ آپ پوری انسانیت کے باپ ضرور ہیں لیکن مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام پر مشکلات

حضرت آدم علیہ السلام سے دس صدیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین پر اپنے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، ہو سکتا ہے کہ آپ مشکل کشا ہوں، حاجت روا ہوں، غوث اعظم ہوں، ڈوبی ہوئی کو تارنے والے ہوں کیونکہ آپ نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی توحید کا وعظ کیا ہے......شاید کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی اختیار عطا کیا ہو......؟

لیکن اللہ کی قسم......! قرآن کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ ان کی اپنی بیوی اور ان کا اپنا بیٹا پانی میں غرق ہو گیا، وہ اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کو بھی نہ بچا سکے، حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا اے میرے پیارے بیٹے! میرے ساتھ سوار ہو جا! بیٹا جواب میں کہنے لگا: سَاٰوِيْ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ

---

[1] الاعراف:23

مِنَ الْمَاءِ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ اے ابا جی! پہاڑ مضبوط وسیلہ ہے، کشتی کمزور وسیلہ ہے، کشتیاں پانی میں ڈوب جاتی ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کبھی پانی نہیں چڑھتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! آج پہاڑ کام نہیں آئیں گے، آج تو صرف کشتی ہی کام آئے گی کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کیونکہ وہ چلے گی بھی اللہ کے حکم سے اور رکے گی بھی اللہ کے نام سے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے پر بہت نگاہیں ماریں بیٹا نگاہوں کے سامنے پانی میں غرق ہو گیا، حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کے بچائے جانے کے معاملے میں زیادہ تکرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! جس چیز کا تجھے علم نہیں ہے اس چیز کا مجھ سے سوال نہ کر، ورنہ میں نبوت چھین لوں گا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ العالمین کا جلالی جواب سنا تو فرمانے لگے:

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ [1]

”اے میرے رب! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اگر تو نے مجھ کو معاف کر کے مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔“

حضراتِ ذی وقار......!

اس سارے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان چنیدہ اور برگزیدہ رسول حضرت نوح علیہ السلام بھی حد درجہ کی پریشانی اور آزمائش میں ہیں، آپ کے سامنے آپ کی بیوی اور آپ کا بیٹا غرق ہوئے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام بھی مشکل

---

[1] ھود: 47

کشائی کے لیے اللہ ہی کے سامنے جھکے ہیں، اللہ ہی کو پکارا ہے تو جب حضرت نوح علیہ السلام مشکل کشا نہیں تو آج کا پیر، فقیر اور ملنگ مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے......؟

اسی لیے جو شخص اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے پکارتا ہے قرآن اس کو سب سے زیادہ گمراہ قرار دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ [1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مشکلات

حضرت ابراہیم علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں سے سب سے پہلے رسول ہیں اور آپ جد الانبیاء بھی ہیں، آپ کے اخلاص اور اللہ کے دین کے لیے آپ کی قربانیاں بے حد و حساب ہیں، شاید کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مشکل کشا اور حاجت روا بنایا ہو......؟ اپنی خدائی میں سے کچھ اختیارات بخشے ہوں......؟ لیکن اللہ کی قسم......! جب قرآن کی روشنی میں آپ کی سیرت کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ کی ساری زندگی آزمائشوں اور سخت تکلیفوں میں گزری ہے، کون سا دکھ، تکلیف اور کون سی پریشانی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ اٹھائی ہو جو ساری زندگی خود مشکلات اور مصائب میں رہے اور پل پل اپنے اللہ کو پکارتے رہے وہ مشکل کشا اور حاجت روا کیسے ہو سکتے ہیں......؟

صحیح البخاری میں معروف واقعہ ہے جب ظالم بادشاہ نے آپ کو پکڑوا دیا اور

---

[1] الاحقاف: 5

بدکاری کے ارادے سے حضرت سارہ علیہا السلام کو اپنے کمرے میں بلالیا تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بے بسی اور مجبوری کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور پریشانی کے عالم میں دعائیں کر رہے تھے: اے اللہ! میری حرمت اور عزت کو محفوظ رکھنا۔ اور سیدہ سارہ علیہا السلام بند کمرے میں عرش وفرش کے مشکل کشا کے سامنے گردن جھکا کر دعا کر رہی ہیں اے اللہ......! اس مشکل وقت میں ہماری مدد فرما اور اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔

اللہ کے بندو......! جن پاکباز ہستیوں پر خود اس قدر آزمائشیں اور مشکلات آئی ہیں اور وہ ان کے حل کے لیے صرف اور صرف ایک اللہ کے سامنے جھکے ہیں وہ میرے اور آپ کے مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں......؟

اس واقعہ کو سننے کے بعد اگر آپ واقعۃً ملت ابراہیمی سے پیار کرتے ہیں تو پھر مشکل وقت میں پیروں، فقیروں اور قبر والوں کو نہ پکارا کریں بلکہ دو نفل پڑھ کر مشکل کشائی کے لیے رب کو پکارا کریں وہ آپ کی تمام مشکلات کو آسان فرمادے گا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس سے بڑی مشکل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کو بڑھکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں پھینک دیا گیا اور آپ اپنے آپ کو آگ میں گرنے سے نہ بچا سکے، جب عرش والے مشکل کشا نے آپ کی مدد کے لیے فرشتہ بھیجا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی غیرت میں ڈوبا ہوا جواب دیا اور فرمایا: مجھے کسی واسطے وسیلے کی کوئی ضرورت نہیں، حَسْبِيَ اللهُ "میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے"

سبحان اللہ قربان جائیں......! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈائریکٹ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے بغیر کسی واسطے وسیلے کے اس کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ڈائریکٹ مشکل کشائی کی......آگ کو بجھانے کے لیے ہواؤں کا رُخ نہیں پھیرا، سیلابوں کا رُخ نہیں موڑا، طوفانوں اور آندھیوں سے آگ مدھم نہیں کی بلکہ آگ کو ہی حکم دیا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

"اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا......" سبحان اللہ!

کاش کہ مشکل گھڑی میں تیری زبان پر بھی حسبی اللہ آئے......! لیکن افسوس کہ معاشرہ لیروں، فقیروں اور تصویروں کا پجاری بن چکا ہے، تعویزات نے بیڑا غرق کر دیا ہے اور مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گھٹیا ترین شرک کیا جاتا ہے اور جو شخص مشکل وقت میں کسی لیر، فقیر سے امید وابستہ کرے اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ [1]

حضرت لوط علیہ السلام پر مشکلات

حضرت لوط علیہ السلام جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، آپ کی زندگی ہی میں حضرت لوط علیہ السلام کو نبی بنا دیا گیا، آپ کی قوم نے آپ کو اس قدر بے بس اور مجبور کر دیا کہ جب آسمانی فرشتے نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو قوم کے غنڈوں اور بدمعاشوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کے اس سخت مطالبے اور سینہ زوری پر بہت زیادہ پریشان ہوئے اور کہا: اے میری قوم کے لوگو! مجھے میرے مہمانوں کے معاملے میں رسوا نہ کرو، خاندانی عورتوں سے نکاح کرو اور پاکی کی زندگی بسر کرو، لیکن

---

[1] الاحقاف:5

آوارہ مزاج اور بدکردار لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو حد درجہ بے بس کر دیا، جب آپ علیہ السلام کے بے بسی اور پریشانی کی انتہا ہوئی تو آپ نے اپنی زبان سے ایک ایسا رقت آمیز جملہ کہا کہ خدا کی قسم! اگر آج کسی مسلمان کے اندر رتی بھر ایمان ہو تو وہ حضرت لوط علیہ السلام کا یہ جملہ سن کر تڑپ جائے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ

"کاش آج میرے پاس قوت ہوتی، کاش میں مختارِ کل ہوتا، کاش میں مشکل کشا ہوتا، کاش آج میرے پاس اقتدار اور اختیار ہوتا اور میں اپنی برادری اور تنظیم کو لے کر تمہاری غنڈہ گردی کا مقابلہ کرتا......! اللہ اکبر!

حضرات غور فرمائیں......! حضرت لوط علیہ السلام زندہ ہیں، اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں لیکن قوم کی زیادتی پر بے بس ہو کر فرماتے ہیں: کاش میرے پاس کوئی اختیار ہوتا...... حضرت لوط علیہ السلام تو زندہ کسی اختیار کے مالک نہیں، برگزیدہ پیغمبر ہونے کے باوجود مشکل کشا نہیں...... آپ کے پیر، فقیر منوں مٹی تلے جا کر مشکل کشا اور حاجت روا کیسے بن گئے......؟ ابھی اگر کسی زندہ عالم یا پیر، فقیر اور زندہ ملنگ کو مسجد کے صحن میں کھڑا کر دیا جائے اور کوئی شخص چھت کے اوپر چڑھ کر پکارے تو وہ نیچے زندہ کھڑا بھی اس کی پکار کو نہیں سکتا...... تو مرنے کے بعد مشکل کشائیاں کیسے کرتے ہیں......؟ یاد رکھیں! قرآن پاک نے سچ کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مشکل کشائیوں کے لیے غیروں کو پکارتا ہے وہ کائنات کا سب سے بڑا گمراہ ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ

غَافِلُوْنَ ○ ❶

حضرت یعقوب علیہ السلام پر مشکلات

قرآن پاک میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ کئی ایک مقامات پر موجود ہے، آپ ہی کا لقب اسرائیل تھا۔ اور آپ نے بنی اسرائیل کے تذکرے کئی بار سنے ہوں گے، بنی اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب کے بیٹے ہیں۔ خود پیغمبر، باپ پیغمبر، دادا پیغمبر۔ ہو سکتا ہے حضرت یعقوب مشکل کشا ہوں لیکن قرآن میں آپ کی سیرت پڑھ لیں آپ علیہ السلام تو ساری زندگی پریشانی اور مصیبت میں رہے، کبھی یوسف کی جدائی کا غم، کبھی بنیامین اور یا حوزا کی دوری کا غم ...... حتی کہ رو رو کر آپ کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی اور آپ نے بے ساختہ اپنی زبان سے کہا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰهِ

''میں اپنی بیقراری اور اپنے غم کی شکایت اللہ کو کرتا ہوں۔''

سامعین کرام......!

جب حضرت یعقوب علیہ السلام اس قدر غم کی شدت اور مشکلات کی کثرت میں ہیں وہ میری اور آپ کی مشکل کشائی کیسے کر سکتے ہیں......؟ اور یہ اصول آپ بار بار جان چکے ہیں کہ جس پر مشکل آئے وہ مشکل کشا نہیں ہوتا، جسے خود حاجت پیش آئے وہ حاجت روا نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر مشکلات

صحیح حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کا آدھا حسن حضرت

❶ الاحقاف: 5

یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اور آپ کی عزت وعظمت اور شان وشوکت کا عالم یہ ہے کہ خود نبی، باپ نبی، دادا نبی، پردادا نبی......ساری لڑی ہی انبیاء کی ہے۔ اس قدر پاکیزہ اور عالی شان، حسب ونسب کے مالک......ہوسکتا ہے آپ ہی مشکل کشا ہوں، شاید کہ آپ پر کوئی مصیبت نہ آئی ہو......؟ لیکن اللہ کی قسم! آپ قرآن میں سورۂ یوسف پڑھ کر دیکھیں، آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی الابتلاء کہہ سکتے ہیں، یعنی آزمائشوں والا نبی، کہیں کنوئیں میں پڑے رہے، کہیں مصر کی منڈیوں میں بکتے رہے کہیں جیلوں میں بند رہے اور کہیں ملکہ زلیخا کے فریبوں کا مقابلہ کرتے رہے اور جب ایک روز ملکہ زلیخا نے زنا کا حتمی منصوبہ بناتے ہوئے سب دروازوں کو بند کر دیا تو اس مشکل ترین گھڑی میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے عرش والے مشکل کشا کی طرف نگاہیں کرتے ہوئے ملکہ زلیخا کو کہا: معاذ اللہ! میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ سبحان اللہ!

معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ساری زندگی مشکلات میں رہے اور جب کڑی سے کڑی مشکل بنی تو عرش والے مشکل کشا ہی کو پکارا۔ جب حضرت یوسف جیسا حسین پیغمبر، خاندانِ نبوت کا چشم وچراغ مشکل کشا نہیں ہے تو پھر آج کا کوئی سائیں، فقیر اور ملنگ مشکل کشا کیسے ہوسکتا ہے......؟ بڑے گمراہ ہیں وہ لوگ جو حیّ قیوم اور لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کی شان والے کو چھوڑ کر دوسروں کو مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مشکلات

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نہایت برگزیدہ پیغمبر اور رسول تھے، جلال

وجمال کے ساتھ ساتھ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، یہی وہ پہلے رسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے باضابطہ طور پر اپنی پہلی کتاب تورات نازل کی۔ عام مؤرخین کے مطابق آپ علیہ السلام آج سے تقریباً 35 سو سال پہلے تشریف لائے، ہوسکتا ہے کہ صاحبِ کتاب اور صاحبِ کمال ہونے کی وجہ سے آپ کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے اختیارات ملے ہوں لیکن قرآن کا حرف حرف اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کو بھی ساری زندگی مشکلات کا ہی سامنا رہا اور ہر مشکل میں عرش والے مشکل کشا کو ہی پکارتے رہے، اس حقیقت اور سچائی کو جاننے کے لیے آپ کا توحید بھرا تاریخ ساز ایک جملہ ہی کافی ہے جو آپ نے مدین کے کنوئیں پہ کھڑے ہو کر بے بسی کے عالم میں کہا:

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ [1]

”اے میرے رب! بلاشبہ جو بھلائی تو نے میری طرف اتاری ہے میں اس کا فقیر ہوں۔“

اللہ کے بندو......! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان پیغمبر بھی اللہ کے در کے فقیر ہیں تو پھر آج کا کوئی پیر، فقیر اور ملنگ دستگیر کیسے ہوسکتا ہے......؟ یہ بات ماننا پڑے گی کہ ساری کائنات فقیر ہے اور عرش والا اکیلا داتا ہی دستگیر ہے اور پھر اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے جب دریا کے کنارے پہنچے تو آگے دریا کی موجیں تھیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں، بنی اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ! کہاں لا کر آپ نے ہمیں پھنسا دیا......؟ نہ آگے جاسکتے ہیں نہ ہی پیچھے مڑ سکتے ہیں، آگے بھی موت ہے اور پیچھے بھی۔ اس مشکل گھڑی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اے بنی اسرائیل والو! فکر نہ کرو، ہم بڑے کرنی والے ہیں، میں پھونک مار کر دریا کا پانی خشک کردوں گا، نگاہ اٹھاؤں گا اور فرعونی فوجوں کی ٹانگیں توڑ دوں گا، بلکہ

---

[1] القصص: 24

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اور صرف عرش والے مشکل کشا کو یاد کرتے ہوئے یہی کہا:

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ [1]

''بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا۔''

سامعین کرام......!

جب صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب اللہ کے جلیل القدر رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی مشکل کشا نہیں تو عام شخص مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے......؟

بس اک اصول ہمیشہ ذہن میں رکھو......! جس پر مشکلات آئیں وہ مشکل کشا نہیں ہو سکتا......! جو خود حاجتوں میں پھنس جائے وہ حاجت روا نہیں ہو سکتا۔ اور اس کائنات میں ہر قسم کی حاجت سے پاک ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو ''فعال لما یرید'' ہے اور ''علی کل شیء قدیر'' ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام پر مشکلات

سیّدنا حضرت یونس علیہ السلام جب قوم سے ناراض ہو کر دریا کنارے پہنچے تو آپ کشتی میں سوار ہو گئے......اللہ کا کرنا کہ آپ اپنی کشتی کو پار نہ لگا سکے اور مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، اس سے بڑھ کر اور مشکل کیا ہو سکتی ہے......؟ چنانچہ آپ نے مچھلی کے پیٹ میں بغیر کسی واسطے وسیلے کے عرش والے مولا و داتا کو پکارتے ہوئے کہا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [2]

''تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے میں ہی زیادتی کرنے

---

[1] الشعراء:62

[2] الانبیاء:87

والوں میں سے ہوں۔"

حضرات......! جب حضرت یونس علیہ السلام نے عرش والے مشکل کشا کو پکارا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکے بلکہ ہم نے ان کی اس عاجزانہ عرض اور دعا کو قبول کیا۔

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ [1]

"اور ہم نے ان کو مشکل سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو مشکلات سے نجات دیتے ہیں۔"

اس آیت نے مسئلہ کھول کر رکھ دیا کہ کوئی نبی بھی بذاتِ خود اپنے اوپر آنے والی مشکل سے باہر نہیں نکل سکتا وہ بھی عرش والے مشکل کشا کو ہی پکارتا ہے اور وہ مولا وداتا ہی ان کی مشکلوں کو ٹالتا ہے۔ اور اگر آج کوئی مسلمان بھی مشکلات سے نکلنا چاہتا ہے تو وہ لیڈروں، پیروں، فقیروں اور تصویروں کو مشکل کشائی کے لیے نہ پکارے بلکہ اللہ ہی کو پکارے جو ہر وقت ہر کسی کی سنتا بھی ہے اور مشکل دور بھی کرتا ہے۔

آج کل یہ برملا کہا اور لکھا جاتا ہے "یا بہاء الحق بیڑا دھک"

اس سے بڑا شرک کیا ہے......؟ اور ہم تو سمجھتے ہیں یہ شرک ہی نہیں بلکہ اپنے پیر صاحب کی گستاخی بھی ہے کہ بہاء الحق کو یہ کہنا کہ میں اندر بیٹھتا ہوں اور آپ پیچھے سے دھکا لگائیں، یہ کہاں کا ادب ہے......؟

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہونے دیں گے اور نہ ہی اولیاء اللہ کی کسی کو گستاخی کرنے دیں گے، اللہ تعالیٰ کے اختیارات اولیاء کو دینا اللہ کی توہین ہے اور اولیاء اللہ کی گستاخی ہے۔

---

[1] الانبیاء:88

مائی مریم علیہا السلام پر مشکلات

سیّدہ مائی مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی سعادات اور کرامت کے ساتھ نوازا۔ آپ علیہا السلام پر اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے بغیر خاوند کے ان کو نیک سیرت صالح بیٹا عطا کیا۔ اور مائی مریم علیہا السلام کے والد حضرت عمران بھی نیکی اور تقوے کے پہاڑ تھے...... ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے مائی مریم علیہا السلام کو مشکل کشائی کے اختیار دیئے ہوں وہ حاجت روائی کرسکتی ہوں، لیکن اللہ کی قسم......! آپ ذرا قرآن پاک میں مائی مریم علیہا السلام کی بے بسی اور بے کسی کا مطالعہ تو کرکے دیکھیں کہ وہ علاقہ چھوڑ کر باہر جنگل میں چلی جاتی ہیں اور کیسے ایک کھجور کے درخت کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپا لیتی ہیں اور جب فرشتے نے بشارت دی تو مائی مریم علیہا السلام نے آگے سے ایسا رقّت آمیز جواب دیا کہ آج بھی ایمان تڑپ جاتا ہے اور وجود کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آپ علیہا السلام نے کہا:

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا [1]

"ہائے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام ونشان تک نہ ہوتا۔"

آپ اندازہ فرمائیں......! مائی مریم علیہا السلام کی اس وقت پریشانی اور بے بسی میں کیا حالت ہوگی......؟ ایک خاندانی نیک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر پریشانی اور ہو بھی کیا سکتی ہے کہ وہ بغیر شادی کے امید سے ہوجائے۔

مسلمانو، یاد رکھو......! اگر مائی مریم علیہا السلام جیسی عالی مرتبت خاتون بھی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں وہ خود مشکل اور حاجتوں میں پھنسی ہوئی ہیں تو آج بھی

---

[1] مریم:23

پاکستان میں کوئی ملنگنی اور قلندری بھی مشکل کشا نہیں ہو سکتی......

کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی کی بات ہے کہ بعض درباروں پر اور بالخصوص عرس اور میلے کے دنوں میں عورتوں کو کڑے اور ہار پہنا کر درباروں کی مسندوں پر بٹھا دیا جاتا ہے اور لوگ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے ان کے سامنے نذرانے پیش کرتے ہوئے جھکتے ہیں...... مجھے بتائیں اس سے بڑی بے غیرتی اور گھٹیا شرک اور کیا ہو سکتا ہے......؟ ہم حکام بالا سے بڑے احترام کے ساتھ اس بات کی اپیل کریں گے کہ وہ اس طرح کے بے حیائی اور شرکیہ طور طریقوں کا جائزہ لیں اور اس لا الٰہ الا اللہ کے نام پر لی ہوئی دھرتی کو ہر قسم کے شرک اور ہر قسم کی بے حیائی سے پاک کریں...... سچ کہتا ہے قرآن کہ کتنا گمراہ ہے وہ شخص جو اللہ کو چھوڑ کر ملنگنیوں کے آگے جھکتا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ [1]

امام الانبیاء ﷺ پر مشکلات

آمنہ کے لال، فاتح مکہ اور تاجدارِ مدینہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک آپ ﷺ جیسا کوئی بنایا ہے، نہ آپ ﷺ جیسا آیا ہے اور نہ ہی کوئی قیامت تک آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر حسن و جمال اور ہر قسم کے کمال کی انتہا کر دی۔ ہو سکتا ہے کہ آپ

---

[1] الاحقاف:5

مشکل کشا ہوں......؟ اللہ تعالیٰ نے پیار میں آ کر آپ ﷺ کو حاجت روائی کے اختیارات دیئے ہوں......؟ لیکن خدا کی قسم......! قرآن کے تیس پارے پڑھ لیں اور آپ ﷺ کی تیئیس سالہ سیرت کا ایک ایک ورق پڑھ لیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آپ ﷺ کی ساری زندگی مشکلات میں گزری اور آپ ﷺ ہر مشکل سے نکلنے کے لیے اللہ ہی کے سامنے جھکتے رہے اور اسی کو پکارتے رہے۔

اختصار کے پیش نظر آپ ﷺ کی سیرت سے پانچ اہم واقعات کی طرف توجہ فرمائیں!

1...... سرزمین مکہ میں آپ ﷺ کی کمر مبارک پر اونٹ کی گندی اوجڑی رکھی گئی، آپ ﷺ کے مبارک گلے میں رسی ڈالی گئی حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کہہ اٹھے: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ [1]

اور اسی طرح طائف کی وادی میں آپ ﷺ کو پتھر مارے گئے، لہولہان کیا گیا...... مندرجہ بالا واقعات اور اس جیسے بیسیوں واقعات یہی رہنمائی کرتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ مشکل کشا اور حاجت روا ہوتے تو آپ اپنے اوپر آنے والی ہر مشکل اور آفت کو دور کر لیتے۔

2...... آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تپتے ہوئے صحرا پر لٹایا جاتا، ان کو زنجیروں میں جکڑا جاتا، غرضیکہ اسلام سے ہٹانے کے لیے ہر ظلم ہوتا اور آپ ﷺ یہ سب دیکھتے تو بے بسی کے عالم میں یہی کہتے:

---

[1] صحیح البخاری: 3678

اِصْبِرُوْا یَا آلَ یَاسِر ! اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّةَ [1]

''اے آل یاسر......! صبر کرو، بلاشبہ تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔''

غور فرمائیں......! آپ جنت کی بشارت تو سنا رہے ہیں لیکن مشکل کشائی نہیں کر رہے، حاجت روائی نہیں کر رہے، بلکہ صبر کا حکم فرما رہے ہیں۔

اللہ کے بندو......! جو اپنے پیاروں کو تڑپتا ہوا دیکھ کر صبر کا حکم دے، وہ مبشر اور بشیر تو ہوتا ہے، مشکل کشا اور ''علی کل شیء قدیر نہیں'' ہوتا۔

3 ...... آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یکے بعد دیگرے تین بیٹے اللہ کو پیارے ہو گئے، اگر آپ کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا اختیار ہوتا تو آپ کم از کم اپنے ایک بیٹے کے لیے تو زندگی کا ضرور اہتمام کرتے......آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں نہایت افسردہ ہیں فاطمہ وزینب رضی اللہ عنہما کا بھائی ابراھیم موت وحیات کی کشمکش میں ہے، حالت بگڑتی جا رہی ہے یقیناً جنتی شہزادیاں اپنے باپ کو ضرور کہتی ہوں گی: ابو جان......! اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر کمالات سے نوازا ہے......؟ پیارے بھائی کی زندگی کے لیے کچھ تو کریں......لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ بیٹے کو ہاتھوں میں اٹھایا ہے، نگاہوں کے سامنے روح پرواز کر رہی ہے اور آپ آنسو بھری نگاہوں کے ساتھ اپنی زبان سے یہی بول کہہ رہے ہیں:

''اے بیٹے! تیری جدائی کا غم بہت زیادہ ہے لیکن میں اپنی زبان سے وہی بول بولوں گا جس سے عرش والا راضی ہو جائے۔'' اللہ اکبر!

4 ......مدینے میں قحط سالی کا دور ہے، بارش کو ہوئے لمبا عرصہ بیت چکا

---

[1] مستدرک: 3/388، المعجم الکبیر: 24/303۔ صححہ الحاکم ووافقہ الذھبی وقال الھیثمی رجالہ ثقات والحدیث لا یخلو عن ضعف یسیر

ہے، کھانے پینے کی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہو رہیں، ان کٹھن حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لیا اور کھلے میدان میں جا کر اپنے آپ کو اور اپنے تمام اصحاب کو مشکل کشا اللہ کے سامنے پیش کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ

خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مُتَوَاضِعًا مُتَبَذِّلًا مُتَخَشِّعًا مُتَرَسِّلًا مُتَضَرِّعًا [1]

''نبی کریم ﷺ سادہ لباس میں عاجزی کرتے ہوئے، خشوع وخضوع اور گریہ زاری کے ساتھ نکلے۔''

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے سامنے بے بسی اور عاجزی کی انتہا کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے صحابہ......! تم نے میرے پاس آ کر قحط سالی کی شکایت کی ہے اور تمہارے اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنتا ہوں اور مشکلات سے نجات دیتا ہوں، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ [2]

''ہر قسم کی تعریف اس اللہ ذوالجلال کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، بڑا رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، جزا کے دن کا مالک ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق

---

[1] سنن ابن ماجہ:1266

[2] سنن ابو داود:117

نہیں، تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں۔''

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ بالا دعا اور پکار کے آخری الفاظ پر غور فرمائیں کہ آپ علیہ السلام نے کھلے میدان میں نکل کر برملا اس بات کا اعلان کیا کہ اے رب العالمین......! ہم سب آپ کے در کے فقیر ہیں اور آپ ہی ہم سب کے دستگیر ہیں۔ [1]

5......رسول اللہ ﷺ کی رحلت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک وفات کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں اہل اسلام پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے لیکن کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشائی کے لیے نہیں پکارا۔ کسی کتاب میں آپ نہیں پڑھیں گے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کڑے وقت میں رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہوئے کہا ہو: یارسول اللہ انظر حالنا...... یارسول اللہ اسمع قالنا...... بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کے حضور ہی جھکتے اور اللہ ہی کو مشکل کشائی کے لیے پکارتے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قحط آیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روضۂ رسول ﷺ کا رُخ کرنے کی بجائے اپنے اللہ ہی کے سامنے فریاد کی۔

یاد رہے......! اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

مولا علی رضی اللہ عنہ پر مشکلات:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہت ہی شان ہے، عالی مقام ہے۔ میں آپ کو بڑے مقام و مرتبے والا سمجھتا ہوں، آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں،

---

[1] سنن ابی داود: 1173

آپ ﷺ کے محبوب داماد ہیں، جنّتی جوانوں کے سردار ہیں، اہل اسلام کے چوتھے خلیفہ ہیں اور ہم سب کے مولا ہیں۔ مولا کا معنی دوست ہے، یعنی ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جرأت و بہادری کے ساتھ ساتھ بہت سارے کمالات سے نوازا تھا...... لیکن یاد رکھیں! مشکل کشا وہ بھی نہیں......! آج کئی لوگ یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں اور ان کی شان میں غلو کرتے ہوئے تمام خدائی اختیارات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی سونپ دیتے ہیں جب کہ یہ سراسر شرک ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی مشکلات میں گزری، آپ نے جنگیں لڑیں، آپ کے بے شمار ساتھی شہید ہوئے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ بہت زیادہ مقروض تھے، تو ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمانے لگے: اللہ کے رسول......! میری مدد فرمائیں! میں بہت زیادہ مقروض ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں یہ نہیں کہا: اے علی......! تو خود مشکل کشا ہے، تجھے کون سی پریشانی ہے......؟ اور یہ بھی نہیں کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں......! میں ابھی تیری مشکل کشائی کر دیتا ہوں، بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرش والے مشکل کشا کی راہ دکھاتے ہوئے کہا: اے علی......! اللہ سے دعا کیا کرو اور بالخصوص قرض کی ادائیگی کے لیے مندرجہ ذیل کلمات پڑھا کرو!

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ [1]

''اے اللہ! حرام سے بچا کر اپنے حلال سے مجھے کافی ہو جا اور اپنے فضل

---

[1] جامع الترمذی: 3563

سے مجھے ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔"

سامعین کرام......!

سیدنا و مولانا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کافی عرصہ یہ دعا پڑھتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشکل کو حل کرتے ہوئے آپ کے سب قرضے اتار دیئے۔

اور اس واقعہ سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ جن کو خود قرض جیسی مشکلات کا سامنا ہو اور وہ خود اپنا قرض نہ اتار سکے...... وہ کسی دوسرے کے لیے مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے......؟ اللہ کے بندو! بات کو سمجھو اور غور کرو......! اور اسی طرح کون نہیں جانتا کہ داماد مصطفیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفے کی جامع مسجد میں شہید کر دیا گیا، جس کو خود شہید کر دیا جائے وہ دوسروں کے لیے مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے......؟ اللہ کی قسم......! عرش والے مشکل کشا کے فیصلے بھی عجیب ہیں، اللہ کو علم تھا چودھویں صدی کے جاہل لوگوں نے میرے علی کو مشکل کشائی کے لیے پکارنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت پر فائز کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ اگر وہ مشکل کشا ہوتے تو شہید نہ ہوتے......

یاد رکھو......! گمراہ ہے وہ شخص جو عرش والے العلی العظیم کو چھوڑ کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مشکل کشائی کے لیے پکارتا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ [1]

---

[1] الاحقاف:5

سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما پر مشکلات

کئی لوگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ خود زہر کے ذریعے شہید کیے گئے، اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہوتے تو زہر کے ذریعے ہونے والے حملے کو ضرور روک لیتے۔

ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہمارے ہاں لوگ واقعہ کربلا سنتے سناتے بھی ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا بھی کہتے ہیں، حالانکہ اگر واقعہ کربلا برحق ہے تو پھر اس بات میں ذرّہ بھر شک وشبہ نہیں رہ جاتا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ مظلومیت اور بے بسی سے شہید کیا گیا...... اللہ کے بندو! جس کا پورا خانوادہ اس کی نگاہوں کے سامنے کٹ جائے کیا وہ مشکل کشا ہوتا ہے......؟

امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر مشکلات

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عظیم اور نفیس شخصیت کے مالک تھے، آپ نے زہد وورع اور علم وفضل میں نہایت ہی اونچا مقام پایا۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں آپ کا ذکرِ خیر کیا ہے اور کئی ایک ائمہ سے اقوال لاکر اس بات کو واضح کیا ہے کہ آپ نہایت عالی مرتبت شخصیت کے مالک تھے۔ لیکن نہایت افسوس کہ ساری زندگی ایک اللہ کے سامنے جھکنے اور رونے والے عظیم شخص کو بعد والے لوگوں نے اللہ کا شریک بنالیا، کہیں آپ کے نام کی نذر ونیاز اور کہیں آپ کو مشکل وقت میں پکار

امداد کن امداد کن از رنج وغم شاد کن
یا پیر عبدالقادر جیلانی

اسی طرح بعض لوگ یا عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ بھی کہتے ہیں اور بعض تو نمازِ غوثیہ بھی پڑھتے ہیں جس میں بغداد کی طرف رخ کر کے گیارہ قدم چل کر یوں کہا جاتا ہے:

یَاغَوْثَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَرِیْمَ الطَّرَفَیْنِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِی قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الحَاجَاتِ

استغفراللہ ثم استغفراللہ......! اس سے بڑھ کر شرک اور کیا ہو سکتا ہے جب کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان عقیدت مندوں کے شرک سے بالکل بے خبر ہیں اور قیامت کے روز بھی ان عقیدت مندوں سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے کیونکہ آپ کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' اور آپ کی سیرت میں یہ بات واضح لکھی ہے کہ ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے اور وہی اکیلا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

سچ کہا ہے قرآن نے کہ...... بڑے گمراہ ہیں وہ لوگ جو اس قدر واضح دلائل کو چھوڑ کر غیروں کو مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہیں۔

علی ہجویری رحمہ اللہ پر مشکلات

علی ہجویری رحمہ اللہ 465 ہجری کو فوت ہوئے اور آپ کو عرفِ عام میں داتا گنج بخش کہا جاتا ہے۔ آج کل لوگ بڑی کثرت سے ان کے دربار پہ نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان کو مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہیں، جب کہ وہ خود ساری زندگی مشکل کشائی کے لیے اللہ کو پکارتے رہے اور اس بات کا اعلان کرتے رہے کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی اور امام کو مشکل کشائی کے لیے پکارنا جہالت اور شرک ہے۔

آپ کی ایک کتاب ''کشف المحجوب'' نہایت مشہور ہے، آپ افغانی تھے تو لاہور آ کر فارسی زبان میں اس کتاب کو مرتب کیا، اس کتاب میں موجود ہے:

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان ہو جاتی ہے اسے مخلوق کی کوئی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ مشکل کشائی کے لیے مخلوق کو پکارنا جہالت کی وجہ سے ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کو قاضی الحاجات سمجھتا ہے وہ مشکل کشائی کے لیے مخلوق کو نہیں پکار سکتا۔''

اور آخر میں علی ہجویری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِسْتِعَانَةُ الْمَخْلُوْقِ مِنَ الْمَخْلُوْقِ كَاسْتِعَانَةِ الْمَسْجُوْنِ مِنَ الْمَسْجُوْنِ [1]

''مخلوق کا مخلوق سے مدد مانگنا قیدی سے قیدی کے مانگنے کی طرح ہے۔''

یعنی جس طرح خود قید میں رہنے والا شخص دوسرے قیدی کو آزادی نہیں دلوا سکتا اسی طرح اللہ کے سوا کوئی نبی ولی بھی مشکل کشائی نہیں کر سکتا۔

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے آپ کے مندرجہ بالا فرمودات کو بیان کیوں نہیں کرتے......؟ آپ کے دربار اور مزار کے نذرانوں پر پلنے والے کل قیامت کے روز حضرت کو کیا منہ دکھائیں گے......؟

بس ایک دعوتِ فکر ہے زندہ ضمیر لوگوں کے لیے، جن کو اللہ کی بارگاہ میں حساب و کتاب کا احساس ہے۔

---

[1] کشف المحجوب:98۔ اسی طرح صفحہ 249،246،247 کا مطالعہ فرمائیں۔
یاد رہے......! کشف المحجوب تصوف کے موضوع پر ایک بنیادی کتاب سمجھی جاتی ہے لیکن اس میں بہت ساری باتیں صریح کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور کئی ایک من گھڑت روایات بھی موجود ہیں۔

پھر مشکل کشا کون ہے......؟

جب مخلوق میں کوئی بھی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں تو پھر مشکل کشا کون ہے......؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ کا قرآن اعلان کرتا ہے کہ اس کائنات کا حاجت روا اور مشکل کشا اور ہر ایک کی بگڑی بنانے والا ایک ہی الٰہ "اللہ" ہے، وہی ہے جو انبیاء و اولیاء اور اتقیا و صلحاء تمام کی مشکلات کو دور کرتا ہے اور انبیاء سمیت ہر ایک کو ڈائریکٹ خطاب کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ [1]

"اور اگر اللہ تجھے کوئی دکھ پہنچائے تو اس کو اسی کے سوا دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر ہمیشہ قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی حکمت والا بڑا باخبر ہے۔"

وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ [2]

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں سوائے اسی کے اور اگر وہ تجھے کوئی راحت پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا

---

[1] الانعام:16-17

[2] یونس:107

نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کر دے اور وہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے۔"

اللہ مجھے اور آپ کو عقیدہ توحید پر زندہ رکھے، ہماری مشکل کشائی فرمائے اور ہمیں عقیدہ توحید پر عزت وعظمت اور سعادت کی موت نصیب فرمائے۔

هذا ما كان عندي

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

نیکی کا حسن

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [1]

''پکارو تم اپنے پروردگار کو گریہ زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے سے کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

وقال اللّٰہ تعالٰی فی مقامٍ آخر

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ [2]

''اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر تم انہیں چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالٰی تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔''

---

[1] الاعراف:55

[2] البقرہ:271

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

آج کا خطبہ ہر اعتبار سے نہایت اہم ہے، اللہ تعالیٰ کا آپ لوگوں پر خاص فضل وکرم ہے کہ آپ شرک وبدعت اور حرام سے کافی حد تک محفوظ ہیں لیکن یاد رکھو! شیطان کے پاس ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جس کے ذریعے وہ بڑے بڑے نیک لوگوں پر وار کرتے ہوئے ان کو ہار اور شکست سے دوچار کر دیتا ہے، شیطان کے اس وار کا نام تشہیر اور اظہار ہے جس کو آپ ریاکاری بھی کہتے ہیں۔

آج کل بڑے بڑے فتنوں میں سے سب سے خطرناک فتنہ شہرت پسندی ہے، جس کی وجہ سے انسان کی کی ہوئی نیکی مکمل طور پر ضائع کر دی جاتی ہے، اس میدان میں شیطان نے بڑے بڑے لوگوں کو شکست دے دی ہے۔ جو شخص اپنی نیکی کی تشہیر اور اپنی نیکی کے اظہار میں لگا رہتا ہے اس کا نیک عمل برباد ہی نہیں ہوتا بلکہ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ سخت ناراض ہو جاتے ہیں۔

ریاکاری اور دکھلاوے کے رد پر بے شمار قرآنی آیات اور احادیث

نبویہ ہیں لیکن وہ میرا آج کا موضوع نہیں ہیں، آج تو صرف میں نے نیکی کا حُسن بیان کرنا ہے کہ نیکی کا قد کاٹھ کس چیز سے بڑھتا ہے......؟ نیکی میں خوبصورتی کیسے آتی ہے......؟ نیکی اللہ کے ہاں حد درجہ محبوب اور وزنی کیسے بنتی ہے......؟ آج صرف اسی ایک نکتے پر بات ہوگی، کامل توجہ رکھیں......!

نیکی کا حسن کیا ہے......؟

اللہ کے دوست اور آخرت کے طلب گار کے ہاں سب سے بڑا سرمایہ نیک عمل ہے نیک عمل کی بنیاد دو چیزوں پر ہے:

...... اخلاص:

...... اتباع:

یعنی کوئی عمل اس وقت تک ''صالح عمل'' نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہ کیا جائے۔

لیکن آج میں نے نیکی کی بنیاد کا تذکرہ نہیں کرنا...... مجھے کامل امید ہے کہ آپ اللہ کی رضا جوئی اور رسول اللہ ﷺ کی سنّت کا ہر عمل میں بہت زیادہ خیال رکھنے والے لوگ ہیں...... آج تو ہم نے نیکی کے حسن کی بات کرنی ہے کہ نیکی کی خوبصورتی کس چیز سے بڑھتی ہے......؟

اس موضوع پر قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نیکی کا حسن اس کے ''چھپانے'' میں ہے، یعنی جو نیک عمل اللہ اور بندے کے درمیان راز رہے، رات کی تاریکی یا کسی دوسرے وقت میں چھپ کر کیا جائے، اس کے حسن اور اس کی خوبصورتی کا مقابلہ کوئی دوسرا نیک عمل نہیں

کر سکتا، نیک اعمال کرنے کے بعد اس کو چھپانا ہی اس کا حُسن ہے۔ اس سے نیک عمل کا اجر و ثواب بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے۔

آج کل ہمیں تشہیر اور اظہار کی بہت بری مرض بہت بُری طرح لگ چکی ہے، عمل نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے لیکن اس میں ریا کاری، شہرت اور دکھلاوا ملاوٹ اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رُتبہ پانے کی بجائے مجرم بن جاتا ہے...... خدارا......! کسی مجلس میں اپنی حسنات اور کمالات کا اظہار نہ کیا کریں......! ساری کی ساری قبولیت اور برکت ''اِخفاء'' ہی میں ہے۔

اللہ والوں کا کہنا ہے کہ نیکی کر کے بھول جایا کرو اور صرف اپنے گناہوں کو سامنے رکھ کر استغفار کیا کرو......! جو شخص اپنی نیکیوں کو بھلا کر ہمہ وقت اپنے گناہوں پر نادم رہتے ہوئے استغفار کرتا رہتا ہے اس جیسا سعادت مند کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی سچّے مومنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے وہ شرک اور نفاق سے توبہ کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں اور تیسری صفت کہ

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا [1]

''کہ انہوں نے اپنے اللہ کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اپنے تمام اعمال اللہ کے لیے خالص کر دیئے ایسے لوگ ہی ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ

[1] النساء:146

تعالیٰ ایمان والوں کو بہت بڑا صلہ عطا کرے گا۔"

اور یاد رکھو......! کسی بھی عمل کو اپنے اور اللہ کے درمیان راز رکھنا اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے، جیسے جیسے آپ شہرت پسندی اور ریا کاری کی بھینٹ چڑھتے جائیں گے آپ کا عمل کھوٹا اور جُوٹھا ہوتا جائے گا۔ جُوٹھ اور کھوٹ والا عمل اللہ کسی صورت قبول نہیں کرتے ہیں۔

نماز کا حُسن

مسلمان ہونے کے لیے فرض نماز کی ادائیگی نہایت ضروری ہے اور فرض نماز کی ادائیگی کے بعد نفل نماز اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ کی محبت اور رحمت کو پانے کے لیے اس سے آسان راستہ کوئی نہیں ہے اور اس نفل نماز کا سارے کا سارا حسن اس کے چھپانے میں ہے کہ مسلمان علیحدگی میں اپنے اللہ کے سامنے لمبے لمبے رکوع کرتے ہوئے اس کے آگے عجز و نیازی کرتا رہے۔

آپ سب یہ جانتے ہیں کہ نفل نماز میں سب سے اونچا مقام "نمازِ تہجد" کا ہے اور تہجد کا وقت ہی رات کی تاریکی میں شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے ختم ہو جاتا ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں وہ لوگ بہت بلند و بالا رتبہ پاتے ہیں جو رات کی تاریکی میں چپکے چپکے چھپ کر اپنے اللہ کے سامنے روتے ہیں۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ کے لیے "مقامِ محمود" کی بات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [1]

---

[1] بنی اسرائیل:79

''اور رات کو تہجد پڑھو، یہ نفل ہے تمہارے لیے، امید ہے تمہارا رب تمہیں ''مقامِ محمود'' عطا فرمائے گا۔''

سامعین کرام......!

آج اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نمازِ تہجد کی سعادت عطا فرمائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اس عظیم نیکی کو چھپا کر اس کے حُسن کو مزید دوبالا کر دیں، لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کچھ احباب جگہ جگہ پر اپنی تہجد کا اظہار فرماتے رہتے ہیں جس سے اس کا حسن اور اس کی خوبصورتی مدھم ہو جاتی ہے۔

اللہ کے بندو......! جب اللہ نے تہجد کی نماز کو چھپا کر رکھا ہے تو تم بھی اسے چھپا ہی رہنے دو......! واضح طور پر یا اشارے کنایے سے اپنے تہجد گزار ہونے کا اظہار کرنا سمجھدار اور دُور اندیش لوگوں کا شیوہ نہیں۔

اسی طرح دیگر نوافل بھی اللہ کے ہاں بہت زیادہ قدر و قیمت والے ہیں لیکن صحیح حدیث کے مطابق جو شخص علیحدگی میں دو نفل پڑھتا ہے اور اس کو اس کے اللہ کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو کم از کم پچیس نفلوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ [1]

سامعین کرام......!

اس حدیث سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نیک عمل کو چھپانے سے اس کا حسن کس قدر دوبالا ہو جاتا ہے اور ہمارے شارحین محدثین نے لکھا ہے کہ انسان کے جو نوافل اللہ اور بندے کے درمیان راز رہتے ہیں ان کا اجر و ثواب سات سو گنا تک بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اللہ اکبر!

---

[1] مصنف عبدالرزاق: 3/70/4835 و صحیحہ الالبانی: 3149

روزے کا حُسن

ہر مسلمان اس "حدیثِ قدسی" کو جانتا ہے کہ روزے کا اجر وثواب اور روزے کی جزا اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اپنے بندے کو آپ عطا فرماتے ہیں۔ فرشتوں کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا جاتا ہے:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَأَنَا أَجْزِیْ بِہٖ [1]

"روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔"

حالانکہ ہر فرض نیکی اللہ کے لیے ہی ہوتی ہے، ہر نفل اللہ کے لیے ہی ادا کیا جاتا ہے اور بلا شبہ اس کا اجر وثواب، صلہ اور بدلہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے لیکن یہاں پر خاص طور پہ یہ بات کیوں کہی گئی کہ "روزہ میرے لیے ہے" اس کا بدلہ میں ہی دوں گا۔ اس ساری بات کا حسن صرف اور صرف "اِخفا" میں ہی ہے۔ کہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان پوشیدہ ہوتا ہے، فرض نماز پڑھتے ہوئے لوگ دیکھتے ہیں اسی طرح زکوۃ دیتے ہوئے بھی بات دوسروں تک پہنچتی ہے، حج کے موقع پر تو لاکھوں کی تعداد میں خلقت ہوتی ہے لیکن روزہ ایک ایسا پوشیدہ عمل، بندے اور اللہ کے درمیان راز ہے جس کو کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا اور اسی وجہ سے اس عمل کے اجر و ثواب کو چار چاند لگاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ میں بذاتِ خود عطا کروں گا۔ سبحان اللہ!

قرآن بھی نیکی کے حسن کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا

---

[1] صحیح البخاری: 5927

الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ [1]

ذِکر کا حُسن

اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔امام الاولیاء ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الوابل الصیب''میں ذکرِ الٰہی کے دلائل کے ساتھ 100 کے قریب فوائد بیان کیے ہیں لیکن میں یہاں پر آپ کو یہ بات بتلانا چاہتا ہوں کہ جو ذکر علیحدگی میں کیا جائے، جو تسبیحات چپکے چپکے پڑھی جائیں اور اللہ کی بڑائی کے جو کلمات تنہائی میں بولے جائیں ایسے ذکر کے حسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ [2]

''جس نے تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں''

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔دیگر روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر جہنّم کی آگ کو حرام کر دیتے ہیں۔

سامعین کرام......!

اندازہ فرمائیں......! کہ ذکر کو علیحدگی میں چھپ کر کرنے سے اس کا حسن کس قدر دو بالا ہو جاتا ہے......؟ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ اپنے عرش کے سائے کا وعدہ کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر جہنّم کو حرام کر دیتے ہیں۔

---

[1] البقرہ:271

[2] صحیح البخاری:1423

اللہ کے بندو......! طاق راتوں کا رونا، رمضان میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا یا حج وعمرے کے موقع پر کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا بلاشبہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے لیکن یاد رکھیں یہ آپ کے لیے سعادت اسی وقت تک ہے جب تک آپ اس کی تشہیر اور اس کا اظہار نہ کریں۔ کیونکہ نیک عمل کے اظہار سے اس کی قدر و قیمت بہت کم ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھار تو عمل ضائع ہی کر دیا جاتا ہے اس لیے اپنے نیک اعمال کی داستانیں سنانا بند کر دیں۔

کئی لوگ کہتے ہیں: حضرت جی......! اگر ترغیب کے لیے اپنا واقعہ بیان کر دیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے......؟

اللہ کے بندو......! کیا آپ ترغیب کے لیے قرآن کی آیات کو کافی نہیں سمجھتے......؟ کیا ترغیب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی احادیث تھوڑی ہیں......؟ کیا لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تیئس سالہ زندگی سے آپ کو کچھ نہیں ملتا......؟ کیا لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے ہمارے اسلاف کے واقعات ختم ہو چکے ہیں......؟ آپ کے عمل کی بنسبت ترغیب دینے کے لیے مندرجہ بالا امور زیادہ مؤثر ہیں خدارا......! شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں۔

دُعا کا حسن

دعا نہایت اہم عبادت ہے اور اس عبادت کا حُسن بھی اسی میں ہے کہ انسان چپکے چپکے اپنے رب سے دعائیں مانگے۔ تنہائی میں گریہ زاری کرتے ہوئے مانگی جانے والی دعائیں اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں کرتے اور دعا کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم ارشاد فرمایا ہے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [1]

"پکارو تم اپنے پروردگار کو گریہ زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے سے کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا"

سامعین کرام......!

اکثر لوگ لقمہ حرام سے بچنے والے باکردار اور نمازی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری اکثر دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے بنیادی اسباب تین ہیں:

1 ...... عدمِ توجہ:

ہم لاابالی انداز میں اور بے پرواہی سے دعائیں کرتے ہیں، دعا میں لگن ،گریہ زاری، یکسوئی اور عاجزی وانکساری کا نام ونشان تک نہیں ہوتا اور اس طرح کی دعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول نہیں کرتے، اس لیے دعا مانگتے ہوئے دائیں بائیں اور اوپر نیچے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ کامل توجہ سے گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے۔

2 ...... عدمِ یقین:

دعا مانگتے ہوئے ہمیں کامل یقین ہونا چاہیے اگرچہ میں سب سے بڑا گنہگار ہوں لیکن میرا مولا وداتا حد درجہ رحیم وکریم ہے وہ میری دعا کو کسی صورت بھی رد نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق کامل یقین سے مانگی ہوئی دعا اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

---

[1] الاعراف:55

3 ...... عدمِ اخلاص:

ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کی تیسری اہم وجہ عدمِ اخلاص ہے کہ ہم پورے خلوص کے ساتھ چھپ چھپ کر علیحدگی میں اللہ کے حضور دعائیں نہیں مانگتے۔ عموماً اجتماعی دعاؤں میں کافیہ بندی، تکلف اور تصنّع کا رنگ غالب دیکھا گیا ہے......

یاد رکھیں......! تنہائی میں پورے خلوص کے ساتھ مانگی ہوئی دعا اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ چھپ کر مانگی ہوئی بظاہر ناممکن دعاؤں کو بھی اپنی رحمت سے ممکن بنا دیتے ہیں۔

چھپ کر مانگی ہوئی دُعا کا اثر

دعا کا معاملہ ہر شخص کا روزمرہ کا معاملہ ہے، اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ دعا کی قبولیت میں جو بنیادی جوہر ہے اور جو دعا کا حسن ہے اس کو خوب سے خوب تر نمایاں کیا جائے، اس سلسلے میں حضرت زکریا علیہ السلام کی چپکے چپکے مانگی ہوئی دعا ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ [1]

”ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی، جب دعا کی اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے چھپ کر۔“

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر سو سال کے قریب تھی لیکن دل کی خواہش بہت

---

[1] مریم: 1-3

زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک وارث عطا فرمائے، وجو بوڑھا ہونے کے باوجود آپ کا ایمان اور یقین جوان ہی رہا اور وہ چپکے چپکے چھپ چھپ کر اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی عمر میں چھپ چھپ کر مانگی ہوئی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے بیٹا بھی عطا فرمایا، اس کا نام بھی خود رکھا اور پھر فرمایا: اے زکریا......! یحییٰ بیٹا تیرا ہوگا اور نبی میرا ہوگا۔

اس سارے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے چھپ چھپ کر مانگی جائے وہ بڑی پیاری اور نرالی ہوتی ہے اور دعا کا حُسن صرف اور صرف اسی میں ہے کہ دعا علیحدگی، تنہائی میں چھپ چھپ کر پورے یقین کے ساتھ مانگی جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مقامِ بدر پر جب پورا کفر اسلام کو مٹانے کے لیے اُمنڈ آیا تو رسول اللہ ﷺ ایک خیمے میں چھپ کر بیٹھ گئے اور گریہ زاری کرتے ہوئے چپکے چپکے سے غلبے اور فتح کی دعائیں کرنے لگے حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کو پکارتے ہوئے کہا: اللہ کے پیغمبر......! بس کریں......! آپ کا رب آپ کی دعا کو کبھی خالی نہیں لوٹائے گا...... سبحان اللہ!

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے نتیجے میں مقامِ بدر پر کس آب وتاب سے فرشتے نازل ہوئے اور اللہ کی نصرت نمایاں نظر آئی، ہر مسلمان اس سے اچھی طرح آگاہ ہے۔

آج مجھے آپ کو یہی بات سمجھانا ہے کہ دعا چھپ کر کیا کریں، تنہائی کی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [1]

---

[1] الاعراف:55

”پکارو تم اپنے پروردگار کو گریہ زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے سے کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا“

صدقے کا حسن

اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑا مبارک عمل ہے۔ اگر صدقہ وخیرات کے موضوع کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صدقہ وخیرات اور انفاق کا سارے کا سارا حُسن اس کو چھپا دینے ہی میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس حُسن کا تذکرہ دوٹوک الفاظ میں یوں کیا ہے:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ [1]

”اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر تم انہیں چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔“

اس آیت نے واضح کر دیا کہ عام صدقہ چھپا کر کیے ہوئے صدقے کا کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتا، چھپا کر صدقہ کرنا بہتر ہی بہتر ہے اور ایک صحیح روایت کے مطابق امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ [2]

---

[1] البقرہ:271

[2] صحیح البخاری:1423

''اور ایسا شخص جس نے صدقہ کیا اور اس کو چھپایا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔''

ایسے شخص کی چھوٹی سے چھوٹی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذابِ قبر سے محفوظ فرما کر قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔

سامعین کرام......!

آج کل خرچ کرنے والوں میں تشہیر اور اظہار کی مرض بہت زیادہ عام ہو چکی ہے، خرچ کرنے والوں کی بنیادی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ اکثر لوگوں کے منہ ملاحظے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کرنے کے بعد اپنے نام کی سلیٹیں، بینز اور اپنے لیے استقبال وغیرہ کو پسند کرتے ہیں جب کہ ایسی تمام حرکات سے انسان صدقے کی خیر و برکات سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کو کوئی مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

تلاوتِ قرآن کا حسن

قرآن پاک کی تلاوت اعلیٰ درجے کی عبادت ہے اور اگر یہ تلاوت علیحدگی میں کی جائے یا بند کمرے میں کی جائے یا رات کی تاریکی میں کی جائے تو اس کے حُسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ رات کے آخری پہر بہت زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے اور تلاوتِ قرآن کا سارے کا سارا حُسن اسی بات میں ہے کہ انسان اکیلا بیٹھ کر اپنے رب کو قرآن سنائے۔

امام الحدیث، جبل استقامت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ وہ

يَقْرَءُ الْقُرْآنَ كَثِيْرًا وَلَا يُدْرٰى مَتٰى يَخْتِمُ

"وہ بہت زیادہ قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے اور یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کب انہوں نے مکمل قرآن ختم کر لیا ہے۔"

اللہ کے بندو......!

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہی نہیں اور اگر ہمیں رمضان المبارک میں کہیں توفیق حاصل ہو ہی جائے تو جگہ جگہ پر اس کا اظہار کرتے ہوئے، اس کی تشہیر کرتے ہوئے ہم اپنے کیے ہوئے عمل کو ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ یاد رکھیں......! نیکی کا حُسن اس کے چھپانے ہی میں ہے اور نیکی کی بربادی اس کے دکھانے میں ہے۔

نہایت قابلِ توجہ حدیث

اب آخر میں مَیں آپ کو ایک ایسی اہم حدیث سنانا چاہتا ہوں کہ جس نے مجھے عرصہ دراز سے بے چین کر رکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں شاید کہ میں اس کی زد میں ہوں، بہر صورت پورے ہوش اور آنکھیں کھول کر مندرجہ ذیل حدیث کو سماعت فرمائیں......! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ أَخْلِصُوا الْأَعْمَالَ لِلّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا خَلَصَ لَهُ وَلَا تَقُوْلُوْا هٰذَا لِلّٰهِ وَلِلرَّحِمِ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا

تَقُوْلُوْا هٰذَا لِلّٰهِ وَ لِوُجُوْهِكُمْ فَإِنَّهُ لِوُجُوْهِكُمْ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهُ شَيْءٌ [1]

''اے لوگو......! اپنے تمام نیک اعمال اللہ کے لیے خالص کرلو کیونکہ وہ عزت وجلالت والا صرف اور صرف خالص عمل کو ہی قبول کرتا ہے، ایسے نہ کہا کرو کہ یہ اللہ کے لیے اور صلہ رحمی کے لیے ایسا کہنے سے اللہ کے لیے اس میں کچھ بھی نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا کہا کرو کہ یہ کام میں اللہ کے لیے اور تمہارے منہ کے لیے کر رہا ہوں کیونکہ وہ تمہارے منہ کے لیے رہ جائے گا اللہ کے لیے اس میں سے کچھ نہیں ہوگا۔''

حضراتِ ذی وقار......!

اس اہم ترین بنیادی حدیث کو اچھی طرح سمجھ لینا بہت ضروری ہے وگرنہ بہت سارے نیک اعمال برباد ہونے کا اندیشہ ہے، آپ جب بھی کوئی کام کریں، کسی کو کھلائیں، پلائیں یا کسی پر خرچ کریں تو آپ کی نیت صرف اور صرف یہ ہونی چاہیے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور آپ کو اس بات کا سو فیصد احساس اور شعور ہو کہ میں یہ عمل صرف اور صرف اکیلے اللہ کے لیے کر رہا ہوں، ایسا عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگا اور اگر آپ نے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ نیکی میں اللہ کے لیے اور آپ کی وجہ سے کر رہا ہوں یا آپ یوں کہہ دیں کہ میرا مقصد تو اللہ کو راضی کرنا ہے اور آپ کا منہ رکھنے کے لیے ایسا کیا ہے تو ایسی صورت میں آپ کو نیکی کا ذرّہ بھر اجر نہیں ملے گا۔

آج کل معاشرے میں ایسے جملے بہت زیادہ بولے جاتے ہیں:

''جی، میں تے تہاڈی وجہ توں اینج کیتا ہے......''

---

[1] سلسلہ احادیثِ صحیحہ: 2764

”میں تے تہاڈے منہ نوں وِتا اے.....“

یاد رکھیں......!

نیکی کرتے ہوئے یا نیکی کرنے کے بعد اس طرح کے بول بولے جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کو بالکل قبول نہیں فرماتے بلکہ ان کا اجر بُری طرح برباد کر دیا جاتا ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں ایسے بول بولنے سے بہت زیادہ اجتناب کریں۔

دکھلاوے کے تمام فتنوں کا حل

موجودہ دور فتنوں کا دور ہے، کالے ناگ کی طرح ہر سُو فتنے منہ کھولے ہوئے تیار کھڑے ہیں، ان حالات میں نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو فتنوں سے بچانا ہی کامیابی ہے۔ بہت زیادہ نیکوکار طرح طرح کے فتنوں میں الجھ جاتے ہیں اور ان فتنوں میں سے بہت بڑا خطرناک فتنہ تشہیر اور اظہار ہے کہ نیک لوگ اپنی نیکی کی بنیاد پر لوگوں کی نگاہوں میں اپنا قد کاٹھ اونچا کرنے کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں جس سے کی ہوئی ساری محنت ”کھو“ میں جا گرتی ہے۔

اس فتنے سے بچنے کا ایک ہی حل ہے کہ زیادہ اعمال تنہائی میں چھپ کر کریں اور ہمیشہ کے لیے ان کو چھپا کر رکھیں۔ چھپے ہوئے نیک عمل کا اجر بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کی بہت زیادہ برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اور جس نیک عمل کی تشہیر کی جائے یا لوگوں میں بڑا نیک بننے کے لیے اس کا اظہار کیا جائے تو اس سے جہاں عمل کا اجر ختم ہوتا ہے وہاں کیے ہوئے نیک عمل کی کسی قسم کی کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی اور آج کل یہی حالات ہیں کہ نیکیاں تو ہم بہت کرتے ہیں لیکن ہم ان کی برکتوں سے محروم ہیں اگر آپ واقعۃً اپنی حسنات سے برکات حاصل کرنا چاہتے

ہیں تو اس کا واحد راستہ ان کو راز میں رکھنا اور چھپانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو ہر قسم کی تشہیر اور ہر قسم کے اظہار سے محفوظ فرمائے اور ہر عمل پوشیدہ رکھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

پہچان گئی ہے ہر چیز
مقامِ رسول ﷺ کو

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ [1]

"اے نبی ﷺ......! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔"

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدُ نا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرة وامامنا فی الجنة، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

---

[1] الاحزاب: 45

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

جونہی ربیع الاوّل کی آمد آمد اور یہ ماہِ بہاراں شروع ہوتا ہے تو پورے ملک میں تمام اہل اسلام اپنے اپنے انداز میں رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے کو بیان کرتے ہیں۔ آج مجھے بھی آپ سے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی عظمت کے حوالے سے چند گزارشات کرنی ہیں، کامل توجہ فرمائیں تاکہ رسالت کی عزت و عظمت اور ہیبت کا جو پیغام میں آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں وہ باآسانی آپ کو سمجھ آ جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی پہچان دو طرح سے ہے:

① ......احمد یا محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت سے

یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سردار عبداللہ کے بیٹے اور سیّدہ آمنہ کے لختِ جگر ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا کا نام ہاشم ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ابوطالب، حمزہ اور عباس ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسمِ اطہر ہی نہیں بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا خاندان اولیٰ و اعلیٰ اور سب سے نرالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حیثیت سے دنیا کے کسی شخص کو کوئی اختلاف نہیں، بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صادق اور امین ہونے پر قریش مکہ کا اتفاق تھا۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری پہچان

② ......رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے

کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور آخری رسول ہیں۔ اس

حیثیت سے قریشِ مکہ کو ہمیشہ اختلاف رہا، وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حُسن و جمال اور اخلاقی کمال کے دل وجان سے معترف تھے، لیکن وہ صلح حدیبیہ تک اس بات پر بضد تھے کہ صلح نامہ میں محمد بن عبداللہ لکھا جائے گا، رسول اللہ نہیں لکھا جائے گا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بول کبھی نہیں بھولتے، انھوں نے فرمایا کہ میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ میں رسول اللہ لکھ کر اپنے ہاتھ سے مٹادوں۔

میرے پیارے مسلمان بھائیو......! اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری حیثیت جو کہ نبوت ورسالت والی ہے اس کو خوب سے خوب اجاگر کیا جائے اور سامعین کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی عزت وعظمت اور حرمت وہیبت کو کھول کر بیان کیا جائے تاکہ لوگ آوارگی اور من مانی کی زندگی سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو سمجھیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے سامنے ہر چیز کو قربان کردیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کر کے دکھایا...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نعت، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلف اور آپ کے دندان مبارک کا تذکرہ گو کہ کیا کرتے تھے، لیکن اس سے بڑھ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث، سنّت اور آپ کے حکم پر لبیک کہا کرتے تھے۔

آج ہم معاشرے میں دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد اور نعت کا تذکرہ تو ساری ساری رات ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی ہیبت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت اور حدیث کی اہمیت کو بہت کم بیان کیا جاتا ہے......

اللہ کے بندو......! اللہ کے رسول ﷺ کو جانو...... پہچانو اور آپ کی رسالت کی معرفت حاصل کرو...... دین میں فرقہ بندی اور بدعات تبھی داخل ہوتی ہیں جب کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہوتی، جب صحیح پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے تو محبِّ رسول سنّتِ رسول کے لیے کٹ مرتا ہے لیکن کسی قسم کی بدعت کو دین میں داخل نہیں کرتا۔

آپ حیران ہوں گے کہ آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کا ذرّہ ذرّہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی عزت و عظمت اور اس کی حرمت و ہیبت کو اچھی طرح جانتا ہے، لیکن اگر نہیں جانتا تو آج کا کلمہ پڑھنے والا عاشقِ رسول نہیں جانتا۔

انبیاء و رسل علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 82، اس بات کو کھول کر بیان کرتی ہے کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ جب آپ کے ہوتے ہوئے میرا آخری رسول آجائے تو تمھیں بھی اس کی رسالت پر ایمان لاتے ہوئے اس کی مدد کرنا ہوگی...... اسی طرح معراج والی حدیث اس مسئلے کو اور واضح کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے کا پوری طرح علم تھا اور ان کو بھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کی مکمل پہچان تھی۔

پاکبازوں کے امام حضرت جبریل علیہ السلام جب رسول اللہ ﷺ کو لے کر جب پہلے آسمان پر پہنچے اور حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کا تعارف نہیں کروانا پڑا، بلکہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام نے رسول

اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی اعلیٰ القابات سے خوش آمدید کہا اور ارشاد فرمایا:

مَرْحَبًا بِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

''نیکوکار بیٹے اور پاکیزہ نبی خوش آمدید...... مرحبا''

اور حضرات......! یہی سلسلہ ساتویں آسمان تک جاری رہا۔ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور عظیم الشان القابات سے نوازا۔

آسمان کے پاکبازوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان

اور پھر اسی معراج والی حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آسمان کے پاکباز اور معصوم تمام فرشتوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی مکمل معرفت اور پہچان حاصل ہے۔ آپ اسی حدیث پر غور فرمائیں کہ جب پاکبازوں کے امام حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو لے کر پہلے آسمان پر پہنچے تو فرشتے نے سوال کیا: کون......؟ کہا: انا جبریل! ''میں جبریل ہوں'' پھر پوچھا: من معک ''آپ کے ساتھ کون ہے......؟'' کہا: محمد...... (ﷺ)

حضرات......! بس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لینے کی دیر تھی کہ اس کے آگے کوئی تعارف کروانے کی ضرورت نہیں پڑی، بلکہ جبریل ہر آسمان پہ رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے جا رہے ہیں، دروازے کھلتے جا رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ آسمان کی بلندیوں پر چڑھتے جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت اور اس کی عزت و عظمت کو آسمان کے پاکباز بھی اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ایک اور صحیح

حدیث جامع الترمذی میں موجود ہے کہ ایک دفعہ ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور کہا: میں زمین پر جانا چاہتا ہوں۔ حدیث کے الفاظ ہیں: قَدِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ ''اپنے پروردگار سے اس نے اجازت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: زمین پر کیوں جانا چاہتے ہو......؟ آج سے قبل زمین پر گئے ہو، نہ ہی ایسی خواہش ظاہر کی ہے......؟ اس نے جواب میں کہا: اے میرے اللہ! میں زمین پہ جا کر تیرے آخری حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرنا چاہتا ہوں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ چلے جاؤ......! سلام بھی کرنا اور میری طرف سے بشارت بھی سنانا کہ میں نے آپ کی بیٹی کو جنّت کی عورتوں کا سردار بنادیا ہے اور آپ کے نواسوں کو جنّت کے جوانوں کا سردار بنادیا ہے۔ سبحان اللہ!

حضرات......! صرف رسول اللہ ﷺ کی پہچان ہی نہیں بلکہ آسمان وزمین کے سارے پاکباز اور معصوم فرشتے رسول اللہ ﷺ پر دُرود بھیجتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے......ناں

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝ [1]

''بیشک خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو تم بھی ان پر دُرود اور سلام بھیجا کرو۔''

جنّات کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان

انبیاء و رسل علیہم السلام اور فرشتوں کے علاوہ جنات کی جماعت بھی رسول

---

[1] الاحزاب:56

اللہ ﷺ کی رسالت کو پہچان چکی ہے اور وہ رسالت کی عزت، عظمت، حرمت اور ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے۔ اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لانے والے جنات نے رسالت کا پیغام سنا تو وہ ہمیشہ کے لیے فرمانبردار اور تابعدار ہو گئے۔

اللہ کی قسم......! قرآن کے بیان میں جنات کے جذبات تو دیکھیں......!

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ [1]

''اور جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص تمہاری طرف متوجہ کیے کہ قرآن سنیں۔ تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں۔ کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا رستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! خدا کی طرف

---

[1] الاحقاف:29-32

بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا اور جو شخص خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (خدا کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔"

اور طرح جب مشرک جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیغامِ رسالت سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ اب زندگی بھر کبھی شرک نہیں ہوگا۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۝۳ [1]

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے اور وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد۔"

حضرات......! غور فرمالیں، فرشتوں نے ایک دفعہ پیغامِ رسالت سن کر عہد کر لیا کہ اب ہم شرک نہیں کریں گے، لیکن آج کا کلمہ گو روزانہ قرآن سنتا ہے، لیکن پھر مرتے دم تک شرک کرنے سے باز نہیں آتا۔ بظاہر عشق کے دعوے اور کلمہ بھی پڑھا ہوا ہے، لیکن آج اس پیارے رسول ﷺ کے نام نہاد امتی کے ہاں ہر طرح کا گھٹیا

---

[1] الجن:1۔3

شرک پایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

پہاڑوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان

انبیاء ورسل علیہم السلام، زمین وآسمان کے پاکباز اور جنات کی جماعت تو ایک طرف، اللہ کی قسم......! قرآن وحدیث اور سیرت کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ آپ کی پہچان تو زمین کے ذرّات اور پہاڑوں کو بھی ہے کہ وہ بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرتے تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام پڑھتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرمان کے سامنے تھم جایا کرتے تھے۔

امام المحدثین سیّدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مکی دور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ وہاں موجود نہیں تھے لیکن آپ نے صحابہ یا رسول اللہ ﷺ سے سن کر بیان کیا کہ آپ ﷺ اس حرا پہاڑی پر کھڑے تھے جہاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی اتری تھی۔اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فَتَحَرَّكَ ''پس اچانک حرا پہاڑی نے ہلنا شروع کر دیا'' اس میں حرکت آگئی۔رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک دفعہ فرمایا: اُسْكُنْ حِرَاءُ ''حراء رُک جاؤ!''......اسکن کے چار حرف زبان مبارک سے نکالنے کی دیر تھی کہ طول وعرض میں پھیلی ہوئی بڑی پہاڑی فوراً اپنی جگہ پر تھم گئی۔اللہ اکبر! [1]

اللہ کے بندو......! پہاڑ بھی میرے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا حیا کرتے ہیں، لیکن آج ہم ہیں کہ سینکڑوں فرامین، احادیث اور احکام سن کر بھی رسول

---

[1] صحیح مسلم: 6247،6241

اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے......

اللہ کے بندو......! پہچانو اس پیغمبر کو......جس پیغمبر کی رسالت کی حرمت اور ہیبت کو پہاڑ بھی جانتے ہیں اور اسی طرح صحیح البخاری میں احد پہاڑ کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ احد پہاڑ کو دیکھا اور ارشاد فرمایا: میں اس پہاڑ سے پیار کرتا ہوں، مجھے اس پہاڑ سے محبت ہے اور صرف میں ہی اس پہاڑ سے پیار نہیں کرتا، بلکہ اس پہاڑ کا ذرّہ ذرّہ کنکر کنکر مجھ سے پیار کرتا ہے۔ سبحان اللہ!

حضرات......! جب پہاڑ کا ذرّہ ذرّہ رسول اللہ ﷺ سے پیار کرتا ہے تو پھر تم کلمہ پڑھ کر بھی رسول اللہ ﷺ سے محبّت کیوں نہیں کرتے......؟

اگر تم محبّت کے دعوے دار ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنے پیر، فقیر اور امام کو پیش کیوں کرتے ہو......؟ پھر کتابوں میں ایسے جملے کیوں لکھتے ہو کہ حدیث تو صحیح ہے لیکن امام کی تقلید کرنا میرے اوپر فرض ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں کیسے مان جاؤں کہ تم رسول اللہ ﷺ سے سچی محبّت کرتے ہو......؟ تمھارے کاروبار، گھربار اور تمھارے وجود پر رسول اللہ ﷺ کی نافرمانیاں نمایاں نظر آ رہی ہیں۔ سچا محب تو اپنے محبوب کی نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا......! چہ جائے کہ وہ سرتاپا نافرمان ہی نافرمان ہو......؟

بہرحال آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں......!

اللہ کی قسم......! میرا جی چاہتا ہے اور میری محبت کہتی ہے کہ میں بھی احد پہاڑ کو سلام کروں، کہ جس سے کائنات کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پیار کر گئے۔

کیسا خوش نصیب ہے وہ پہاڑ......کس قدر عالی مقام ہیں اس کے ذرّات......آج جب ہم احد پہاڑ پر جاتے ہیں تو مارے رشک کے آنکھیں آنسوؤں

سے بھیگ جاتی ہیں کہ...... احد تیرے مقدر کے کیا کہنے......

حضرات گرامیٔ قدر......! رسول اللہ ﷺ کے پیار کا عالم یہ تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بھی کوئی اہم بات کرنی ہوتی تو احد پہاڑ کا ضرور نام لیتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صدقات وخیرات کی بات چل رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میں اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔

ایک دفعہ اجر وثواب کی بات ہو رہی تھی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط اور دفنانے تک ساتھ رہنے والے کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول......! قیراط کتنا ہوتا ہے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: احد پہاڑ کے برابر۔

یعنی بتانا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بات بات پہ احد کا نام لیا کرتے تھے، احد کی طرف جایا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے، خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ أُحُدًا وَمَعَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ [1]

”نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام احد پر چڑھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے کہ اچانک احد پہاڑ نے ان کو لیے لرزنا شروع کر دیا۔ بس آپ نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا:

اُثْبُتْ أُحُدُ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَان

[1] صحیح البخاری: 3686

احد ٹھہر جاؤ......! تجھ پر صرف نبی، صدیق یا دو شہید تو ہیں"

چنانچہ احد پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! ہمارے سمیت کتنے مسلمان ہیں کہ جن کے دل پہاڑوں سے زیادہ سخت ہو چکے ہیں، اس حال میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں زندگی بسر کر رہے ہیں...... جب پہاڑ بھی آپ کی رسالت کی عظمت اور ہیبت کو جانتے ہیں تو آج پانچ، چھ فٹ کا انسان اس قدر نافرمان کیوں ہو چکا ہے......؟

اسی طرح صحیح مسلم میں روایت ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک سخت چٹان درمیان میں حائل ہو گئی، کئی دنوں سے وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور صورتِ حال بیان فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَنَا نَازِلٌ "میں اندر اترتا ہوں" اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی حالت یہ تھی کہ آپ تین دن سے بھوکے تھے اور آپ نے اپنے مبارک پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ نیچے اترے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ

فَاَخَذَ النَّبِیُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِیْبًا [1]

"نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کدال پکڑ کر دے مارے تو وہ چٹان ریت کے ٹیلے میں تبدیل ہو گئی۔ (اور ذرہ ذرہ ہو کر بکھر گئی)"

حضرات......! جب چٹان بھی رسول اللہ ﷺ کا حیا کرے اور تو

---

[1] صحیح البخاری: 4101

انسان کلمہ گو مسلمان ہو کر نہ کرے..... تو پھر میں کیسے مان جاؤں کہ تجھے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی پہچان اور معرفت حاصل ہو چکی ہے.....؟

اللہ کی قسم.....! جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان اور معرفت تھی وہ پتھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان موجود ہے:

إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ [1]

"بلاشبہ البتہ میں مکے میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر سلام کیا کرتا تھا۔"

پتھر تو سلام کرے..... لیکن تجھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود پڑھے کئی دن گزر جائیں..... میں کیسے مان جاؤں کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہو چکی ہے.....؟

اللہ کے بندو.....! جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہوتی ہے وہ تو ہر پل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود پڑھتے ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایک ادا کو اپنانے کے لیے ہر چیز کی قربانی پیش کر دیتے ہیں، چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول، رب العالمین نے خود بنایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی عزت، عظمت، حرمت اور ہیبت بہت زیادہ ہے۔ اسی لیے قرآن کہتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ [2]

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.....! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور

---

[1] صحیح مسلم: 2277، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی وتسلیم الحجر علیہ۔

[2] الاحزاب: 45

ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔"

درختوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان

پہاڑ تو پہاڑ رہے، درخت اور درختوں کے تنے بھی رسول اللہ ﷺ کی عزت، عظمت اور مقام ومرتبے کو جانتے ہیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا لیکن فَلَمْ يَرَشَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ "آپ نے کوئی ایسی چیز نہ دیکھی کہ جس کو آڑ بنالیں" اچانک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر وادی کے کنارے دو درختوں پر پڑی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف گئے

فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ (انْقَادِيْ عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ) فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ

اور ان میں سے ایک کی ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا: میرے ساتھ چلنا شروع ہو جا، اللہ کے حکم سے! چنانچہ اس نے آپ کے ساتھ چلنا شروع کر دیا نکیل ڈالے ہوئے تابعدار اونٹ کی طرح۔ اللہ اکبر

پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کو بھی یہی کچھ کہا اور وہ بھی تابعدار بن کر چلنا شروع ہو گیا۔

اے انسان......! مقام غور ہے کہ درخت تو رسول اللہ ﷺ کی مان کر آپ کے ساتھ چل پڑا......لیکن تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں چلتا، درمیان میں ہی اپنا راستہ بدل لیتا ہے، اپنی نسبتیں اوروں سے جوڑ لیتا ہے۔

حدیث کا اگلا ٹکڑا یہ ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا:

اِلْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ ..فَالْتَأَمَتَا [1]

تم دونوں میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جڑ جاؤ......! پس وہ دونوں جڑ گئے۔ اللہ، اللہ

اے انسان......! بلکہ اے مسلمان......! دو درخت تو آپ کی مان کر جڑ گئے لیکن تو اس کا کلمہ پڑھ کر بھی اس کے حق کے مطابق نہیں جڑا...... تیرے پیغمبر نے تجھے کتنے حکم دیئے کہ نماز کی حالت میں صف بناتے ہوئے پاؤں کے ساتھ پاؤں ملا کر جڑ جایا کرو......لیکن آج بھی تیری صفوں میں شگاف نظر آتا ہے......

آج بھی تیرے دل اپنے پیاروں سے نہیں جڑے......درخت تو آپس میں جڑ گئے لیکن مسلمان ہو کر اپنے مسلمان بھائی کو اپنے ساتھ نہ جوڑ سکا۔

کاش......! اللہ تجھے بھی رسالت کی عزت، عظمت، حرمت اور ہیبت سے آشنا کر دے اور تیرے دل میں بھی رسول اللہ ﷺ کی عملی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو جائے......خدا کی قسم......! آج تیرا کردار پہاڑ کے ذرّات اور درختوں کی ٹہنیوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اس تنے کو بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت ہو چکی تھی اور اس محبت کا احساس اس دن ہوا جب رسول اللہ ﷺ کو ایک عورت نے تحفے میں منبر عطا کر دیا۔

یہاں رکیں اور میری بات کو سمجھیں......! یقیناً پردے میں میری روحانی

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الزہد: 7518

مائیں، بہنیں اور بیٹیاں تشریف فرما ہیں۔ اسلام میں عورت کا بہت مقام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے مسجد نبوی میں منبر کا تحفہ دینے والی ایک عورت تھی۔ آج بھی الحمدللہ......! بڑی بڑی دیندار اور پاکدامن عورتیں معاشرے میں موجود ہیں اور اپنی ماؤں بہنوں کو یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ شکر گزاری کی زندگی بسر کرو اور اللہ کے دین کی فکر کرو، مسجدوں پر خرچ کرتے ہوئے ان کو آباد کرو۔

بہر حال جب عورت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منبر تحفے میں دیا تو رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے تنے کو ایک طرف رکھ کر منبر پر چڑھتے ہوئے خطبہ دینا شروع کر دیا۔ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس کھجور کے تنے نے رونا شروع کر دیا۔ اس رونے کی آواز کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دو طرح کی روایات ہیں اور دونوں صحیح البخاری میں موجود ہیں:

1. فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ

"پس کھجور کا تنا بچے کی چیخوں کی طرح چیخا۔"

یعنی کھجور کے تنے نے معصوم بچے کی طرح رونا شروع کر دیا یا اس سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں کہ جس طرح معصوم بچہ روتے ہوئے چیخ چیخ کر آوازیں نکالتا ہے۔

2. كَصَوْتِ الْعِشَارِ

"دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی مانند آواز"

یعنی جس طرح دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں روتی ہیں اس کھجور کے خوشے اور تنے نے انھی کی طرح رونا شروع کر دیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کھجور

کے خوشے کی محبت کا یہ عالم دیکھا کہ وہ میری جدائی میں اس قدر زاروقطار رو رہا ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ بند کیا، اپنے منبر سے نیچے اترے فَضَمَّهُ إِلَيْهِ" اس کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لیا...... اللہ اکبر

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کھجور کے تنے کو الم نشرح کے سینے سے لگا کر چپ کرایا...... لیکن تو ایسے رحیم وشفیق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیسا امتی ہے کہ تو رونے والے ماں باپ کو بھی چپ نہیں کرواتا...... تیرے پیارے عزیز رشتے دار بلک بلک کر رو رہے ہوتے ہیں اور تو ان کا تماشا دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اللہ کے بندو......! رسول اللہ ﷺ کی جدائی تو کھجور کا ایک تنا بھی برداشت نہ کر سکا تو اس کی رسالت پر ایمان لا کر بھی ان کی جدائی میں کبھی بے قرار نہیں ہوا...... تجھے ماننا پڑے گا کہ تو نے اس عظیم رسول ﷺ کی رسالت کو پہچانا ہی نہیں، تو نے رسالت کی معرفت ہی حاصل نہیں کی۔

میرے تیرے سے تو وہ کھجور کا تنا ہی بہتر...... جو رسول اللہ ﷺ کو پہچان گیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کو برداشت نہ کر سکا۔ قرآن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہتا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ [1]

"اے نبی ﷺ......! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔"

---

[1] الاحزاب:45

جانوروں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی پہچان

حضرات......! وہ جانور کہ جنھیں ہم حیوان سمجھ کر کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

اللہ کی قسم......! وہ بھی رسول ﷺ کے مقام و مرتبے کو جانتے ہیں۔

آیئے......! آخر میں سنن ابی داود سے دو واقعات لے کر اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری صحابی کے باغ میں داخل ہوئے۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام باغ کے اندر پہنچے تو ایک اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ

حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ

اس نے رونے کی آواز نکالی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ پڑیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے بڑھے فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ ”آپ نے اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا“ فَسَكَنَ ”اس اونٹ نے رونا بند کر دیا“

حضرات......! یہاں رکیں اور پہلے دو باتیں سمجھ لیں......!

① ......اونٹ نے زبانِ حال سے یہ پیغام دیا ہے کہ جہاں اللہ کے رسول موجود ہوں تو شکایت کسی اور کے پاس نہیں لے جاتے۔

مگر افسوس......! اے انسان کہ تو اپنی شکایت، مسائل در در پہ لے کر جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنّت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی کو اپنے لیے کافی نہیں سمجھتا۔

② ......اونٹ بھی رو پڑے تو اسے بھی چپ کرانا رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے، چہ جائیکہ پیاروں کے رونے کی پروا نہ کرنا، بلکہ ان پر ظلم کرتے ہوئے ان

کو اور رُلانا۔

پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آواز لگائی اور کہا: من رب ہذا الجمل......؟ اس اونٹ کا مالک کون ہے......؟

ایک انصاری جوان جو کہ اونٹ کا مالک تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول......! یہ میرا اونٹ ہے۔

رحمۃ للعالمین رسول ﷺ نے رحم و کرم بھرے تاریخ ساز الفاظ میں کہا:

أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا ؟ فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وتُدْئِبُهُ [1]

''کیا تو اس چوپائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا......؟ جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے۔ بلاشبہ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور بہت زیادہ تھکاتا ہے۔''

(حضرات......! غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ کی رحمت و محبت پر اور قربان جائیں آپ کے دل کی نرمی پر کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک اونٹ کی شکایت کو بھی سنا، ایک اونٹ کے مسائل کو بھی حل کیا۔

لیکن آج ہم ہیں......! کہ لوگوں کے مسائل کو سن کر انہیں اچھے طریقے سے حل کرنا تو دور کی بات ہم لوگوں کی راہوں میں طرح طرح کے مسائل کھڑے کرتے ہیں۔)

آرام سے سوچیں اور غور کریں......! آپ نے رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] صحیح مسلم: 342، سنن ابی داود: 2549

رسالت سے کیا سیکھا......؟ رسول اللہ ﷺ کے عالی کردار نے آپ کی زندگی میں کیا تبدیلی کی......؟ افسوس کہ

وہی بے ڈھنگا پن جو پہلے تھا وہ آج بھی ہے

میلاد کی محفلیں ہر روز ہوتی ہیں، سیرت کے جلسے ہر مسجد میں ہوتے ہیں لیکن ایک وجود ہے کہ وہ برسوں سے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر رہا ہے۔ آج امت ظاہری نمود ونمائش اور کھوکھلے نعروں میں کھو چکی ہے۔ قول وقرار اور باتوں کے ہیرو ہیں اور کردار زیرو۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا [1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قضاء حاجت کے لیے نکلے، ہم نے ایک پرندہ دیکھا اور اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا، وہ پرندہ آیا اس نے اوپر منڈلانا یا پھڑ پھڑانا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچوں کی وجہ سے اس کو تکلیف کس نے پہنچائی ہے......؟ اس کو اس کے بچے واپس کر دو۔''

---

[1] سنن ابی داود: 2675

اس پرندے نے بھی زبانِ حال سے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر کوئی دکھ پریشانی اور صدمہ پہنچے تو اس کا حل رسول اللہ ﷺ سے آکر تلاش کرتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنے سے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ اذکار و وظائف پر پابندی کرنے سے سب جدائیاں اور سب مسئلے حل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی سنت، حدیث اور شریعت کی موجودگی میں مزاروں، درباروں اور تعویزوں کے لیے دھکے کھاتے رہتے ہیں...... سکون کی تلاش میں نکلنے والے بالآخر توحید اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحاح ستہ میں کہیں موجود ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ معراج کی رات براق پر سوار ہونے لگے تو وہ بھی بدک اٹھا، لیکن جب بعد میں اسے رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور اس کی عزت، عظمت، حرمت اور ہیبت کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو اس نے بھی پل بھر میں اپنا انداز بدل لیا۔

کہاں ہے تو اے انسان......!

اللہ کے بندو......! اللہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی عظمت اور ہیبت کو پہچانو، جب پہاڑ، ذرات، درخت اور جانور تک بھی رسول اللہ ﷺ کی پہچان رکھتے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات مانتے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر حکم کو تسلیم کرتے ہیں...... پھر آپ کلمہ پڑھ کر بدعملی اور آوارگی کا شکار کیوں ہیں......؟

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ [1]

"ہلاک ہو تو اے انسان کس چیز نے تجھے ناشکرا بنا دیا۔"

---

[1] سورۃ عبس۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی رسالت والی حیثیت اور عظمت کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح معرفت نصیب ہو جائے۔

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح معرفت نصیب ہو گی تو پھر ہم ہر قسم کی گمراہی سے از خود بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق کی عطا فرمائے۔ آمین!

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

عظیم خوشخبری

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ [1]

''اے نبی ﷺ......! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔''

وقال الله تعالیٰ فی مقامٍ آخَرَ:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ [2]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

---

[1] الاحزاب:45

[2] الرعد:29

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدُ ناو سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

آج میں آپ کے سامنے نہایت اہم اور منفرد موضوع بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو ''مبشر'' کہا ہے، یعنی خوشخبری دینے والا اور اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید میں ''بشیر'' بھی کہا گیا ہے اور اس کا معنی بھی خوشخبری دینے والا ہے۔ مبشر اور بشیر دونوں رسول اللہ ﷺ کے صفاتی نام ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالت کے بعد اپنی امت کو سینکڑوں بشارتیں سنائیں ہیں۔ ان میں سے بعض بشارتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہیں۔ جن میں انھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنّت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

اسی طرح قیامت تک آنے والے ہر امّتی کو رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک بشارتیں سنائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تمام بشارتوں میں سے سب سے بہترین اور اعلیٰ ترین بشارت اور خوشخبری کو ''طوبیٰ'' کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔ عموماً آپ نے یہ نام سنا ہوگا۔ ہم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا نام بھی رکھ لیتے ہیں۔

بہر حال لفظِ ''طوبیٰ'' سے ملنے والی عظیم خوشخبری کو آپ ٹاپ کلاس کی خوشخبری کہہ سکتے ہیں۔آج کا مضمون نہایت دل نشیں اور باعثِ تسکین ہے۔

آیئے......! میں سب سے پہلے لفظِ ''طوبیٰ'' کی وضاحت کرنا نہایت مناسب سمجھتا ہوں۔

گرائمر کے اعتبار سے اس لفظ کے حروفِ اصلی (ط ی ب) ہیں۔ یہ ''فُعْلیٰ'' کے وزن پر اسم تفضیل مونث کا صیغہ ہے۔اس مادے سے بننے والے تمام الفاظ عمدگی، اچھائی، خوشی، خوشگواری، خوشخبری، نیکی اور خیر و بھلائی کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ہمارے مفسرین و شارحین نے اس عظیم کلمہ کے دس کے قریب معانی بیان کیے ہیں جن میں سے چند ایک توجہ سے سماعت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے جن کو کہا ہے کہ طوبیٰ لہٗ ''اس کے لیے عظیم خوشخبری ہے یا طُوْبیٰ لہم ''ان کے لیے عظیم خوشخبری ہے'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

(1)... فَرْحٌ لَّهُمْ تَقِرُّبِهِ أَعْيُنُهُمْ

''ان کے لیے ایسی فرحت ہوگی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی۔''

(2)... أَلْحُسْنٰى لَهُمْ

''ان کے لیے نیکی و پاکیزگی ہوگی۔''

(3)... خَيْرٌ لَّهُمْ

''انکے لیے خیر و بھلائی ہوگی۔''

(4)... كَرَامَةٌ لَّهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

”ان کے لیے اللہ کی طرف سے خاص عزت ہوگی۔“

(5)... أَطْيَبُ الْأَشْيَاءِ لَهُمْ

”ان کے لیے پاکیزہ ترین نعمتیں ہوں گی۔“

اور یاد رہے......!

هٰذِهِ الْأَقْوَالُ كُلُّهَا مُتَقَارِبَةُ الْمَعْنٰى ✽

”یہ سارے کے سارے اقوال معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔“

یعنی تمام کا معنی یہی ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ خوش نصیب ایسے ہیں جن کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خصوصی بشارت اور ان کے لیے عظیم خوشخبری ہے۔ ان کو پاکیزہ زندگی نصیب ہوگی، ان کے لیے حقیقی کامیابی اور کامرانی ہے، ان کے لیے رحمتیں، برکتیں اور بہاریں ہیں، ان کو ہمیشہ سکون و راحت اور خوشیاں نصیب ہوں گی...... غرض کہ جو مسلمان ”طوبیٰ“ والی ٹاپ کلاس عظیم خوشخبری کا مصداق ٹھہر جاتا ہے اس کو اپنی ساری فکریں اور ٹینشنیں اتار دینی چاہئیں، کیونکہ اس کے لیے خیر ہی خیر اور خوشی ہی خوشی ہے۔

ذی وقار سامعین کرام......!

یقیناً مندرجہ ذیل حدیث سن کر آپ کو اور خوشی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے لفظِ ”طوبیٰ“ کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ جنت کا عالی شان، بے مثال، ثمر آور، خوشبودار درخت بھی ہے۔ جس کا سایہ اس عظیم خوشخبری کے حقدار بننے والے مسلمانوں کو عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”مبشر و بشیر“ پیغمبر امام الانبیاء

✽ أُنْظُر لِتِلْكَ الْمَعَانِي كُلِّهَا تَفَاسِيرَ الْأَئِمَّةِ كَالطَّبَرِي وَالْقُرْطُبِي وَابْنِ كَثِيرٍ وَغَيْرِهِمْ رَحِمَهُمُ اللهُ

جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ مَسِیْرَتُهَا مِائَةُ عَامٍ ثِیَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَخْرُجُ مِنْ أَكْمَامِهَا [1]

"طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے، اس کی مسافت سو سال ہے۔ اہل جنت کے کپڑے اسی درخت کے خوشوں سے تیار ہوں گے۔"

آج آپ کو دنیا میں ہر کپڑے کی پہچان ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فلاں کپڑا کس شہر اور کس مل سے تیار ہو کر آیا ہے...... لیکن آیئے......! آج میں آپ کے سامنے بیان کروں کہ اہل جنت کے ملبوسات کس عظیم الشان درخت سے تیار کیے جائیں گے، اس درخت کا نام بھی سن لیں اور یاد کر لیں۔ اس پاکیزہ درخت کا نام "طوبیٰ" ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس جنتی درخت کی اعلیٰ پوشاکیں اور خوشنما پاکیزہ ملبوسات نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرات ذی وقار......! ذرا دامن کو کشادہ کر کے، پوری توجہ کے ساتھ آج کا خطبہ سماعت فرمائیں۔ میں آپ کے سامنے اسلام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ملنے والی عظیم خوشخبریوں کا تذکرہ شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ العالمین نے کیا خوب فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝۴۶ [2]

---

[1] مسند احمد: 11673، سلسلہ احادیث صحیحہ: 639/4ح 1985۔

[2] الاحزاب: 45

”اے نبی ﷺ......! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔“

”مبشر“ کا معنی ہے خوشخبری دینے والا، بشارت دینے والا، امت کے لیے خوشی کے پیغام لانے والا، امت کے دکھوں کو سکھوں میں تبدیل کرنے والا، امت کے لیے خیر و برکت کا سامان لانے والا......اور دوسرے مقام پر الہ العالمین نے ”طوبیٰ“ والی عظیم خوشخبری کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلانِ عام فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔“

کیا معنی ہے ”طوبیٰ لھم“ ......؟ معنی یہ ہے کہ اہل ایمان کو کوئی فکر اور کوئی خدشہ و اندیشہ نہیں رکھنا چاہیے، ان کے لیے دنیا و آخرت کی پرسکون اور پُر رحمت زندگی ہے......میرے ذی وقار سامعین حضرات......! مقام غور ہے۔ آج کوئی دنیادار، وزیر، مشیر آپ کو یہ بات کہہ دے کہ تم فلاں کام کرلو......تو تمھارے لیے میری طرف سے خصوصی بشارت اور عظیم خوشخبری ہے......اللہ کی قسم......! دنیا کے وڈیرے سے یہ بول سن کر ہماری تمام فکریں اور تمام پریشانیاں ختم ہوجاتی ہیں، ہم کہتے ہیں: اب ہمیں کوئی فکر نہیں......فلاں عہدیدار، وزیر، مشیر اور افسر صاحب نے مجھے تسلی دیتے ہوئے بشارت سنادی ہے......لیکن اللہ کے بندو......! وہ مومن کس قدر خوش نصیب ہے کہ جس کو عظیم خوش خبری کوئی دنیادار نہیں دیتا، بلکہ اس کو عظیم

---

[1] الرعد:29

خوشخبری سناتا ہے تو زمین و آسمان کا ربِّ جلیل سناتا ہے اور مکے مدینے کا بدرِ منیر سناتا ہے۔ سبحان اللہ!

① صحابی اور ہر امتی کے لیے عظیم خوشخبری

بلاشبہ اس امت میں سب سے اونچا درجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہی ہے۔ وہ ایک نہیں بلکہ سینکڑوں بشارتوں کے حقدار ہیں، وہ تو ایسی عالی شان بشارتیں پا چکے ہیں کہ کوئی عام امتی اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود عام امتی کو بھی طوبیٰ جیسی عظیم خوشخبری سنائی ہے۔

اس سلسلے میں چند ایک روایات پر غور فرمائیں۔ اپنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام و مرتبے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِيْ وَطُوْبٰى لِمَنْ رَآى مَنْ رَآنِيْ [1]

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور عظیم خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔''

اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام کے لیے عظیم خوش خبری ہے اور ان دونوں مقدس جماعتوں کو جنت کے ''طوبیٰ'' درخت کی بشارت سنائی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسری صحیح حدیث میں میری اور آپ کے لیے بار بار طوبیٰ والی عظیم خوشخبری کی سعادت موجود ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد: 9/745 ح 16467۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بقیہ مدلس ہے لیکن انھوں نے سماعت کی تصریح کی ہے جس کی وجہ سے تدلیس والا عیب زائل ہو گیا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ مزید دیکھیے: سلسلہ احادیث صحیحہ: 1254

حضرت ابو عبدالرحمن الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے اور ایک نے سوال کیا: اللہ کے رسول......! آپ کا ایسے شخص کے متعلق کیا خیال ہے......؟

مَنْ رَاٰكَ فَاٰمَنَ بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ مَا ذَا لَهُ...؟

''جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ کی پیروی کی، اس کے لیے کیا مقام و مرتبہ اور اجر و ثواب ہے......؟''

امام کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: طُوْبٰی لَهُ ''اس کے لیے عظیم خوشخبری ہے'' اس کے بعد دوسرا شخص آگے بڑھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے رسول......!

أَرَءَيْتَ مَنْ اٰمَنَ بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ وَلَمْ يَرَكَ

''کیا خیال ہے آپ کا ایسے شخص کے متعلق جو آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی اور آپ کی پیروی کی اور اس نے آپ کو دیکھا نہیں......؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی لَهُ ثُمَّ طُوْبٰی لَهُ ثُمَّ طُوْبٰی لَهُ [1]

''عظیم خوشخبری ہے اس کے لیے پھر عظیم خوشخبری ہے اس کے لیے، پھر عظیم خوشخبری ہے اس کے لیے۔''

سامعین کرام......!

یہاں ایک اہم نکتہ ذہن نشین فرمالیں کہ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ

---

[1] مسند الامام احمد: 17388، مسند بزار: 2769، المعجم الکبیر: 22742

کلّی طور پر بلند مقام مرتبہ اور عالی شان فضیلت صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے، ہم ان کی عظمت کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے، لیکن اس حدیث میں جزوی طور پر ہماری شان بھی بیان کر دی گئی ہے کہ اس اعتبار سے ہمارا مقام اور ہماری شان بھی بہت بلند و بالا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے اور ہم نے بن دیکھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو قبول کیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی...... اس حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ ''طوبیٰ ثم طوبیٰ ثم طوبیٰ'' کہہ عظیم خوشخبری کے اعلیٰ منصب پر فائز کر دیا ہے۔

بس دعا یہ کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مقام و مرتبہ سمجھنے اور سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کیا خوب کہتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

2 پُرفتن دور میں مکمل اسلام پر چلنے والے کیلئے عظیم خوشخبری

مکے کی سرزمین میں جب اسلام کا آغاز ہوا تو اسلام اجنبی تھا اور اس کو ماننے والا مسلمان بھی اجنبی تھا۔ خال خال مسلمان تھے اور جو بھی اسلام قبول کرتا تھا وہ معاشرے میں بے وقعت سمجھا جاتا تھا اور اس کو الگ تھلگ کر دیا جاتا تھا۔

اسلام کے اجنبی ہونے کا معنی و مفہوم سمجھنا ہو تو مکے کے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھو......

---

[1] الرعد:29

اگر اسلام کے اجنبی ہونے کا مطلب سمجھنا ہو تو سرزمین مکہ کی ماں سیّدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو......

ہاں ہاں! اگر اسلام کے اجنبی ہونے کا مطلب سمجھنا چاہتے ہو تو آل یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین سے سوال کرو......

بہرحال امام المحدثین سیّد الفقہا، گورنر مدینہ حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ [1]

''اسلام اجنبی شروع ہوا اور عنقریب لوٹ کر پھر اجنبی ہو جائے گا ایسے اجنبی (مسلمانوں) کے لیے عظیم خوشخبری ہے۔''

حضرات......! یہاں لفظِ غریب کا معنی اچھی طرح سمجھ لیں۔ عربی میں غریب کا معنی کنگال، فقیر اور تنگ دست کا نہیں ہوتا بلکہ عربی زمین میں غریب اجنبی کو کہا جاتا ہے، اکیلے، منفرد کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ عرب والے کہتے ہیں: غریب الوطن، غریب الدیار۔ تو عربی کے غریب کا معنی اردو کے غریب، فقیر جیسا نہیں ہے، جیسا کہ بعض اہل علم کو بھی یہ فرق سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے......

اور اس وقت بھی اللہ کی قسم......! اسلام اجنبی ہو چکا ہے، اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور بظاہر اسلام کا نام لینے والے بھی اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں، آج کے کلمہ گو مسلمان کی

☆ عبادت اسلام جیسی......

---

[1] مجمع الزوائد: 10/455

......☆ نہ معاشرت اسلام جیسی

......☆ نہ ہی معیشت اسلام جیسی

......☆ اور نہ ہی سیاست اسلام جیسی

اللہ کی قسم......! اچھے اور سچے مسلمان دیکھنے کو نگاہیں ترس رہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بالکل ہمارے معاشرے پر مکمل فٹ آتی ہے کہ جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے، وہاں اسلام کے دعویدار بھی صرف کھوکھلے نعروں اور نمود ونمائش کی حد تک مسلمان رہ چکے ہیں...... اسلام کے حکمران بھی ایسے ہیں کہ وہ اپنے علاقوں میں صدیاں بیت جانے کے باوجود اسلام نافذ کرنے میں ناکام ہیں۔

لیکن یاد رکھو......! وہ شخص جو پُرفتن دور میں قرآن وحدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا ہے، اسلام پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی بالادستی کے لیے جیتا ہے اور اسلام کی بالادستی کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو کھپا کر ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کو تیار رہتا ہے اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم خوشخبری ہے اور قرآن بھی ایسے اہل اسلام کے بارے میں کہتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

3 مجاہد کے لیے عظیم خوشخبری

اسلام میں جہاد کا مقام کسی بھی مسلمان سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ہمارے

---

[1] الرعد:29

دین میں جہاد اور قتال چوٹی کی عبادات میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو کئی ایک بشارتیں سنائی ہیں اور ان بشارتوں میں سے ایک عظیم خوشخبری یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے مخلص مجاہد کو ''طوبیٰ'' نصیب فرمائیں گے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی لِعَبْدٍ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ [1]

''عظیم خوشخبری ہے ایسے بندے کے لیے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام کو تھامے ہوئے ہے۔''

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں عمومی طور پر مجاہدین گھوڑوں پر ہی سوار ہوتے تھے اس لیے گھوڑے کی لگام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور اس جدید دور میں اسلامی ممالک کی سرحدوں پر پہرہ دینے والے اور جدید ہتھیار پہن کر اسلام اور اہل اسلام کا دفاع کرنے والے تمام مسلمان فوجی اس عظیم خوشخبری کے حقدار ہیں اور ان کے لیے دنیا و آخرت میں ''طوبیٰ'' ہے۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسی مجاہد کا جہاد اللہ کی بارگاہ میں قبول ہے اور صرف وہی مجاہد تمام بشارتوں کا حقدار ہے جو اپنے جہاد کو صرف اور صرف اللہ کے دین کی بلندی کے لیے جاری رکھتا ہے۔ جس جہاد میں ذرہ بھر دنیا کے مفاد کی آمیزش ہو یا جو قتال عصبیت کی بنیاد پر ہو اس کو جہاد فی سبیل اللہ نہیں کہا جاتا۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ مسلم مجاہدین کو مزید ہمت، طاقت، قوت اور جراٴت نصیب کرے اور ان کی اس عظیم قربانی کو اپنی رضا و رحمت سے قبول فرمائے۔ آمین! ایسے مخلص اور سچے مجاہدین کے لیے قرآن کا اعلان ہے:

[1] صحیح البخاری: 2887

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

(4) بہت زیادہ استغفار کرنیوالے کیلئے عظیم خوشخبری

استغفار زندگی کی بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے والا شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حقدار ٹھہرتا ہے اور میں اپنے موضوع کی مناسبت سے صرف یہی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ بہت زیادہ استغفار کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی عظیم خوشخبری ''طوبیٰ'' کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام المستغفرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا [2]

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس کے لیے جس نے اپنے نامہ اعمال میں بہت زیادہ استغفار کو پایا۔''

اس حدیث کے مفہوم کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے:

(1)...... جو شخص دن رات چوبیس گھنٹوں میں باتیں کم کرتا ہے اور استغفار زیادہ کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی مجلس میں سو سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] الرعد:29

[2] عمل الیوم واللیلۃ؛ امام نسائی:10289، سنن ابن ماجہ:3818
ہدایۃ الرواۃ مع تخریج الالبانی:2295

2 ......اس شخص کے لیے جنّت کے عظیم الشان درخت ''طوبیٰ'' کا سایہ ہوگا اور جنّت کا ''طوبیٰ'' اس شخص کو تحفے میں دیا جائے گا جس کے نامہ اعمال میں قیامت والے دن استغفار کے کلمات زیادہ نکلے۔ اللہ اکبر

سامعین کرام......! کیا آپ کو ''طوبیٰ'' چاہیے......؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ابھی وقت ہے، صغیرہ، کبیرہ گناہوں کو اپنی زندگی سے نکال دیں، تنہائی کو پاک کرلیں، ذکر، فکر کی عادت ڈالیں اور ہر قسم کی نیکیوں کے انبار لگا دینے کے بعد استکبار کی بجائے استغفار کو لازم پکڑیں۔ اس سے آپ کو مدینے والے کی طرف سے عظیم خوشخبری ملے گی جس سے دونوں جہانوں کی سعادت نصیب ہوجائے گی اور قرآن کیا خوب کہتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

5 متوسط، قناعت پسند مسلمان کیلئے عظیم خوشخبری

ایسا شخص جو مسلمان ہے اور زندگی گزارنے کے لیے اس کو گزارا کے مطابق رزقِ حلال بھی پہنچ رہا ہے، وہ محنت مزدوری اور دیہاڑی لگا کے اپنا پیٹ پال رہا ہے اور وہ اسی پر قناعت کرتے ہوئے اپنے مقدر پر خوش باش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے خوش نصیب کو عظیم خوشخبری سنائی ہے کہ ایسے بندے کو کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے، دنیا و آخرت کی سب سعادتیں اسی کے لیے ہیں۔

---

[1] الرعد:29

رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مبشر و بشیر، بدرِ منیر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كِفَافًا وَقَنَعَ [1]

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لیے جس کو اسلام کی ہدایت دی گئی اور اس کا ذریعہ معاش گزارے کے مطابق ہو اور اس نے قناعت اختیار کی۔''

اور بعض روایات میں '' اَفْلَحَ '' کا لفظ بھی موجود ہے کہ درمیانے طبقے کا قناعت پسند مسلمان کامیاب اور کامران ہو گیا۔

لیکن حضرات......! یاد رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم خوشخبری کے مصداق بہت تھوڑے لوگ ہیں، بہت کم ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ کی یہ خوشخبری صادق آتی ہے وگرنہ اکثر درمیانے یا متوسط درجے کے مسلمان قناعت پسند نہیں ہوتے، اپنی ملازمت یا اپنے کاروبار پر خوش نہیں ہوتے، بلکہ ہمہ وقت ان کی سوچ حرص و ہوس اور لالچ والی ہوتی ہے اور وہ قناعت کی بجائے ناشکری کے بول بولتے رہتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی عظیم خوشخبری سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور ان کے رزق سے برکت بھی اٹھ جاتی ہے۔ قرآن پاک کیا خوب کہتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [2]

---

[1] جامع الترمذی: 2350

[2] الرعد: 29

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

اللہ کے بندو......! اگر آپ کے دل میں رتی بھر بھی ایمان موجود ہے تو ماہانہ دس، پندرہ ہزار کما کر یا جو بھی نفع نصیب ہو جائے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی عظیم الشان خوشخبری پر نگاہ رکھا کریں، اگر تمھیں مدینے والے کی عظیم خوشخبری نصیب ہو گئی تو دونوں جہانوں میں تر جاؤ گے۔

⑥ زبان قابو میں رکھنے والے کیلئے عظیم خوشخبری

زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جو شخص اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کو قابو میں رکھتا ہے اور اس سے نہایت سلجھی، ستھری اور پاکیزہ گفتگو کرتا ہے، جہاں بولنے کی ضرورت ہو وہاں بولتا ہے۔ بصورتِ دیگر اپنی زبان کو خاموشی کے لباس میں رکھتا ہے ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے ''طوبیٰ'' کے لفظ سے عظیم خوشخبری سنائی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام الذاکرین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنْ مَلَكَ لِسَانَهُ [1]

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لیے جس نے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھا۔''

سامعین کرام......! زبان کی نعمت تو ہر ایک کے پاس ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم خوشخبری کے حقدار لوگ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اک زبان ہے جو ہر وقت چلتی ہے، ہر ایک کے خلاف چلتی ہے اور تھکنے کا نام

---

[1] المعجم الصغیر: امام طبرانی: 212، مجمع الزوائد: 10/537ح 18152۔
امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

نہیں لیتی اور یادرکھو......! قرآن وحدیث کے مطابق جن لوگوں کی زبان کنٹرول میں نہیں ہوتی ان کی زندگی جہنّم جانے سے پہلے جہنّم بن جاتی ہے۔

(1) منہ سے نکلے ہوئے بے قابو بول انسان کے آگے آجاتے ہیں اور اس وقت ہمارے اردگرد ماحول میں سینکڑوں افراد ایسے ہیں کہ جن کے منہ سے نکلی ہوئی زہریلی باتوں نے آج ان کی ساری زندگی کو مسموم اور زہر آلودہ کر دیا ہے۔سب کچھ ہونے کے باوجود وہ بے چینی اور بے قراری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(2) کئی حضرات زبان درازی کی وجہ سے شریف اور نیک لوگوں سے بددعائیں لیتے رہتے ہیں، کیونکہ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ زبان دراز کی زبان کو گدی سے کھینچنا شریف اور نیک آدمی کے بس میں نہیں ہوتا لیکن وہ بدزبان کے لیے بددعا کا سلسلہ جاری رکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ساری زندگی نحوستوں کا شکار رہتی ہے۔

(3) جن کی زبان قابو میں نہیں ہوتی اور وہ ہمہ وقت فضول اور لایعنی باتوں میں مصروف رہتے ہیں ایسے لوگوں کی عبادت کی لذت اور حلاوت ختم کر دی جاتی ہے، ایسے شخص کو نماز میں لطف آتا ہے اور نہ ہی قرآن پڑھتے مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔

(4) جن کی زبان کنٹرول میں نہیں ہوتی اور وہ اپنی زبان سے سخت بول بولتے رہتے ہیں تو ان کی زبان کی سختی کی وجہ سے ان کی زندگی سے محبّت جیسی نعمت کو اٹھالیا جاتا ہے۔سخت زبان لوگ اپنے پیاروں کی محبّت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ جیتے جی ان کی قدر ہوتی ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد لوگ ان کو محبّت بھرے انداز میں یاد کرتے ہیں......اور یاد رہے کسی بھی انسان کے لیے اس سے بڑی ناکامی کوئی

دور نہیں ہو سکتی۔

(5) جن کی زبان آوارہ ہوتی ہے اور وہ اپنی زبان سے حیا سوز بے ہودہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ لچر زبان اور فحش مذاق ان کا معمول بن جاتا ہے، صحیح حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ایسے بدزبانوں کو اپنی جنّت سے بھی محروم فرما دیتے ہیں۔

آپ اس وقت کہاں کھڑے ہیں......؟ آپ کی زبان کیسی ہے......؟
سوچیں......! سمجھیں......! اور کسی فیصلے پر پہنچیں......! اور اس بات کا عزم کر لیں کہ ہم نے زبان والی نعمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم خوش خبری کو حاصل کرنا ہے اور قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کا مصداق ٹھہرنا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔“

(7) گھر میں ٹھہرنے والے کیلئے عظیم خوشخبری

گھر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور یاد رکھو......! جنّت بھی ایک اعلیٰ گھر ہے اور جنّت جیسا اعلیٰ گھر صرف اسے نصیب ہوگا جس نے دنیا والے گھر کی قدر کی ہوگی اور گھر کی قدر یہی ہے کہ مسلمان بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے۔ بلاوجہ گھر سے باہر رہنا اور رات گئے تک گھر نہ آنا گھر والوں کے ساتھ بہت زیادہ ناانصافی اور ظلم والا رویہ ہے۔ امامِ دو جہاں، والی بطحا ﷺ نے زیادہ وقت گھر میں گزارنے

[1] الرعد:29

والے شخص کو مندرجہ ذیل الفاظ میں عظیم خوشخبری سنائی ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ

طُوْبٰی لِمَنْ وَسِعَهُ بَيْتُهُ

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لیے جس کو اس کا گھر کافی ہو گیا۔''

زیادہ وقت گھر میں گزارنے کے بہت زیادہ فوائد ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆......مسلمان بہت زیادہ معاشرتی فتنوں سے بچ جاتا ہے۔

☆......والدین کی نیک دعائیں مسلسل ملتی رہتی ہیں۔

☆......بیوی بچوں کی خوشی کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی ہوتی ہے۔

☆......جس گھر کا سربراہ زیادہ دیر گھر رہے تو گلی محلے میں اس گھرانے کا ایک الگ سے مقام ومرتبہ اور رعب ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسا مسلمان ''طوبیٰ'' جیسی عظیم خوشخبری کا مصداق ٹھہرتا ہے۔ اور قرآن بھی ایسے شخص کو بشارت سناتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔''

(8) اپنے گناہوں پر رونے والے کیلئے عظیم خوشخبری

انسان ہونے کے ناتے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو گناہوں سے بالکل پاک

---

[1] الرعد:29

ہو۔ چاہتے نہ چاہتے صغیرہ ،کبیرہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں اور جو شخص اپنے گناہوں کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے اور اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور روتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو بھی عظیم بشارت سناتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ

طُوْبٰی لِمَنْ بَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِہٖ

''عظیم خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لیے جو اپنے گناہوں پر رو پڑا۔''

سامعین کرام......! یہ تو ایک ایسی نایاب بشارت ہے کہ چند خوش نصیب ہی ایسے ہوں گے جو قیامت کے روز اس کے حقدار ٹھہریں گے وگرنہ مسلمانوں کی اکثریت لوگوں پر کیچڑ اچھالنے میں مصروف ہے اور خود کی کسی کو کوئی فکر نہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کہ ڈھونڈتے رہے غیروں کے عیب و ہنر
پڑی جب اپنوں پہ نظر تو دنیا میں برا نہ ملا

اللہ کے بندو......! جب آپ ایک انگلی کا رخ دوسرے شخص کی طرف کرتے ہیں تو باقی تین انگلیوں کا آپ کی طرف مڑا ہوا رُخ زبان حال سے یہ صدا لگا رہا ہوتا ہے کہ غیر کی فکر کرنے والے اپنی طرف جھانک......! تو کہاں کھڑا ہے......؟ تنہائی میں گناہوں کو یاد کر کے رونا اعلیٰ درجے کی عبادت اور ہر خیر کی چابی ہے۔ ایسے لوگ ہی دنیا میں کامیاب رہیں گے اور روزِ قیامت عرشِ الٰہی کا سایہ پاتے ہوئے شجرِ ''طوبیٰ'' کے مالک اور وارث بنا دیئے جائیں گے قرآن بھی انھی کو مخاطب کرتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [1]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے عظیم خوشخبری ہے ان کے لیے اور بہترین ٹھکانہ۔“

⑨ فوت ہونیوالے معصوم بچے کیلئے عظیم خوشخبری

زندگی اور موت کے فیصلے اللہ کے پاس ہیں۔ اللہ کا نظام ہے کہ کئی لوگ بڑھاپے میں پہنچ کر موت مانگ رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کو موت نہیں آتی اور کچھ ابھی زندگی کے آغاز میں ہی ہوتے ہیں کہ موت ان کو اپنے شکنجے میں لے لیتی ہے۔ بہر حال میں تو یہی کہوں گا......

زندگی میں نہ جانے کون سی بات آخری ہوگی
نہ جانے کون سی رات آخری ہوگی
ملتے جلتے باتیں کرتے رہو اے دوستو!
نہ جانے کون سی ملاقات آخری ہوگی

عفیفۂ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ننھے بچے کا جنازہ پڑھا کر واپس آئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوٹے بچوں سے بہت زیادہ محبّت تھی۔ جب آپ جنازہ پڑھا کر آئے تو طبیعت پر بہت گہرا اثر تھا۔ اماں جان رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: میرے سر کے تاج......!

طُوْبٰى هٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلْ سُوْءًا [2]

---

[1] الرعد:29

[2] صحیح مسلم:2662

”عظیم خوشخبری ہے..... یہ تو جنّت کی چڑیوں میں سے ایک چڑی ہے، جس نے کوئی برائی نہیں کی۔“

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں، عائشہ! ایسے معصوم بچے تو اللہ کی جنّت کے مہمان ہیں۔ میرے پیارے سامعین کرام.....! جن کے معصوم بچے بچیاں چھوٹی عمر میں ہی دنیا سے جا چکے ہیں ان کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عظیم خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ اپنا دل تھوڑا نہ کیا کریں، آپ کے بچے کو جنّت کی چڑیا کہا گیا ہے اور اس کو ”طوبیٰ“ جیسی عظیم خوشخبری سنائی گئی ہے۔ وہ خود بھی جنّت میں ہے اور روزِ قیامت آپ کے لیے بھی ذریعہ جنّت ہوگا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یکے بعد دیگرے تین شہزادے فوت ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پیاری بیٹیوں کو یہی کہہ کر دلاسہ دیا تھا کہ اے میری شہزادیو.....! اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی کو دودھ پلانے کے لیے جنّت میں ایک دایہ کا اہتمام کر دیا ہے۔ اللہ اکبر!

⑩ نیکی پر لمبی عمر پانے والے کیلئے عظیم خوشخبری

اسی طرح وہ شخص بھی عظیم خوشخبری کا حقدار ہے جس کو لمبی عمر ملی اور اس نے اپنی زندگی کو نیک اعمال سے مزین رکھا۔ اس سلسلے میں ایک آخری صحیح حدیث سماعت فرمالیں:

جَآءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: طُوْبَى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ، [1]

---

[1] جامع الترمذی: 3375، شرح السنۃ بغوی: 1245، سلسلہ صحیحہ: 1836

''ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: لوگوں میں سے سب سے بہتر کون ہے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عظیم خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لیے جس نے لمبی عمر پائی اور اس کے عمل اچھے ہوئے۔''

خوش نصیب ہیں وہ بزرگ جو جوانی سے لے کر بڑھاپے تک نیک اعمال کرتے رہتے ہیں، نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول کو خوش رکھنے کے لیے میدانِ عمل میں رہتے ہیں ایسے بزرگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خصوصی بشارت ہے۔ ان کو بیماری یا کسی اور آزمائش کی وجہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے ان کے لیے دنیا و آخرت میں بشارت ہی بشارت ہے اور سعادت ہی سعادت ہے۔

اور اسی طرح ارضِ شام یعنی فلسطین بیت المقدس کا علاقہ بہت زیادہ باعثِ برکت ہے اور وہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی سرزمین ہے۔ آپ نے ارضِ شام والوں کو بھی ''طوبیٰ'' کی بشارت سنائی ہے۔ [1]

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بیان کردہ تمام سعادتوں کا حقدار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مسجدِ اقصیٰ میں نمازیں پڑھنے کی سعادت بخشے کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز اڑھائی سو نماز کے برابر ہے۔ اور آپ مسلمان بھائی ہر پل اور ہر دم اسرائیل کے لیے بددعا کیا کریں اور اللہ کے حضور

---

[1] خطبائے کرام لفظ ''طوبیٰ'' پر مشتمل تمام صحیح احادیث کو ہم نے تقریباً ذکر کر دیا ہے۔ ان کے سوا دیگر جتنی احادیث ہیں وہ سب کی سب بالاتفاق ضعیف ہیں۔ جیسا کہ من بر والدیہ طوبیٰ لہ...... یا...... طوبیٰ لمن شغل عیبہ عن عیوب الناس وغیرہما...... (الراسخ۔ غفرلہ)

گڑگڑا کر دعا کیا کریں کہ وہ مسجدِ اقصیٰ اور فلسطین کو یہودیوں کے ظلم وستم اور شکنجے سے آزاد فرمائے۔ آمین ثم آمین!

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ فَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ○ [1]

"کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔"

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ الرِّزْقِ الْکَفَافُ [2]

"بہترین اور پاکیزہ رزق وہ ہے جس سے ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔"

---

[1] سبا:39

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ:1834

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

مال اور رزق کا معاملہ ہر انسان کا بنیادی مسئلہ ہے، کوئی باشعور انسان بھی ایسا نہیں جو پاکیزہ اور حلال رزق کی تمنا نہ رکھتا ہو، ہر کوئی اپنی اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق محنت بھی کرتا ہے، کئی لوگ رزق کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں اور کئی احباب کو حصول رزق کا نشہ سمندر پار غیر ملکوں میں لے جاتا ہے اور یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ موجودہ حالات میں کاروباری اور رزق کے معاملات بہت زیادہ گھمبیر ہو چکے ہیں، معاشی مسائل کا مسئلہ سلجھا نہیں مزید الجھا ضرور ہے اور اس وقت کاروباری ناہمواریاں، دولت اور وسائل دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور طبقاتی معاشی کشمکش نے لوگوں کی اکثریت کو غربت اور فقر وفاقے کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔

ان حالات میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکیزہ رزق کے حوالے سے آپ کے سامنے کتاب وسنّت کی روشنی میں اہم گزارشات کی جائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ

پاکیزہ رزق کیسے ملتا ہے......؟ اور کیسے ملتا ہے......؟ رزق کی راہیں، رزق کے رستے اور رزق کے ذرائع اور اسباب کیا ہیں جن کو اختیار کرنے کے بعد ایک مسلمان باوقار طریقے سے حلال مال حاصل کرتا رہے۔

پاکیزہ رزق کے ذرائع، اسباب، رستے اور پاکیزہ رزق کی راہیں ہموار کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں چند تمہیدی گزارشات آپ کے پیش خدمت کی جائیں تاکہ بنیادی طور پر آپ کے دل ودماغ میں اطمینان اور یقین کی کیفیت پیدا ہو اور آپ رزق کی تلاش میں بے چین ہونا چھوڑ دیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اس عقیدے کو اپنے دل ودماغ میں اچھی طرح مضبوط اور راسخ کرلیں کہ رزق کا تمام بندوبست فرمانے والی ذات صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے اور وہ خیر الرازقین ہے، رزق کی تلاش میں نکلنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے پانچ صفاتی نام ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنے چاہئیں کہ میرا مولا ودا تا اور خالق ومالک

☆......رازق: ”رزق دینے والا“ ہے۔

☆......رزاق: ”بہت زیادہ رزق دینے والا“ ہے۔

☆......المعطی: ”عطا کرنے والا“ ہے۔

☆......الوہاب: ”بہت زیادہ عطا کرنے والا“ ہے۔

☆......المغنی: ”غنی کرنے والا“ ہے۔

جب ایک سچا مسلمان رزق کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کے ان پانچ صفاتی ناموں کو اپنی زبان پر رکھتا ہے تو اس کو اک عجیب قسم کا اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اور پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کا دل ودماغ

میں استحضار ہونا بہت ضروری ہے۔

اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ انسان شرک جیسی بیماری سے بھی بچ جائے گا۔ وہ اللہ کے علاوہ کسی کو بھی ''داتا'' یا ''گنج بخش'' نہیں کہے گا کیونکہ ''داتا'' کا معنی ہے ''رزق دینے والا'' اور رزق دینے والی ذات صرف اور صرف اکیلے اللہ کی ہے اور ''گنج بخش'' کا مطلب ہے ''خزانے دینے والا'' اور تمام خزانوں کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اور وہی اپنے بندوں کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھولتا ہے۔

اور اسی طرح آجکل ایک ڈائیلاگ بڑا عام بولا جاتا ہے کہ جب کوئی دوسرا شخص حال احوال پوچھتا ہے یا کھانے پینے کی دعوت دیتا ہے تو آگے سے اس کو کہا جاتا ہے: ''اَگّے وی تہاڈا ای دتا کھارے آں''

اور کچھ لوگوں سے حال پوچھا جائے تو وہ آگے سے کہتے ہیں:

''پیراں دی نظر کرم ہوئی اے، اوہناں دا دتا کھارے آں''

نا...... میرے مسلمان بھائیو! اس طرح کے بول نہ بولا کرو......! یہ اللہ رازق ورزاق کی محبت، عزت اور غیرت کے خلاف ہے، بلکہ پوری خوشی سے یہی جواب دیا کریں:

''الحمدللہ......! ہم اللہ کا دیا کھا رہے ہیں۔''

الحمدللہ......! ہم پر اللہ کا بڑا فضل وکرم ہے۔''

الحمدللہ......! اللہ تعالیٰ کی بہت رحمتیں ہیں۔''

خدا کی قسم......! اس طرح کے ننھے منّھے پاکیزہ جملوں کا انسان کے مزاج اور اس کے مال پر گہرا اثر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بول بولنے والے لوگوں کو بہت زیادہ محبت اور عطا کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ صحیح حدیث کے مطابق ہر انسان کا رزق اسی وقت لکھ دیا جاتا ہے جب وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، ہوش سنبھالنے کے بعد اس کے کرنے کے صرف دو کام ہیں، یہاں پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں اگر رزق لکھ دیا گیا ہے تو پھر ہمیں محنت مزدوری کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟

اللہ کے بندو......! جس اللہ نے آپ کا رزق لکھا ہے اسی مولا و داتا نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ جائز ذرائع سے پاکیزہ رزق تلاش کرو۔

جس مولا و داتا نے آپ کا رزق ماں کے پیٹ میں لکھ دیا تھا اسی رحمٰن و رحیم نے آپ کے رزق کو اسباب کے ساتھ باندھ دیا ہے، جب آپ عملی طور پر ان اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اختیار کریں گے تو آپ کو آپ کا مقدر کیا ہوا رزق ملے گا۔

یاد رکھو......! پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے بنیادی طور پر دو اسباب ہیں۔

(①)...... مادی اسباب:

مادی اسباب سے مراد دنیوی اسباب ہیں کہ آپ پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے حلال کاموں میں سے کسی ایک کام کا انتخاب کریں اور اس کے لیے دکان یا فیکٹری اور ملازمت وغیرہ کا اہتمام کریں، وہاں پر وقت دیں اور بروقت اپنے کام پر پہنچیں، خوب کوشش اور محنت کریں اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو پاکیزہ رزق عطا فرمائے گا اور ان مادی اسباب کو اختیار کرنے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود ہی دیا ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ○ *

”وہی ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے نرم کر دیا تم اس کے راستوں

* الملک:15

میں چلو، پھر وہ اللہ کے رزق سے کھاتا ہے اور وہ بار بار اسی کے پاس زندہ کیا جاتا ہے۔"

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ہر مسلمان دین کے دائرے میں رہ کر مادی اور روحانی اسباب اختیار کرے تبھی جا کر پاکیزہ رزق نصیب ہوگا اور جو لوگ دین کے دائرے میں رہ کر پاکیزہ رزق کے لیے تگ و دو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی محروم نہیں رکھتا اور جو لوگ رزق کی تلاش میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں ان کو کسی صورت برکت والا پاکیزہ رزق نصیب نہیں ہوتا چاہے وہ وقتی طور پر سرمایہ داروں میں بن جائیں۔

آج کل ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی بہت زیادہ تعداد ہے کہ جنہوں نے رزق کی تلاش میں رازق ہی کو فراموش کر لیا ہے اور مال جمع کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ کی پوری شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

(②)...... دینی اسباب

دینی اسباب سے مراد ایمانی اسباب کو اختیار کرنا ہے، یعنی ایسے نیک اعمال کو خصوصی طور پر کیا جائے جن کے متعلق اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص فلاں فلاں عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو فراخی کشادگی والا رزق عطا فرمائے گا۔

دینی اسباب کے حوالے سے حضرت امام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَسَ فِيْ رَوْعِيْ إِنَّ نَفْسًا لَا تَمُوْتُ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا

فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللهِ فَإِنَّ اللهَ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ [1]

"بلاشبہ جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ یقیناً کسی جان کو موت نہیں آتی یہاں تک کہ وہ اپنے رزق کو مکمل نہ کر لے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خوبصورتی سے رزق تلاش کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ رزق کا مؤخر ہونا تمہیں اس بات پر آمادہ کرے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے اس کی تلاش میں پڑ جاؤ (یاد رکھو!) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔"

اس صحیح حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہمیں رزق کی تلاش میں دینی اور ایمانی اسباب زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے چاہئیں اور جن لوگوں کو نافرمانی اور بغاوت کے باوجود رزق مل رہا ہے وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے اور وہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ سکتے ہیں۔

یاد رہے.....! جب ان پر اللہ کی پکڑ آئے گی تو پھر انہیں مہلت نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت امام عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا رَأَيْتَ اللهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى مَعَاصِيهِ فَلْيَحْذَرْ فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ [2]

---

[1] مستدرک حاکم: 4/2 — سلسلہ احادیث صحیحہ: 2866

[2] مسند احمد: 17317

"جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی نافرمانیوں کے باوجود دنیا دے رہا ہے تو ایسا شخص ضرور ڈر جائے کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہلت ہے۔" اللہ اکبر!

اگر سروے کیا جائے تو یہ مہلت بہت سے لوگوں کو مل چکی ہے، اللہ سے ڈرنا چاہیے اور پاکیزہ رزق کے لیے پاکیزہ ذرائع اور پاکیزہ اعمال ہی کو اختیار کرنا چاہیے۔

پاکیزہ رزق کیسے ملتا ہے......؟

آج میں آپ کے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں رزق کمانے کے سات ایسے ذرائع بیان کرنا چاہتا ہوں جن کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ آپ کو پرسکون، مبارک اور پاکیزہ رزق عطا فرمائے گا، آپ کی تمام بنیادی ضروریات پُروقار طریقے سے پوری ہوں گی، پوری توجہ اور محبّت سے سماعت فرمائیں:

1 ...... کثرتِ استغفار :

کثرتِ استغفار کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے معافی مانگتا رہے، بہت زیادہ معافی مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ رزق عطا فرماتے ہیں، پاکیزہ رزق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تمام ضروریات اور خواہشات کو پورا کرتے ہوئے اس پر آئی ہوئی آفتوں اور مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم سنایا:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ [1]

''اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے معافی طلب کرو، پھر اسی کی طرف رجوع کیے رہو، وہ تمہیں ایک وقتِ مقررہ تک پاکیزہ رزق والی زندگی عطا کرے گا اور ہر زیادہ کے مستحق کو اپنی طرف سے زیادہ عطا کرے گا اور تم روگردانی کرتے رہے تو مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔''

اس آیت نے یہ حقیقت اچھی طرح واضح کر دی کہ پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ معافی مانگتے رہنا چاہیے اور پھر اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ سورۂ ھود میں دوسری جگہ حضرت ھود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل اسلوب میں اپنی قوم کو خطاب کیا اور کہا:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ [2]

''اے میری قوم......! اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو، پھر اسی کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں اضافہ کر دے گا اور مجرم بن کر روگردانی مت کرتے رہو۔''

ایک دفعہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آ کر قحط سالی کی شکایت کی۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ''اللہ تعالیٰ سے

---

[1] ھود:3

[2] ھود:52

معافی طلب کر......! ایک اور شخص آیا اور اس نے فقیری اور غربت کی شکایت کی، آپ نے اس سے کہا: اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ''اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو......! اس کے بعد ایک تیسرا شخص آیا، اس نے کہا:

يَا أَبَا سَعِيْد ! أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّرْزُقَنِي الْوَلَدَ فَإِنِّيْ عَقِيْمٌ

''اے ابوسعید......! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بیٹا عطا کرے، بلاشبہ میں بانجھ ہوں۔''

آپ نے اس سے فرمایا: اِستغْفِرِ اللّٰهَ ''اللہ سے معافی طلب کرو'' اسی طرح ایک چوتھا شخص آیا اور اس نے کہا: حضرت......! میرے باغات خشک ہو گئے، ان میں پھلوں کی بہت زیادہ کمی ہے۔ آپ نے فرمایا: اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ''اللہ سے معافی طلب کرو۔''

جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں سائلوں کو ایک ہی جواب دیا تو ایک قریبی نے کہا:

أَتَاكَ رِجَالٌ يَشْكُوْنَ أَنْوَاعًا فَأَمَرْتَهُمْ جَمِيْعًا بِالْاِسْتِغْفَار

''آپ کے پاس لوگ آئے اور انہوں نے مختلف شکایات کیں اور آپ نے تمام کو معافی طلب کرنے کا حکم دیا......کیوں......؟''

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: میں نے جو جواب ان چاروں کو دیا ہے یہی جواب رب کا قرآن دیتا ہے کیا آپ نے سورۂ نوح کا مطالعہ نہیں کیا رب العالمین فرماتے ہیں:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا○

''اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کرو بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر کثرت سے بارش بھیجے گا اور تمہارے مال واولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے دریا بہا دے گا۔''

سامعین کرام......!

یہاں یہ بات یاد رہے کہ استغفار کا مطلب یہ نہیں کہ آپ جعلسازیاں اور فراڈ بھی کرتے رہیں، ملاوٹ اور ظلم وستم بھی کرتے رہیں اور زبان سے معافی بھی مانگتے رہیں، ایسی معافی اور ایسا استغفار اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کے برابر ہے اور ایسا استغفار بھی گناہ ہے۔ یہاں استغفار سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی ہمت وطاقت کے مطابق تقویٰ والی صالح زندگی بسر کریں اور اس کے ساتھ ساتھ استغفار بھی جاری رکھیں یہی وہ استغفار ہے جو آپ کے لیے دنیا میں پاکیزہ رزق کا باعث ہے اور مرنے کے بعد آپ کے لیے ذریعہ جنّت ہوگا اور جو شخص متقی بھی ہو، یعنی گناہوں سے بچنے والا ہو اور اس کے باوجود بھی اس کی زبان پر استغفار ہو، اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے رزق کے سب دروازے کھول دیتے ہیں اور وہاں وہاں سے رزق دیتے ہیں کہ جہاں سے وہ وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق کی آیت نمبر 2-3 میں پوری وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

2 ...... لگن اور شوق سے عبادت

انسان کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، عبادت ایک جامع

لفظ ہے لیکن یہاں عبادت کے جس پہلو کو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان نہایت محبت، تعظیم اور عاجزی کے ساتھ اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع وسجود کرے اور پورے شوق اور لگن کے ساتھ اس کے ذکر میں محو رہے، جو لوگ دل کی حضوری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پاکیزہ رزق عطا فرماتے ہیں، ایسے لوگوں کو کسی نعمت کی بھی تھوڑ نہیں رہتی ...... اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل ایمان افروز انداز میں بیان کیا ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ○ ❶

''اے میرے ایمان لانے والے بندو......! بے شک میری زمین وسیع ہے پس خاص میری ہی عبادت کرو۔''

اس آیت کا واضح مطلب یہی ہے کہ جو لوگ میری زمین پر پورے ذوق شوق اور محبت سے میری عبادت کرتے ہیں ان کو کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں آتی بلکہ میں ان کے لیے اپنی زمین کے خزانوں کے سب منہ کھول دیتا ہوں۔

پاکیزہ رزق کے حصول کا بہترین اور آسان رستہ یہ ہے کہ آپ پورے شوق اور لگن کے ساتھ نماز پڑھا کریں، سنن ونوافل پورے دل کی حضوری کے ساتھ ادا کیا کریں، اس عمل کی برکت سے جہاں آفات وبلیات ٹل جائیں گی وہاں اللہ تعالیٰ فقر وفاقے سے بھی محفوظ فرمائیں گے۔

حضرت امام معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

❶ عنکبوت: 56

ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمْلَأْ قَلْبَكَ غِنًى وَأَمْلَأْ يَدَيْكَ رِزْقًا يَاابْنَ آدَمَ ! لَا تُبَاعِدْ مِنِّيْ فَأَمْلَأْ قَلْبَكَ فَقْرًا وَأَمْلَأْ يَدَيْكَ شُغْلًا [1]

''اے آدم کے بیٹے! دل کی حضوری سے میری عبادت کر، میں تیرے دل کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو پاکیزہ رزق سے بھر دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے...... ! میری عبادت سے دور نہ جا، ورنہ میں تیرے دل کو فقر سے بھر دوں گا اور تیرے ہاتھوں کو بیکار کاموں سے بھر دوں گا۔''

اسی کے ہم معنی روایت حضرت امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی بیان کرتے ہیں:

يَا ابْنَ آدَمَ ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ [2]

''اے آدم کے بیٹے...... ! دنیوی خیالات کی آمیزشوں سے کٹ کر دل کی حضوری سے میری عبادت کیا کر...... ! میں تیرے سینے کو غنی سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھوں کو فضول کاموں میں الجھا دوں گا اور تیرے فقر کو کبھی ختم نہیں کروں گا۔''

سامعین کرام...... ! دونوں احادیث میں (تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ) کے

---

[1] مستدرک حاکم: 4/326 سلسلہ احادیث صحیحہ: 1359

[2] مسند احمد: 8696، سنن ابن ماجہ: 4107، جامع الترمذی: 2426

الفاظ آئے ہیں کہ ''اے میرے بندے تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا'' سوال یہ ہے کہ عبادت کے لیے فارغ ہو جانے کا کیا مطلب ہے......؟

اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کرے، اس کی عبادت میں خوف اور شوق کی آمیزش ہو، اس کی عبادت شکر اور توکل کے جذبے سے لبریز ہو، اسے اس چیز کا پورا پورا احساس اور اعتراف ہو کہ میرے مولا و داتا نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہے اور وہ آئندہ بھی مجھے ضائع نہیں کرے گا بلکہ اپنی رحمت سے بہت کچھ عطا فرمائے گا۔

آج کل ہمارے ہاں......! اکثر کاروباری نمازی ایسے ہیں کہ جن کی عبادت میں بنیادی کوتاہیاں درج ذیل ہیں۔

① ......وہ نماز اوّل وقت پر ادا نہیں کرتے۔

② ......عبادت کے الفاظ رٹے رٹائے ہونے کی وجہ سے ان کی عبادت میں خشوع وخضوع اور یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ نماز کا اکثر حصہ کاروباری اور دیگر پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے

③ ...... جلد بازی، یعنی رکوع وسجود میں شوق نظر نہیں آتا بلکہ جلدی اور تیزی نظر آتی ہے بس کسی نہ کسی طرح فرض کو پورا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر کاروباری نمازی بھی پُرسکون پاکیزہ رزق سے محروم رہتے ہیں۔

یاد رہے......! جس شخص کی عبادت میں لگن نہیں اس شخص کو کبھی پُرسکون اور پاکیزہ رزق حاصل نہیں ہو سکتا۔

3 ......اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

اللہ کی راہ میں، اللہ کی رضا کے لیے رازداری سے خرچ کرنے والا خوش

نصیب مسلمان کسی صورت بھی پاکیزہ رزق سے محروم نہیں رہتا، قرآن وحدیث کے مطابق ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ پاکیزہ رزق کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔ رزق کے ذرائع اور اسباب میں سے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ بجا ہے لیکن ہمارے مطالعے کے مطابق کسی بھی شخص کی پُرسکون اور خوشحال زندگی میں اس کے صدقہ و خیرات کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی بات کو نہایت خوبصورت مثال کے ساتھ یوں واضح کیا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ [1]

”جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں اُگیں، ہر ہر بالی کے اندر سو دانے ہیں اور اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا بڑا علم والا ہے۔“

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں دینے سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں سات سو گنا سے بھی زیادہ عطا فرماتے ہیں اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے گندم کی بالی کے ساتھ دی ہے تاکہ ہر انسان کے لیے یہ بات سمجھنا آسان ہو جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک دانے سے سات سو دانے پیدا فرما سکتے ہیں تو آپ کے دیئے ہوئے کو بھی سات سو گنا بڑھا چڑھا کر دنیا و آخرت میں واپس لوٹا سکتے ہیں۔

لیکن افسوس......! اس خوبصورت تشبیہ اور تمثیل سے بھی کئی بخیل مزاج

[1] بقرہ:261

لوگوں کے دل میں صدقہ وخیرات کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو علی الاعلان یہ بات کہی کہ اسما......! زیادہ گن گن کر اللہ کی راہ میں نہ دو......! اللہ بھی تجھے گن گن کر دے گا۔ بغیر شمار کیے اللہ کی راہ میں خرچ کرو......! اللہ بھی تجھے بغیر حساب عطا کرے گا۔ اللہ اکبر!

جبل استقامت، حضرت امام بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو باوجود ان کی غربت کے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی حکم ارشاد فرمایا تھا کہ

أَنْفِقْ يَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا [1]

''اے بلال خرچ کرو! اور عرش والے سے کمی کا خدشہ نہ رکھو۔''

آج ہمارے ہاں معمولی سطح اور درمیانے طبقے کے لوگ کاروباری میدان میں آگے کیوں نہیں بڑھتے......؟ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ کی راہ میں دینے کا جذبہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، کسی مجبوری کے مارے بہت زیادہ احسان چڑھا کر کچھ نہ کچھ خرچ تو کر دیتے ہیں، البتہ راز داری کے ساتھ دل کی خوشی سے اللہ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرنا ان کا معمول نہیں ہوتا جب کہ حدیثِ قدسی کے واشگاف الفاظ ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ أَنْفِقْ أَنْفِقْ عَلَيْكَ [2]

---

[1] المعجم الکبیر: 1020، کنز العمال: 17003، سلسلہ صحیحہ: 2661

[2] صحیح مسلم: 993

”اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا ہے: اے آدم کے بیٹے......! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔“ اللہ اکبر!

حضرات، الفاظ پر غور تو فرمائیں......! اللہ تعالیٰ کا ارشاد کس قدر دل نشین ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر راہِ خدا میں دینے سے پاکیزہ رزق کے حصول کا تذکرہ فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا وَ مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: أَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ: أَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا [1]

”ہر دن جس میں لوگ صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ......! خرچ کرنے والے کو بہتر عطا فرما......! اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ......! روکنے والے کو خسارہ عطا فرما۔“

سامعین کرام......!

اب بھی کوئی اگر اس حقیقت کو نہ سمجھے کہ اللہ کی راہ میں دینے سے پاکیزہ رزق حاصل ہوتا ہے تو پھر اس شخص کی بدنصیبی اور محرومی ہی کہا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ [2]

---

[1] صحیح البخاری: 1442

[2] سبا: 39

"کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔"

غربا اور طلبا پر خرچ کریں

خرچ کرنے کے حوالے سے دو چیزوں کا خصوصی خیال رکھا کریں:

① ...... غربا و مساکین:

آپ کے ارد گرد جو بے سہارا لوگ ہیں ان کا خصوصی خیال رکھا کریں، بیوہ، یتیم، معذور اور محتاج پر خرچ کرنا اور اس کی ضرورت کا خیال رکھنا جہاں اعلیٰ درجے کی عبادت ہے وہاں اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کے لیے پاکیزہ رزق کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ [1]

"نہیں تم مدد کیے جاتے اور رزق دیئے جاتے مگر اپنے ضعفا کی وجہ سے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب غربا و مساکین پر خرچ کیا جاتا ہے، ان کے پیٹ سیراب ہوتے ہیں، ان کے دل خوش ہوتے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو کر مزید پاکیزہ رزق عطا فرماتے ہیں، یعنی یہ ظاہر ہے کہ غربا مساکین بھی اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور جو اللہ کے لیے ان کا خیال رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا خصوصی خیال

[1] صحیح البخاری: 2896

رکھتے ہیں اور یہ بات بھی اس حدیث کے مفہوم میں شامل ہے کہ جب غربا و مساکین پر خرچ کیا جاتا ہے تو وہ اپنے محسنین کے لیے خلوص دل سے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے تمام خزانوں کے منہ کھول دیتے ہیں۔

② ...... دینی مدارس کے طلبا:

ہمارے گردوپیش جامعات میں سینکڑوں کی تعداد میں طلبا زیر تعلیم ہیں کہ جنہوں نے بچپن ہی سے اپنی زندگی کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیا ہے، ایسے پاکیزہ لوگوں پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پاکیزہ رزق عطا فرماتے ہیں۔ طلبائے قرآن اور طلبائے حدیث پر خوش دلی سے خرچ کیا کریں، ان کی ضروریات اور سہولیات کا خیال رکھا کریں، اس کے بدلے آپ کو رزق کی برکت اور کثرت حاصل ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ان میں سے ایک زیادہ وقت رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہا کرتا تھا، علم اور حدیث سیکھتا رہتا تھا اور دوسرا کام کاج کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کام کاج کرنے والے بھائی نے رسول اللہ ﷺ کے ہاں شکایت لگائی: اے اللہ کے رسول......! میرا بھائی زیادہ دیر آپ کی مجلس میں بیٹھا رہتا ہے اور کام کاج کی طرف زیادہ دھیان نہیں کرتا، تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ [1] ''شاید تجھے اسی کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہو۔''

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں......! یہ مت سمجھا کریں کہ ہمیں رزق صرف اس لیے مل رہا ہے کہ ہماری دوکان مین بازار میں ہے یا ہماری مل، فیکٹری میں ملازم زیادہ ہیں یا ہم بہت زیادہ تجربہ کار ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی: 2345، سلسلہ احادیث صحیحہ: 2769

بلکہ یاد رکھو......! آپ کو پاکیزہ رزق ملنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ غربا وطلبا پر خرچ کرتے ہیں اور وہ مخلص لوگ آپ کے لیے خلوص دل سے پاکیزہ رزق کی دعا کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتے ہوئے آپ پر اپنی خیر وبرکت کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔

قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ اے میرے حبیب......! آپ اعلان کر دیں......!

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ فَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ○ [1]

''کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔''

4 ......رحم کے رشتوں کو جوڑنا

اسلام ہمیں بڑی شد و مد اور بڑی سختی سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ صلہ رحمی کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے ددھیال اور ننھیال سے جو قریبی اور پیارے رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک والا معاملہ کرے، ان پر خرچ کرے اور ان کی ضروریات اور ان کے جذبات کا خیال رکھے اور کسی صورت بھی ان کے ساتھ ظلم وستم والا معاملہ نہ کرے، اگر کوئی رحم کا رشتے دار بہت زیادہ شریر ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ اعراض کرنے کی اجازت ہے کہ انسان اس کے ساتھ اپنے تعلقات محدود کر لے اور صلہ رحمی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی جہاں پرسکون گزرتی ہے

---

[1] سبا:39

وہاں اللہ تعالیٰ اسے پاکیزہ رزق سے بھی وافر حصہ عطا فرماتے ہیں۔

صحیح البخاری میں ایک حدیث ہے جسے حضرت امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَأَنْ يُّنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ [1]

''جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے، پس وہ ضرور صلہ رحمی کرے۔''

بعض روایات میں (مَنْ سَرَّهُ) کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

آج ہمارے ہاں پاکیزہ رزق میں سب سے بڑی رکاوٹ ہماری سنگدلی اور قطع رحمی بھی ہے کہ ہم رِحم کے رشتوں کو توڑتے ہوئے ذرّہ بھر حیا نہیں کرتے جس سے ساری زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے اور سورۃ البقرہ کی 27 نمبر آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ قطع تعلقی کرنے والے رِحم کے رشتے توڑنے والے ہمیشہ خسارے ہی میں رہتے ہیں اور جو لوگ دلوں کو جوڑنے والے اور رشتہ داریوں کا حیا کرنے والے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی نافرمانیوں کے باوجود بھی ان کو پاکیزہ رزق عطا کرتا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ حَتّٰى إِنَّ أَهْلَ بَيْتٍ لَيَكُوْنُوْا فَجَرَةً فَتَنْمُوْا أَمْوَالُهُمْ وَ يَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوْا وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ

[1] صحیح البخاری: 2067

يَتَوَاصَلُوْنَ فَيَحْتَاجُوْنَ [1]

"اطاعت کے کاموں میں سے سب سے جلدی ثواب صلہ رحمی کا ملتا ہے، یہاں تک کہ بعض گھرانوں کے لوگ نافرمان قسم کے ہوتے ہیں، پس ان کے مال بھی بڑھتے ہیں اوران کی تعداد بھی بڑھتی ہے جب تک وہ صلہ رحمی کرتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ صلہ رحمی کرنے والے لوگ بھی محتاج ہوجائیں......

سبحان اللہ......! حضرات، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے شخص کی نافرمانی کو بھی برداشت کرتے ہوئے اس کو پاکیزہ رزق عطا کرتے ہیں اوراس کے مدمقابل ہم نے کئی ایسے خاندان اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ انہوں نے اپنے بڑوں کی وفات کے بعد سختی کی بھینٹ چڑھتے ہوئے آپس کے تعلقات کو کشیدہ کیا تو ان کے سارے کاروبار برباد ہوکر رہ گئے۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بھی ہے کہ قطع تعلق کرنے والے شخص پر دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی پکڑ ضرور آتی ہے۔ رِحم کا رشتے دار دیوبندی، بریلوی تو درکنار یہودی وعیسائی بھی کیوں نہ ہو اس کو بھی خیر پہنچانے میں کسی قسم کا بخل نہیں کرنا چاہیے۔

5 ......بار بار حج وعمرہ کرنا

پاکیزہ رزق کے ذرائع اوراسباب میں سے ایک اہم اور نادر سبب بار بار حج وعمرہ کرنا ہے جو لوگ کثرت سے عرش وفرش کے "داتا" کی چوکھٹ پر جا کر جھکتے ہیں پھر وہ بھی ان کے لیے پاکیزہ رزق کے سب دروازے کھول دیتا ہے۔

---

[1] صحیح ابن حبان:440

آپ کو یاد ہوگا کہ زم زم کا فیض بھی انسانیت کو وہیں سے نصیب ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ بار بار حج وعمرے کے لیے جایا کرو، اس سے فقر ختم ہوتا ہے اور پاکیزہ رزق نصیب ہوتا ہے۔

حضرت امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

''حج اور عمرہ بار بار کیا کرو''

اور ایک روایت میں ہے :

أَدِيْمُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

''حج اور عمرہ کرنے میں ہمیشگی کرو۔''

اس بعد رسول اللہ ﷺ نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا:

فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ [1]

''کیونکہ حج وعمرے سے فقر ختم ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں، جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بیت اللہ کے پاکیزہ سفر کے لیے بار بار جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے فقر کو ختم کرنے کے بعد اس کو پاکیزہ رزق عطا فرماتے ہیں۔ ایسی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ بار بار حج وعمرہ کرنے والوں کو کبھی

---

[1] مسند احمد: 3696، جامع الترمذی: 810، سنن ابن ماجہ: 2787

کسی چیز کی کمی نہیں آئی۔ آپ حیران ہوں گے کہ جو شخص وسائل کے باوجود حج وعمرہ نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی حقیقی برکت اور لذت سے محروم فرمادیتے ہیں، اسے کبھی پاکیزہ رزق نصیب نہیں ہوتا، اس کے معاملات اٹکے اور لٹکے رہتے ہیں اور ضروریات ادھوری رہتی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک صحیح حدیثِ قدسی ملاحظہ فرمائیں

إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيْشَةِ تَمْضِيْ عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَا يَفِدُ إِلَيَّ لَمَحْرُوْمٌ [1]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یقیناً میرا وہ بندہ کہ جس کو میں صحت والا جسم اور وسعت والی معیشت عطا کروں اور اس پر پانچ سال گزر جائیں وہ میری طرف نہ آئے البتہ وہ شخص محروم ہے۔“

سامعین کرام......!

اس بات کا آپ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ محروم کہیں وہ کتنا بڑا محروم شخص ہوگا......؟ اور وہ کس قدر رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہوگا......؟

اور اس کو اس محرومی کی بنا پر کس قدر بے چینی اور بدسکونی کا سامنا ہوگا......؟

آیئے......! اگر آپ واقعتہً پاکیزہ رزق کی محرومی سے بچنا چاہتے ہیں تو بیت اللہ کا رُخ کریں......!

خدا کی قسم......! اب تو بیت اللہ کی طرف جا کر حج عمرہ کرنا، معاملہ ہی بہت آسان ہے جب کہ کبھی وقت تھا کہ لوگ برسوں کا پیدل سفر کر کے بیت اللہ کے حج

---

[1] صحیح ابن حبان:3703 سلسلہ احادیث صحیحہ:1662

کے لیے جایا کرتے تھے۔

مشہور فقیہ ابوالحسن محمد بن قاسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم بشر بن محمد سے سنا جو کہ جج تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ طواف میں ایک شخص کو دیکھا جس کو عبادت نے مشقت میں ڈالا ہوا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد تھا وَبِيَدِهِ عَصًا وَهُوَ يَطُوفُ مُعْتَمِدًا عَلَيْهَا ''اور اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور وہ اس پر ٹیک لگائے ہوئے طواف کر رہا تھا۔

قاضی ابوالقاسم کہتے ہیں: میں اس کی طرف آگے بڑھا اور میں اس سے سوال کرنے والا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا: مِنْ اَيْنَ اَنْتَ؟ ''تو کہاں سے آیا ہے......؟''

میں نے کہا: میں خراسان سے ہوں۔

اس نے کہا: خراسان کس کونے میں ہے......؟

میں نے کہا: وہ مشرق کی جانب ہے۔

اس نے مجھ سے پوچھا: بیت اللہ تک کا رستہ تم کتنے دنوں میں طے کرتے ہو......؟ میں نے کہا: تقریباً 2۔3 ماہ لگ ہی جاتے ہیں۔

اس نے کہا:

أَفَلَا تَحُجُّوْنَ كُلَّ عَامٍ فَأَنْتُمْ مِنْ جِيْرَانِ هٰذَا الْبَيْتِ..؟

''کیا پس تم ہر سال حج نہیں کرتے ہو......؟ جب کہ تم اس گھر کے پڑوسیوں میں سے ہو۔''

قاضی ابوالقاسم کہتے ہیں: میں اس کی بات سن کر ششدر اور حیران رہ گیا اور میں نے کہا:

وَكَمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ هٰذَا الْبَيْتِ

''تمہارے درمیان اور اس گھر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے......؟''

اس نے کہا: اللہ کے بندے! ہمارے علاقے سے بیت اللہ کا سفر پانچ سال کی مسافت کا ہے، میں لاٹھی ٹیکتا ٹیکتا کم وبیش پانچ سال میں بیت اللہ پہنچا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں یہ جو تجھے میرے سر اور میری داڑھی میں سفید بال نظر آ رہے ہیں۔

خَرَجْتُ مِنْ بَلَدِيْ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ رَأْسِيْ وَلِحْيَتِيْ شَيْبٌ

''جب میں وطن سے نکلا تھا تو میرے سر اور میری داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہیں تھا۔'' [1]

قاضی ابوالقاسم کہتے ہیں: میں نے اس کو کہا: اللہ کی قسم......! یہ تو بڑی سخت مشقت، نادر اطاعت اور سچی محبت ہے......؟ جب میں نے اتنی بات کہی تو اس نے میرے سامنے مسکراتے ہوئے مندرجہ ذیل رباعی پڑھی:

زُرْ مَنْ هَوِيْتَ وَإِنْ شَطَّتْ بِكَ الدَّارُ
وَحَالَ مِنْ دُوْنِهِ حُجُبٌ وَأَسْتَارُ
لَا يَمْنَعَنَّكَ بُعْدٌ مِّنْ زِيَارَتِهِ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يَّهْوَاهُ زَوَّارُ

''تو ملاقات کر جس سے تجھ کو محبت ہے اگرچہ اس کا گھر تجھ سے بہت زیادہ دور ہے اور اس کے درمیان بہت سی رکاوٹیں اور پردے حائل ہیں، مسافت کی

---

[1] سورۃ الحج آیت 27 کے تحت متعدد مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ چند ایک
الکشف والبیان للثعلبی، البحر المدید للشاذلی، تفسیر النسفی،
تفسیر روح البیان لاسماعیل الحقی وکتب التفاسیر الاخری

دوری اس کی ملاقات سے تجھے ہرگز نہ روکے کیونکہ سچا پیار کرنے والا جس سے چاہت رکھتا ہے وہ اس کی بہت زیادہ زیارت کرتا ہے۔''

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو بیت اللہ کے معاملے میں غفلت سے بیدار کرنے کے لیے یہی ایک واقعہ کافی ہے۔

یاد رکھیں......! بیت اللہ کی محبت سے پاکیزہ رزق کے سب دروازے کھل جاتے ہیں آپ بیت اللہ کی زیارت کو پاکیزہ رزق کی کنجی سمجھیں۔

6 ...... ہر معاملے میں آخرت کو ترجیح دینا

پاکیزہ رزق کے حصول کا چھٹا اور اہم ذریعہ یہ ہے کہ ہم آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے بن جائیں، دنیا کا ہر فیصلہ کرتے ہوئے اپنی آخرت کا فائدہ اور نفع مقدم رکھیں۔ جو لوگ دنیا کی خاطر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو کسی صورت بھی پاکیزہ رزق نصیب نہیں ہوتا بلکہ ان کے سارے معاملے الجھ اور بکھر جاتے ہیں۔

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ [1]

''جس شخص کا اصل مقصد آخرت ہو اللہ تعالیٰ مالی کشادگی کو اس کے دل میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے بکھرے ہوئے سب معاملات سدھار دیتے ہیں اور دنیا

---

[1] مسند احمد:21590، جامع الترمذی:2465

بھی اس کے پاس ناک رگڑ کر آتی ہے۔"

یاد رہے......! اس کے برعکس جو لوگ رزق اور مال کی تلاش میں نماز ، روزے تک کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن جاتے ہیں ایسے لوگوں کو کسی صورت پاکیزہ رزق نصیب نہیں ہوتا بلکہ عملی طور پر دیکھا گیا ہے کہ دنیا کی تلاش میں دن رات ایک کرنے والے جہاں دنیا کا لطف کھو دیتے ہیں وہاں رزق کی برکتوں سے بھی ساری زندگی محروم رہتے ہیں۔

پاکیزہ رزق کے حصول کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ اپنی نیت کا قبلہ درست کریں، جب آپ کی نیت آخرت کمانے اور آخرت بنانے کی ہوگی تو دنیا کے تمام خزانے آپ کے قدموں میں جھک کر آپ کو سلام کریں گے اور آپ دنیا اور مال کی خاطر آخرت برباد کریں گے تو دنیا ہاتھ آئے گی اور نہ ہی آخرت سنورے گی۔

7 ...... پاکیزہ رزق کی دعا کرنا

پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے آخری پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اکثر اوقات دعائیں کرتے رہیں، رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ سچے مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا چاہیے اور بہت زیادہ مانگنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے رزق حلال کا سوال کرنے والا مسلمان کسی صورت بھی محروم نہیں رہتا۔ پاکیزہ رزق کے حصول کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک دعائیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک قرآنی دعا کو اچھی طرح یاد کر لیں......!

کہ اے ہمارے رب......! تو ہمارا رازق ہے، رزّاق ہے۔

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ [1]

''اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو ہی سب رزق دینے والوں میں سے بہترین رزق دینے والا ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد ایک دعا پڑھا کرتے تھے، اس کو بھی اپنا معمول بنائیں بہت جلد پاکیزہ رزق نصیب ہوگا اور اس دعا کے کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا [2]

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے فائدے والے علم، قبول شدہ عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔''

اپنی زندگی میں کاروبار کرتے ہوئے بیان کردہ تمام اسباب کا خیال رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کو فراخی وکشادگی والا پاکیزہ رزق عطا فرمائے گا جس سے آپ کی تمام ضرورتیں باعزت طریقے سے پوری ہوں گی۔

اور یاد رکھیں......!

پاکیزہ رزق بہت زیادہ مال کا نام نہیں، بلکہ صحیح حدیث کے مطابق پاکیزہ رزق وہی ہے جو آپ کے دینی معاملات میں آپ کا معاون بنے اور جس سے آپ کی دنیوی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں، کیونکہ دین سے دور کر دینے والا رزق کسی صورت بھی پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور فرشتے بھی روزانہ اسی بات کا اعلان کرتے ہیں:

---

[1] المائدہ:114

[2] مسند احمد:26731، سنن ابن ماجہ:925

اے آدم کے بیٹے......! مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَالْهٰى

''وہ تھوڑا مال جس سے ضرورت پوری ہوتی رہے اس زیادہ مال سے کئی درجے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی غافل کر دے۔''

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ فَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ [1]

''کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سمجھنے، سیکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین......!

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

---

[1] سبا:39

کرنے کا اصل کام
اور اس کے دس فائدے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [1]

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا و امامنا فی الآخرۃ و امامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

---

[1] آل عمران:110

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

ایسا انسان خوش نصیب ہے جو مسلمان ہے اور جس کے دل میں اسلام کی قدر اور محبت ہے لیکن وہ شخص حد درجہ خوش نصیب ہے جو اسلام کی قدر اور محبت جاننے کے بعد اس کا سچا داعی بنتے ہوئے دوسروں کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے، کلمہ پڑھنے کے بعد کرنے کا اصل کام بھی یہی ہے کہ انسان کے دل میں ہمہ وقت دین کی غیرت اور محبت چھائی رہے اور وہ ہر اہم موقع پہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرنے والا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی تئیس سالہ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بسر کیا اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاں دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی اس قدر زیادہ اہمیت تھی کہ جب بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے آتا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام بیعت کے وقت کلمہ پڑھانے کے بعد باقاعدہ اس بات کا عہد لیتے کہ آج کے بعد دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہوئے، برائی سے منع کرتے ہوئے اور دین کی بات کرتے ہوئے تم شرماؤ گے نہ گھبراؤ گے اور نہ ہی اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کرو گے۔ اللہ اکبر!

اور ویسے بھی جب اسلام اور نیکی انسان کے دل میں اترتی ہے تو پھر وہ اس کو آرام اور چین سے بیٹھنے نہیں دیتی بلکہ نیکی کی دعوت اور برائی کی نفرت اس کو ہمہ وقت

متحرک رکھتی ہے کہ وہ قال اللہ اور قال الرسول کی بات کرنے کے بعد ہی آرام اور چین سے بیٹھتا ہے۔

یاد رکھیں......! آج موجودہ حالات میں جس قدر آوارگی اور بے راہ روی بڑھ چکی ہے، ہمارے بچاؤ کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں آنے والا ہر شخص جو سنے اس کو آگے بیان کرتے ہوئے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

آج میں آپ کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دس اہم فوائد بیان کرنا چاہتا ہوں، جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا شخص کس قدر صاحبِ عزت اور سعادت مند انسان ہے۔

①...... فضیلت کا سبب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو تمام امتوں پر عزت وعظمت اور فضیلت عطا کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ تم سے پہلے انہتر امتیں گزر چکی ہیں تم سترویں آخری امت ہو لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب امت ہو، تم اپنے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والی امت ہو۔ اور اسی طرح صحیح البخاری کی حدیث ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہم سب سے پہلے بھی ہیں اور پچھلے بھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! اس بات کا کیا مطلب......؟ اگر پہلے ہیں تو پچھلے کیسے......؟ اگر پچھلے ہیں تو پہلے کیسے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب سے پچھلے ہیں اور قیامت والے دن جنت جانے والے سب سے پہلے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی

بہترین امت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [1]

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت نے اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا کہ ہمارے بھیجے جانے کا مقصد کوٹھیوں اور بنگلوں میں بیٹھنا نہیں، ہمارے بھیجے جانے کا مقصد صرف کاروبار اور تجارتی لین دین نہیں بلکہ ہمارے بھیجے جانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم دنیا میں انسانیت کے لیے اصلاح کا پیغام لے کر آئیں، ہم دنیا والوں کو نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کے لیے آئے ہیں اور ہمارا ہر پل اللہ پر ہی ایمان ہوتا ہے کہ وہ ہمیں دونوں جہانوں میں کامیاب کرے۔

حضراتِ ذی وقار......! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''خیرامۃ'' کا لقب دیا۔ یہ لقب بھی ہے اور اعزاز بھی اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تم اسی صورت میں بہترین قرار پاؤ گے جب تم نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے منع کرتے رہو گے۔ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی جو شخص آوارہ اور بدکار ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے نہ ہی برائی سے منع کرتا ہے ایسا شخص کسی صورت بھی بہترین نہیں بلکہ وہ اپنی غفلت اور برے کردار کی وجہ سے بدترین شخص ہے، تو قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نیکی کا حکم

---

[1] آل عمران:110

کرنے والا ہے اور برائی سے منع کرنے والا ہے وہ ہی ''خیرامہ'' میں شامل ہے اور کائنات کا بہترین شخص ہے۔

2......انبیاء ورسل علیہم السلام کے طریقے پر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا خوش نصیب جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین امتی ہے وہاں وہ کائنات کی سب سے زیادہ پاکیزہ اور مبارک شخصیات انبیاء ورسل علیہم السلام کے طریقے پر ہے۔

انبیاء ورسل علیہم السلام کی زندگی کا مقصدِ وحید صرف اور صرف نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہی ہوتا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انبیاء ورسل علیہم السلام کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ قوموں کے رسول اور انبیاء

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ [1]

''وہ ان کو حکم دیتے تھے نیکی کا اور ان کو منع کرتے تھے برائی سے۔''

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَوٰةِ وَالزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا [2]

''وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے ہاں بہت زیادہ پسندیدہ تھے۔''

---

[1] الاعراف:157

[2] مریم:55

آج ہمارے ہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معاملہ اس قدر غفلت کا شکار ہو چکا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو بھی نیکی کا حکم دیتے ہیں اور نہ ہی سختی کے ساتھ برائی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج ہماری جوان بچیاں بے پردہ ہیں، مخلوط تعلیم ہے اور آوارگی اور بے راہ روی کا عالم یہ ہے کہ فیشن، موبائل اور نیٹ نے پرلے درجے کا بے حیا بنا دیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید نہایت کھول کر بیان کرتا ہے کہ جب مائی مریم علیہا السلام ان کی کفالت میں تھیں تو انہوں نے جب ان کے پاس تر و تازہ پھل دیکھے تو خاموش نہیں رہے، بلکہ فوراً سوال کیا کہ سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آئے ہیں......؟

کیا آپ نے کبھی اپنی بیٹی کو یہ پوچھا ہے کہ موبائل میں نے تو تجھے لے کر نہیں دیا، تیرے پاس موبائل کہاں سے آیا ہے......؟

میں نے تجھے گھر سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی، تم گھر سے باہر کیوں نکلی ہو اور کہاں سے آئی ہو......؟

اور آپ کو یاد ہوگا کہ سورۂ لقمان میں حضرت لقمان رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نہایت دانا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ولی تھے اور وہ بھی اپنی اولاد کو اس بات کا حکم دیا کرتے تھے کہ اے میرے بیٹے......! مردانگی اور ہمت والے کام کرو اور مردانگی اور ہمت والا کام یہی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ، ان کو نیکی کی راہ دکھلاؤ اور ان کے سامنے برائی کے نقصانات بیان کرتے ہوئے ان کو برائی سے روکو اور ٹوکو۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ

الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ❶

''اے میرے (پیارے) بیٹے......! تو نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برے کاموں سے روک اور جو تجھے تکلیف پہنچے اس پر صبر کر، بلاشبہ یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔''

آج کہاں چلے گئے وہ والدین جو اپنے بچوں کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا کرتے تھے......؟

میرے پیارے مسلمان بھائیو......! یاد رکھو، جب مسلم معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ معاشرہ بری طرح بگڑ جاتا ہے، جیسا کہ ہم اپنے اردگرد کے ماحول میں دیکھ رہے ہیں۔

ہمارے بعض اسلاف نے نیکی کا حکم نہ دینے والے اور برائی سے نہ روکنے والے شخص کو برابر کا مجرم، بلکہ گونگا شیطان قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو انبیاء ورسل علیہم السلام کی راہ پر چلتے ہوئے داعی الی اللہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

③......کائنات کا سب سے اچھا انسان

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کا اعلیٰ ترین انسان قرار دیا ہے اور ایسا شخص کس قدر خوش نصیب ہے کہ جس کو قرآن کے پاروں میں اعلیٰ ترین انسان تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

❶ لقمان: 17

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [1]

''اور اس شخص سے زیادہ اچھا کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور اس نے کہا: بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

سامعین کرام......!

اچھا کھانے پینے اور پہننے سے کوئی بھی مسلمان اچھا انسان نہیں بن سکتا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اچھی گاڑی اور اچھی سواری اور اچھے رہن سہن سے ہم بہت اعلیٰ اور بلند و بالا بن چکے ہیں یہ صرف اور صرف ہماری خام خیالی اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ حقیقت میں اعلیٰ انسان اور بہترین مسلمان وہ شخص ہے جو خود بھی باعمل ہے اور لوگوں کو بھی نیکی کی دعوت دیتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے اور اگر اس حوالے سے صحابہ وتابعین اور صالحین کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ کی قسم......! عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ ان لوگوں نے کس طرح دیوانہ وار اپنا سب کچھ دعوتِ الی اللہ کے لیے لٹادیا......ہمیں تو غربت اور دنیا کی قلت کی بے چینی رہتی ہے، ہمارے اسلاف ہمہ وقت دین کی دعوت کے لیے بے چین رہتے تھے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ ایک دفعہ چند لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جھوٹ بول کر آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے چوٹی کے ستر قراء کرام کو مدینے سے لے گئے اور پھر ان کو بری طرح نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کردیا، اس سانحہ پر مسلمانوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا، کیونکہ وہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حد درجہ عالم، فاضل اور قرآن کے ماہر قاری تھے لیکن آپ حیران ہوں گے کہ وہ عالم اور قرآن کے ماہر ہونے کے ساتھ

---

[1] حم سجدہ:33

ساتھ اس قدر باعمل اور داعی الی اللہ تھے کہ آج ہمیں اپنے علما و قراء میں وہ جھلک کم ہی نظر آتی ہے۔ صحیح البخاری کے الفاظ کے مطابق ان شہید ہونے والے ستر قراء کرام کا کردار درج ذیل تھا۔

يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ و يَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَ كَانُوْ بِالنَّهَارِ يَجِيئُوْنَ بِالْمَاءِ فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِأَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَاءِ [1]

”وہ رات کو قرآن کی قراءت کرتے اور اسے سیکھتے اور دن کو میٹھا پانی لے کر آتے اور اس کو مسجد میں رکھتے، پھر لکڑیوں کا ایندھن اکٹھا کر کے اسے بیچتے اور اس سے اصحابِ صفہ اور دیگر فقرا کے لیے غلہ خریدتے ...... سبحان اللہ! اللھم صل علیھم......

سامعین کرام......!

غور فرمائیں کہ دعوتِ الی اللہ پر جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر باعمل اور باکردار تھے اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے میدان میں کس قدر تکالیف اور آزمائشوں کا سامنا ہوا کہ ان کو حد درجہ بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا، یہی وہ لوگ ہیں جن کو قرآن اعلیٰ انسان اور بہترین مسلمان قرار دیتا ہے۔

4...... دوسروں کی نیکی سے پورا اجر پانے والا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا چوتھا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف بلانے والا، نیکی کی دعوت دینے والا ہوتا ہے اس کی دعوت سے جتنے لوگ نیک اعمال کرنا شروع کرتے ہیں اس خوش نصیب داعی کو ان کے اعمال سے پورا پورا اجر و

[1] صحیح البخاری: 4090

ثواب دیا جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے روکنے سے گناہ سے رک جاتا ہے تو اس پر بھی داعی کے نامۂ اعمال میں اجر و ثواب کا انبار لگا دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح حدیث ہے جس کو امام المحدثین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ مِن أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مثْلَ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا [1]

''جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس ہدایت کی پیروی کرنے والے کی مانند ثواب ہوگا جب کہ پیروی کرنے والوں کے اجر سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس کے لیے بھی گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں سے کسی چیز کی کمی نہیں کی جائے گی۔''

اور اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فاعِلِهِ [2]

''جس نے بھلائی پر رہنمائی کی اس کے لیے بھلائی کرنے والے کی مانند اجر ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم:1017

[2] صحیح مسلم، الامارات:1893

کیا خوش بختی ہے اس مسلمان کے لیے جو اللہ کے بندوں کو سیدھی راہ، راہِ ہدایت، قرآن وسنت پر لانے کے لیے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ یہ صدقہ جاریہ کی اس قدر خوبصورت شکل ہے کہ اس کے ذریعے قیامت تک انسان کو اجر وثواب پہنچتا رہے گا اور قرآن پاک بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

’’اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

5 ...... صدقات وخیرات کے برابر ثواب پانے والا

ہمارے دین میں انفاق فی سبیل اللہ، یعنی صدقہ وخیرات کو بہت زیادہ اہمیت وحیثیت حاصل ہے اور ہمارے دین میں صدقہ وخیرات کرنے والے شخص کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی اور تعریف کی گئی ہے۔ قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والا شخص ہمیشہ بامراد اور باکمال رہتا ہے۔

لیکن ...... ! قدرت کی تقسیم کے پیش نظر کئی لوگ امیر ہوتے ہیں اور کچھ غریب ہوتے ہیں، امراء کے لیے صدقہ وخیرات کرنا غربا کی نسبت قدرے آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے غربا پر اپنی کرم نوازی کرتے ہوئے ایسے اعمال بیان کر دیئے

---

[1] آل عمران: 104

ہیں جو کہ صدقہ وخیرات کے برابر ہیں اور بعض روایات کے مطابق صدقہ وخیرات سے بھی بہتر ہیں۔ انھی اعمال میں سے ایک عمل نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا: اے علی......!

"اللہ کی قسم......! اگر تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔"

اور سرخ اونٹ عرب کا قیمتی خزانہ تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں ایک صریح روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غربا صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا: اللہ کے رسول......! تاجر لوگ تو بہت زیادہ اجر وثواب لے گئے، کیونکہ وہ ہماری طرح کے دیگر اعمال بھی کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات اس قدر زیادہ کرتے ہیں کہ ہم ان کے مقام ومرتبے اور اجر وثواب کو کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ [1]

"نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔"

ان الفاظ کا سیدھا سادھا مطلب یہی ہے کہ جو ثواب سخاوت کرنے والے تاجر کو اس کے صدقہ وخیرات پر دیا جاتا ہے وہی ثواب نیکی کی دعوت دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے مخلص داعی کو بھی دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

---

[1] صحیح مسلم: الزکوٰۃ۔ 144

اس لیے غریب خطبا وعلما اپنے آپ کو کسی بزنس مین تاجر اور سخی سے کم تر نہ سمجھیں، اگر ان کی دعوت میں اخلاص ہے تو پھر ان کے مقام ومرتبے کو بڑے سے بڑا سخی بھی نہیں پہنچ سکتا......! لیکن شرط یہ ہے کہ داعی الی اللہ، خطیب اور عالم دین کی دعوت کے ساتھ مخلص ہوں۔ دین کی آڑ میں دکانداری کرنے والا نہ ہو، کیونکہ اس وقت بظاہر دین کا نام لینے والے پیشہ ور دکاندار ہیں، دین دار نہیں۔

6...... گناہوں کو بھی مٹا دیا جاتا ہے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس قدر پاکیزہ اور مبارک فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اپنے داعی کے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِ وَمَالِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا........... وَالأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ [1]

”آدمی اپنے اہل وعیال، گھر اور مال کے معاملات میں جن گناہوں کا شکار ہوتا ہے ان گناہوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔“

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ کبھی کبھار انسان سے گھریلو معاملات میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر اچانک غصے میں آ جانا، اچانک منہ سے نازیبا کلمات کا نکل جانا یا اس کے علاوہ کوئی بھی کمی بیشی انسان ہونے کے ناتے ہو جاتی ہے، لیکن

[1] صحیح مسلم: 144

اللہ تعالیٰ باعمل انسان سے بتقاضہ بشریت ہو جانے والی معمولی خطاؤں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی برکت سے معاف فرما دیتے ہیں، بشرطیکہ بندہ عادی مجرم اور کبائر کا مرتکب نہ ہو۔

7......کامیاب ترین انسان

محض دعوے کرنے سے انسان کامیاب نہیں ہوتا، بڑے بڑے اشتہار اور بلند و بالا القابات کسی بھی شخص کی کامیابی کی دلیل نہیں ہیں، بلکہ حقیقت میں کامیاب شخص وہ ہے جو دردِ دل اور خلوصِ نیت سے اللہ کے بندوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کی محنت کرتا ہے، ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور ان کو برائی سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔
تیسویں پارے کی سورۂ عصر پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○

’’زمانے کی قسم......! بلاشبہ انسان، البتہ گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نیکی کی تلقین اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔‘‘

اس سورۃ کے بارے میں غالباً امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کی ہدایت کے لیے یہی سورۃ ہی کافی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب لوگوں کے اوصاف کو اجمال اور ترتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی کامیابی اور ناکامی کا جائزہ لینا چاہے تو یہ سورۃ اس کے لیے بہترین معیار ہے اور بعض حسن درجے کی روایات میں جن کو امام البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں بھی نقل فرمایا ہے آتا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آپس میں ملاقات کرتے تو سلام دعا اور حال احوال کے بعد اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے جب تک سورۃ العصر سنا نہیں دیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر!

اس سورۃ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت وحیثیت کو خوب سے خوب تر نمایاں کر دیا ہے کہ کامیابی کے لیے بذاتِ خود باعمل ہونا کافی نہیں، بلکہ کامیابی کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے داعی الی الحق بننا بھی لازمی وضروری ہے اور قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ [1]

'اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

(8)...... اللہ کی خاص مدد پانے والا

یہ بات تو کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ جو لوگ اپنے دلوں میں اللہ کے دین کو پھیلانے کا جذبہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو توفیق دیتے ہوئے ان کے لیے خیر و برکت اور اپنی خاص نصرت کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ [2]

---

[1] آل عمران: 104

[2] سورۃ محمد

''اے ایمان والو......! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔''

تمام مفسرین نے بالاتفاق اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ اللہ کی مدد کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کرنا، اللہ کے رسول کی مدد کرنا، اللہ کی دعوت اور اس کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانا۔ جو شخص بھی مخلص ہو کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے گا اللہ پاک اس کو دنیا ہی میں اپنی جنت کا نظارہ کرا دیں گے۔ اس حوالے سے قرآن سے لے کر تاریخ تک آپ نیک لوگوں کی سیرت کا مطالعہ کریں تو آپ کا ایمان مچل جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو کس قدر باکرامت اور اپنی نصرت سے ہمکنار کیا تھا۔ قرآن مجید میں ماں آسیہ علیہا السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات آپ کے علم میں ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک صحابی کا واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کیسے نرالے انداز میں مدد کرتا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ جب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے تو ان کے دل میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوتِ الی اللہ کی عجب تڑپ پیدا ہو گئی، وہ دین کی دعوت اور نیکی کا پیغام لے کر اپنے قبیلے کے پاس پہنچ گئے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچا تو مجھے شدید بھوک لگی ہوئی تھی، اور وہ کھانا کھا رہے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر میرے پاس آئے (وَ اَکْرَمُوْنِیْ) انہوں نے میری بہت عزت کی اور مجھے خوش آمدید کہا، جب میں ان کے دستر خوان کے قریب ہوا وہ خون کھا رہے تھے، میں نے خون کھانے سے انکار کر دیا انہوں نے کہا محسوس ہوتا

ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں بے دین نہیں ہوا بلکہ

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

''میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔''

اور مجھے امام کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں تم کو اسلام اور شریعت محمدیہ کی دعوت دوں۔ اتنی بات کرنا تھی کہ سارے لوگ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے مخالف ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

فَكَذَّبُوْنِيْ وَزَبَرُوْنِيْ

''انہوں نے مجھے جھٹلایا اور مجھے دھمکیاں دیں۔''

میں پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے بندو......! مجھے کم از کم پانی تو پلا دو (فَاِنِّيْ شَدِيْدُ الْعَطَشِ) ''مجھے سخت پیاس لگی ہے۔'' وہ جواب میں کہنے لگے: ہم تجھے ہرگز پانی نہیں دیں گے ایسے پیاسا ہی مرجا۔

سامعین کرام، غور فرمائیں......!

بظاہر اللہ والوں پر کتنی سختیاں آتی ہیں مگر آخر میں جو ان کو مقام، شان اور بلند عزت نصیب ہوتی ہے اس کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے شدید پیاس اور سخت بھوک تھی اور سفر کی تھکاوٹ نے مجھ کو نڈھال کر دیا تھا حتی کہ میرا دم گھٹنا شروع ہو گیا اور اسی بے بسی کی حالت میں میں تپتی ہوئی گرم ریت پر شدید گرمی میں اپنی پگڑی پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب نیند آئی تو میرے پاس دودھ لایا گیا۔ لوگوں نے ایسا لذیذ دودھ کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ میں نے وہ دودھ جی بھر کر پیا تو مجھے ہوش آئی اور میں نے اس قدر سیراب ہو کر دودھ پیا کہ (عَظُمَ بَطْنِيْ) میرا پیٹ بڑا ہو گیا۔ اسی دوران میری قوم کے کچھ سمجھ دار لوگوں نے میرے

شدید مخالفوں کو کہا کہ تم نے اس سے اچھا سلوک نہیں کیا، کم از کم اس کو کچھ کھلا پلا تو دیتے۔ جاؤ! اس کو کھانا ہی کھلا دو، بات ماننا یا نہ ماننا بعد کی بات ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ وہ میرے پاس کھانا لے کر آئے، مجھے پیش کیا تو میں نے کہا:

لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ طَعَامِكُمْ وَشَرَابِكُمْ

''مجھ کو تمہارے کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَطْعَمَنِيْ وَسَقَانِيْ

''مجھ کو میرے اللہ نے کھلا پلا دیا ہے۔'' سبحان اللہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پیٹ سے کپڑا اہٹا کر اپنا پیٹ دکھایا، جب ان کو یقین ہو گیا کہ میں واقعتا کھانے سے سیر ہوں تو وہ سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔ [1]

ذی وقار سامعین حضرات......!

یہ سب کرامتیں اور برکتیں، آج ہم بھی حاصل کر سکتے ہیں، اگر ہم بھی دل کے جذبے کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے بن جائیں، نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں، ہمارے دل میں نیکی پھیلانے کا شوق ہو اور برائی کی شدید نفرت ہو اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ [2]

---

[1] المعجم الکبیر: 8074، کنز العمال: 37566، المستدرک: 3/ 641، سلسلہ صحیحہ (2706)

[2] آل عمران: 104

''اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

9 ...... رحمتِ الٰہی کا حقدار

یاد رکھیں......! اللہ کی سب رحمتیں ان مومنوں کے لیے ہیں جن کی سب صلاحیتیں اللہ کے دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ہیں۔ قرآن پاک نے اس بات کو نہایت ہی خوبصورت اسلوب میں بیان کیا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ [1]

''ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمادے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب، ہمیشہ حکمت والا ہے۔''

سامعین کرام......!

اس آیت میں (سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ) نہایت قابل توجہ جملہ ہے، اس کا معنی یہی سمجھ آتا ہے کہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے والوں کو وقتی طور پر بڑی سے بڑی مشکلات کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھو......! بہت جلد ایک وقت ضرور آئے گا کہ اللہ اپنے

[1] التوبہ: 71

ایسے مومن بندوں کے لیے اپنی رحمتوں کے سب دروازے کھول دے گا۔

⑩ ...... اللہ کی جنّت کا مہمان

جو شخص دل کے اخلاص سے اللہ کی طرف بلانے والا ہو اور گناہ سے نفرت کرتے ہوئے لوگوں کو گناہوں سے بچانے والا ہو، ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اپنی جنّت کی خوشبو کی پہلی قسط ادا کر دیتے ہیں...... کیا مطلب......؟

مطلب یہ ہے کہ سچا داعی اپنے دعوتی میدان میں اس قدر سکون، لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے گویا اس کو اللہ کی رحمت نے اپنے سائے میں لیا ہوا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان اللہ سے شاباش لینے کے لیے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيْقَ لِلشَّرِّ وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِلشَّرِّ مَغَالِيْقَ لِلْخَيْرِ فَطُوْبٰى لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيْحَ الْخَيْرِ عَلٰى يَدَيْهِ وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيْحَ الشَّرِّ عَلٰى يَدَيْهِ [1]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ نیکی کی چابیاں ہیں اور برائی کو بند کرنے والے ہیں اور بعض لوگ برائی کی چابیاں ہیں اور نیکی کو بند کرنے والے ہیں۔ جنّت کا درخت طوبیٰ ہے اس آدمی کے لیے جس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کے دروازے کھولے۔ اور جہنّم کی وادی ”ویل“ ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ سے برائی کے دروازے کھولے گئے۔“

---

[1] سنن ابن ماجہ: 237

اس حدیث نے کھول کر واضح کر دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دینے والے اللہ کی جنّت کے حقدار ہیں اور لوگوں کو برائی کی طرف مائل کرنے والے جہنّم میں بری طرح پھینک دیئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرض الموت میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ذرّہ بھر غفلت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابولؤلؤ مجوسی لعنتی نے نماز کی حالت میں خنجر کے وار سے زخمی کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ شدید لہولہان ہو گئے۔ آپ کی جگہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مکمل کرائی اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے ایک نوجوان آیا، اس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موت وحیات کی کشمکش میں ہونے کے باوجود اس نوجوان کو حکم دیا اور کہا: نوجوان......! اپنے ازار کو ٹخنوں سے اوپر کر۔ اللہ اکبر!

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر نیکی کو پھیلانے والے اور برائی سے منع کرنے والے تھے۔

اصل کام سے غفلت کا نتیجہ

اس وقت جس قدر فحاشی وعریانی، بے حیائی اور حرام خوری آپ دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے میں غفلت ہے اور اس وقت معاملہ علمائے کرام کے ہاتھ میں نہیں رہا، نہ ہی کانفرنسوں اور جلسوں سے پوری طرح بہتری آسکتی ہے، اگر آپ واقعۃً معاشرے کو اللہ کی پکڑ سے بچانا چاہتے ہیں تو آپ میں سے ہر شخص نیکی پھیلانے والا اور برائی سے روکنے والا مجاہد بن جائے۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ لوگ علما وخطبا سے زیادہ نیکی کا کام کر سکتے

ہیں کیونکہ ہم تو مساجد میں آئے خطبہ ودرس دیا، تقریر کی اور چلے گئے۔ آپ کا حق بنتا ہے کہ آپ دکانوں، بازاروں اور گھروں تک مساجد میں سنے ہوئے پیغام کو آگے پہنچا دیں، جب تک آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری کو اپنے فریضے میں شامل نہیں کریں گے، معاشرے میں کسی بھی صورت بہتری اور تبدیلی نہیں آسکتی۔

الحمدللہ......! اب تو باضابطہ طور پر جماعت میں ایسا نیٹ ورک قائم ہو چکا ہے، جس میں بزرگ اور نوجوان دعوت وتبلیغ کے لیے گھر گھر اور گاؤں گاؤں پہنچتے ہیں۔ آپ بھی اس کے لیے وقت نکالا کریں، وگرنہ یاد رکھیں......! اللہ تعالیٰ اس فریضے میں غفلت کرنے والی قوموں پر طرح طرح کے سخت عذاب نازل کرتا ہے۔ جس سے زندگی کا سکون اور قرار ختم ہو جاتا ہے اور معاشرہ بری طرح اللہ کی پکڑ کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہ دینے سے کئی طرح کی نحوستوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ان میں سے چار کا اختصار سے تذکرہ کیے دیتا ہوں۔

1 اللہ تعالیٰ کی ناراضی

جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہیں دیتے ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ اگر پہلی قوموں کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب اترنے کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ وہ لوگ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں حد درجہ غافل ہو چکے تھے۔ جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی محبت اور مغفرت سے محروم کر دیا اور ان پر اپنے غیظ وغضب کو نازل فرما دیا۔ آج اگر آپ اللہ کے غیظ وغضب سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنی ہمت، طاقت اور بساط کے مطابق نیکی پھیلائیں اور برائی سے منع کریں کیونکہ قرآن

مجید بار بار اس بات کی تلقین کر رہا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [1]

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

2 اللہ تعالیٰ کی لعنت

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قومیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیتی ہیں اور بالخصوص جب قوم کے صلحا اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمام پر اپنی پھٹکار، دھتکار اور لعنت کو نازل کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ [2]

''بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر کیا ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھنے والے تھے اور وہ برے کاموں کو ہوتے ہوئے دیکھ کر روکتے نہیں تھے البتہ وہ بہت برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

---

[1] آل عمران: 110

[2] المائدہ: 78-79

3 اللہ تعالیٰ کی پکڑ

جب لوگوں میں نیکی پھیلانے اور بدی سے روکنے کا جذبہ ختم ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ عمومی عذاب نازل فرماتا ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں اشارہ کیا ہے:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ [1]

''اور ایسے فتنے سے بچ جاؤ جو صرف ان لوگوں تک محدود نہیں رہے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا اور خوب جان لو بلاشبہ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرما رہے تھے:

مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُّغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْا إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَّعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ [2]

''جس قوم میں اللہ کی نافرمانی کے کام ہوں اور وہ اسے روکنے پر قادر ہوں مگر منع نہ کرتے ہوں تو قریب ہوتا ہے کہ اللہ اس سبب سے ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔''

4 دعاؤں کا قبول نہ ہونا

آج کل اکثر بھائی اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول

---

[1] الانفال:25

[2] سنن ابی داود:4388

نہیں ہو رہیں......؟ ہماری دعائیں اٹک اور لٹک گئی ہیں......؟ اور ہم اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے انسان غافل ہو جاتا ہے تو پھر اس کی دعائیں بھی قبول نہیں کی جاتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ [1]

''اس ذات کی قسم......! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور ضرور تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور البتہ ضرور ضرور تم برائی سے روکتے رہو، ورنہ بہت زیادہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے پھر تم اس سے دعا کرو اور پھر تمہاری دعاؤں کو بھی قبول نہ کیا جائے۔''

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو صلحا نیکی پھیلانے اور برائی سے روکنے میں کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں بھی کسی صورت رد نہیں کرتا تھا۔ وہ مستجاب الدعوات لوگ تھے۔

آج اگر ہم بھی اپنی دعاؤں کو قبول کروانا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی کرنے کا اصل کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہیے، کیونکہ قرآن مجید تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

---

[1] جامع الترمذی: 2169، ہدایۃ الرواۃ مع تحقیق الالبانی: 4/484 والحدیث حسن۔

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [1]

”تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ اہم اور بنیادی مسئلہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

هذا ما كان عندی

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقی الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

[1] آل عمران:110

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ [1]

''وہی ہمیشہ زندہ ہے اور زندگی دینے والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اسی سے دعائیں کرو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لا شریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیّدنا وسیّد الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سیّد الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] غافر:65

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

ہر انسان کی بعض ضروریات ہوتی ہیں اور کچھ خواہشات ہوتی ہیں اور بعض لوگ طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں تو ایک مسلمان کے پاس اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، اپنی خواہشات کی تکمیل اور آفات وبلیات سے نجات کے لیے سب سے بہترین اور آسان حل "**دُعا**" ہے، یعنی جس اللہ پر وہ ایمان لایا ہے اس سے وہ جی بھر کر دعائیں کرے اور ضروری ذرائع اور وسائل اختیار کرے۔ جو بھی مسلمان اس انداز سے اپنی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے کوشش کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو کبھی ناامید نہیں رہنے دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

الدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ [1]

حالات جیسے بھی ہوں دعا فائدہ ہی دیتی ہے، اگر دعا تنگ دستی میں کی جائے تو اللہ تعالیٰ خوشحالی عطا فرماتے ہیں اور اگر دعا کشادگی کے عالم میں کی جائے تو اللہ تعالیٰ رزق کی راہیں اور کشادہ فرما دیتے ہیں۔

یاد رکھیں......! انسان جس قدر بلند مقام بھی پا جائے اس کے ذہن میں کبھی یہ دوسہ نہیں آنا چاہیے کہ اب میں بہت خوشحال ہوں اور مجھے دعاؤں کی ضرورت نہیں

---

[1] جامع الترمذی: 3548، ہدایۃ الرواۃ: 2175۔ امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

بلکہ ہر پل اور ہر دم دعا کرنی چاہیے چونکہ یہ فائدہ ہی دیتی ہے۔

اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ تمام عبادات میں سے ''اکرم العبادۃ'' سب سے زیادہ عزت وعظمت والی عبادت ''دعا'' ہے اور جو دعا نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ [1]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں کئی ایک مقامات پر اس بات کا اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ اس سلسلے میں تمہیدی طور پر چند آیاتِ بابرکات سماعت فرمائیں تاکہ آپ کے ایمان میں اضافہ ہو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○ [2]

''اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بلاشبہ میں قریب ہی ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، پس لوگ ضرور میرے احکام قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پاجائیں۔''

یعنی ☆......جب میرے بیمار بندے

---

[1] جامع الترمذی: 3370-3373

[2] البقرہ: 186

☆.....میرے لاچار بندے

☆.....میرے دکھی بندے

☆.....میرے تنگدست اور پریشان بندے

☆.....اور میرے اوپر ایمان لانے والے میرے عبادت گزار بندے

میرے بارے میں سوال کریں کہ ہمارا رب کہاں ہے.....؟

☆.....اور کیسے ہے.....؟ ہم اس سے مانگنا چاہتے ہیں۔

☆.....ہم اس کو پکارنا چاہتے ہیں.....ہم اس کے آگے رونا چاہتے ہیں۔

اے میرے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام.....! میرے بندوں کو بتا دیں!

"اِنِّیْ قَرِیْبٌ" کہ میں اس قدر قریب ہوں کہ ہر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔

سامعین کرام.....!

یہ آیت آپ نے زندگی میں ہزاروں دفعہ سنی ہوگی لیکن آج آیت کے اس ٹکڑے پر میرے ساتھ رکیں.....اور غور فرمائیں کہ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی یقین دہانی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اس سے کہہ رہا ہے کہ میں علم وقدرت اور احاطے کے لحاظ سے اپنے بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور ہر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ سے دعا کرے۔

اگر اس کے باوجود بھی ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، ہماری پکاریں نہیں سنی جاتیں تو یقیناً ہمارے بلانے میں کمی ہے اس کے عطا کرنے میں کوئی کمی نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ المومن میں دوٹوک الفاظ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ○ [1]

''اور کہا تمھارے رب نے مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا کو قبول کرتا ہوں، بلاشبہ وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اس آیت میں '' اَسْتَجِبْ لَكُمْ '' نہایت قابل توجہ جملہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو......! مجھ ہی سے دعائیں کرو میں تمھاری دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی میرا بندہ مجھ سے آس امید اور یقین سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو رد کردوں۔

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دعا کرتے وقت کبھی یہ سوچ لاحق نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کرے گا یا نہیں کیونکہ مجھے اس کے وعدوں پر مکمل یقین ہے اور جب میں دعا مانگتا ہوں تو اس کی رحمت اور مدد میرے ساتھ کھڑی ہوتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ [2] ''بندے کی دعا کو قبول کیا جاتا ہے''

اور جامع الترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اور زیادہ امید افزا ہیں۔

---

[1] غافر:60

[2] صحیح مسلم:2679

مَا مِنْ عَبْدٍ يَدْعُوْا بِدُعَآءٍ إِلَّا آتَاهُ اللهُ مَا سَأَلَ [1]

"جو شخص جو بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی مانگ عطا کر دیتا ہے۔"

بلکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت تو حد درجہ ایمان افروز اور تسلی بخش ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا کو رد نہیں کرتے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا [2]

"بلاشبہ تمھارا رب بڑا حیا والا، بزرگی والا ہے جب بندہ اس کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو ان کو خالی لوٹاتے ہوئے اسے حیا آتی ہے۔"

اب سوال یہ ہے

دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں......؟ اللہ تعالیٰ کس طرح دعاؤں کو جلد قبول فرماتے ہیں......؟ دعاؤں کی قبولیت کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ [3]

---

[1] ترمذی:3381،3573

[2] جامع الترمذی:3556، صحیح سنن ابی داود:1337، ھدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المصابیح مشکوۃ:2184، امیر المومنین فی الحدیث امام ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فالحدیث صحیح قطعاً۔ یہ حدیث یقینی طور پر صحیح ہے، یعنی بعض کی جرح اس حدیث پر کسی طرح بھی درست نہیں۔

[3] سنن ابی داود:1548، سنن ابن ماجہ:250

''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے۔''

سامعین کرام......!

ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں! آپ نے زندگی میں بڑے بڑے مضامین سنے ہوں گے اور بڑے بڑے اہم مضامین سننے کا شوق بھی رکھتے ہوں گے لیکن آج کا مضمون ''دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں......؟'' انتہائی اہم ترین مضمون ہے، لہٰذا اس کو پوری توجہ اور انہماک سے سماعت فرمانے کے بعد اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں!

کیونکہ اس موضوع پر توجہ نہ دینے سے شرک والحاد اور مایوسی کے دروازے کھلتے ہیں اور اسی موضوع کو اچھی طرح سمجھ لینے سے توحید ومعرفت کی راہیں ہموار ہوتی ہیں اور مسلمان نہایت خوش اسلوبی سے کامیابی وکامرانی کی منزل کو پالیتا ہے۔

اور سب سے پہلے بنیادی طور پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آتا، دین کے بیان کردہ آداب کے مطابق ہم دعائیں کم ہی مانگتے ہیں۔

آج ہم آپ کے سامنے دعا کی قبولیت کے حوالے سے چند اہم باتیں بیان کرتے ہیں جن کو ہمیشہ دعا مانگتے وقت ملحوظِ خاطر رکھیں، ہر پاکیزہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فوراً قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تو بڑے ہی محبّت بھرے دل نشین انداز میں اعلان فرماتے ہیں:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ [1]

---

[1] النمل:62

"کون ہے جو بے بسی کی دعا کو سنتا ہے اور اس کے دکھ کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا جانشین بناتا ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔"

اللہ کے نیک بندو اس طرح کے تسلی بخش اعلان اللہ تبارک وتعالیٰ، اسی لیے فرماتے ہیں کہ وہ دعاؤں کو سنتے اور قبول کرتے ہیں، اپنے بندے کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے، اس کی خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے، اس پر آئی ہوئی آفات وبلیات کو دعاؤں کے ذریعے ٹالتے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی دعاؤں کو اپنی رحمت سے قبول کر لے تو آنے والی اہم باتوں کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔

① دعاؤں میں صرف اکیلے اللہ ہی کو پکاریں

اس دنیائے کائنات کے پورے نظام پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور صرف اسی کا اختیار ہے، وہی اسباب کو متحرک کر کے جوابی کاروائی کرتا ہے اور اپنے بندوں کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیا ورسل علیہم السلام نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے غمی اور خوشی میں بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے صرف اور صرف ایک اللہ ہی کو پکارا ہے اور صرف اسی سے دعا کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا توحید اور عبادت کا اہم ترین پہلو ہے۔

توحید فی الدعا یہ ہے کہ آدمی صرف اور صرف اکیلے اللہ سے دعا کرے، جو شخص شرک فی الدعا کرتا ہے، یعنی اللہ کے سوا غیروں سے دعائیں کرتا ہے وہ حقیقت

میں شرک ــــ فی العبادت کا ہی مرتکب ہوتا ہے کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق دعا ہی عبادت ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس بات کا حکم دیا ہے کہ دعائیں مجھ سے کرو میں ہی ہر وقت ہر کسی کی سنتا ہوں میرے علاوہ کوئی شخص کسی اختیار کا مستقل مالک نہیں۔ اس سلسلے میں قرآن شریف کی چند آیات سماعت فرمائیں:

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ [1]

''وہی ہمیشہ زندہ ہے اور زندگی دینے والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اسی سے دعائیں کرو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

جب زندہ وہ ہے...... الٰہ، مشکل کشا اور حاجت روا وہ ہے اور جب رب العالمین بھی وہ ہے پھر کسی غیر سے دعا کرنے کا کیا مطلب......؟

اور اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ○ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ○ [2]

''اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ دعا کرتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں نہ کہ زندہ، انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے) اٹھایا جائے گا۔''

---

[1] غافر:65

[2] النحل:20-21

میرے معزز سامعین کرام......!

قرآن شریف کی اس آیت کو پڑھ لینے کے بعد بھی کیا کوئی مسلمان قبروں اور درباروں پر جا کر ان سے دعائیں کر سکتا ہے......؟ ہرگز نہیں! اولیاء اللہ کا ادب و احترام دل و جان سے کیا جائے گا، ان کی قبروں کا بھی احترام کیا جائے گا لیکن پکار اور دعا صرف اور صرف عرش و فرش کے اکیلے داتا سے ہوگی۔ جو شخص اس آیت کو سننے کے بعد بھی قبر والوں سے دعائیں کرنے سے باز نہیں آتا اس کو قرآن مجید نے پرلے درجے کا گمراہ قرار دیا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ [1]

''آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا؟ جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے، بلکہ اسکے پکارنے سے بھی بے خبر (لاعلم، غافل) ہیں۔''

اس آیت نے تین باتیں کھول کر پوری وضاحت سے بیان کر دی ہیں۔

.....اللہ کے علاوہ دیگر ہستیوں سے مانگنے والے گمراہ ترین لوگ ہیں۔

.....قبروں والے دعا کرنے والے کی دعا کو قیامت تک نہیں سن سکتے۔

.....قبروں والے ہماری دعاؤں سے سراسر غافل ہوتے ہیں۔

مزید اس موضوع پر سورۃ الاعراف کی آیت 194۔197 کا بغور مطالعہ فرمائیں جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ دعا صرف اور صرف

---

[1] الاحقاف:5

اکیلے اللہ سے کرنی چاہیے، اللہ کے علاوہ دوسری ہستیاں دعاؤں کو سنتی ہیں اور نہ ہی قبول کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ساری زندگی صحابہ کی یہی تربیت کرتے رہے کہ اے اللہ کے بندو! صرف اور صرف اکیلے رب سے مانگو اور بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے مانگو، سیرت میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ ہی سے مانگتے تھے اور پریشانی بڑھ جانے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی کہتے تھے: اے اللہ کے رسول! أُدْعُ اللّٰهَ لِيْ ''میرے لیے اللہ سے دعا کریں'' اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا:

لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَهُ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ [1]

''تم میں سے ہر شخص اپنی تمام کی تمام ضرورتیں اپنے رب ہی سے مانگے حتیٰ کہ جب اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے بارے میں بھی وہ اسی سے دعا کرے۔''

بہر صورت بات یہ ہو رہی ہے کہ دعاؤں کی قبولیت میں بنیادی کردار اس بات کا ہے کہ انسان دعا میں بھی توحید کا قائل ہو، حالات جیسے تیسے ہوں، معاملات کس قدر بھی اٹک اور لٹک جائیں لیکن وہ اپنے پیارے اللہ کا دامن نہ چھوڑے، اسی سے واسطہ رہے اور مانگتا رہے، اللہ تعالیٰ ایسے باوفا اور توحید پرست بندے کی دعاؤں کو ضرور بالضرور قبول فرما لیتے ہیں۔ آج ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں غیروں سے امیدیں زیادہ ہیں، مال اسباب پر بھروسہ زیادہ ہے

[1] جامع الترمذی: 604

جب کہ ذاتِ الٰہی کی طرف دھیان بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دعاؤں میں یہاں تک فرمایا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا "اے اللہ! مجھے تو صرف اور صرف تیری رحمت ہی کی امید ہے۔" اللہ اکبر!

آج ہمارا دھیان کس طرف ہے......؟ قبر کی طرف......؟ یا مال کی طرف ......؟ یا عہدیداروں کی طرف......؟ ہر شخص با آسانی فیصلہ کر سکتا ہے۔

یاد رکھنا......! اللہ تعالیٰ بڑی غیرت والا ہے وہ اپنے باوفا بندے کی بڑی لاج رکھتا ہے۔اور در در پر دھکے کھانے والا ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔

(2) دعاؤں سے پہلے توحیدی کلمات پڑھیں

جب بھی آپ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں یا سجدے میں گریں یا محض اپنی زبان کو حرکت دیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ڈھیر لگا دیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتے ہوئے تمہیدی طور پر توحیدی کلمات کا انبار لگا دیں۔قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص اپنی دعا میں حمد و ثنا پر مشتمل توحیدی کلمات سے آغاز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور توحیدی کلمات کی برکت سے بندے کی دعاؤں کو قبول فرما لیتے ہیں۔

احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہمیں کئی ایک کلمات ملتے ہیں جن میں سے ہم صرف اور صرف پانچ مبارک توحیدی کلمات کا ذکر کرتے ہیں،ان کو اپنی دعاؤں کے آغاز میں درمیان میں اور آخر میں بار بار پڑھا کریں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائیں گے۔

(1).. اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ بِأَنِّيْ أَشْهَدُ أَنَّ لَكَ الْحَمْدُ

لَآ إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ، الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ، أَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ ، أَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ

''اے اللہ..... !میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی کے ساتھ کہ سب تعریفیں تیری ہیں، تیرے سوا میرے مسئلے کو کوئی حل کرنے والا نہیں تو ہی بہت زیادہ مہربان، بہت زیادہ احسان کرنے والا، زمین وآسمان کو انوکھا بنانے والا ہے۔ تو ہی عزت وبزرگی والا ہے، ہمیشہ زندہ ہے، زندگی دینے والا ہے، سنبھلنے والا ہے ہر چیز کو سنبھالنے والا ہے تو ہی اوّل ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں، تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں، تو ہی ظاہر ہے تجھ سے اوپر کچھ نہیں تو ہی باطن ہے، تجھ سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔''

2.. اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ أَشْهَدُ أَنَّکَ أَنْتَ اللّٰهُ لَآ إِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

''اے اللہ میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دیتے ہوئے کہ تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو بے نیاز، بے عیب، باکمال ہے نہ تیری کوئی اولاد ہے اور نہ تو کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی تیری برابر کرنے والا ہے۔''

3.. لَآ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

’’اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے اور وہی ہر چیز پر ہمیشہ قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

4 .. لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

’’تیرے سوا کوئی الہ نہیں تو ہی پاک ہے بلاشبہ میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔‘‘

5 .. وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ... اگر ممکن ہو تو پوری آیۃ الکرسی

سامعین کرام......!

ان مبارک توحیدی کلمات کا معنی ذہن میں رکھیں اور جی بھر کر ان کو اپنی دعاؤں میں پڑھیں۔ خدا کی قسم......! اگر سننے والے کان ہوں تو ان کلمات سے آواز آتی ہے: جا میرے در کے منگتے......! میں نے تیری دعاؤں کو قبول کر لیا۔

اگر آپ واقعتاً اپنی دعاؤں کو قبول کروانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اچھی طرح یاد کر لیں ان کی برکت سے بھی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔

اور یاد رہے اگر عربی کلمات آپ کو یاد نہیں ہوتے تو کسی کتاب یا کارڈ سے دیکھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں اور اگر بالفرض آپ دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو پھر اپنی زبان میں دعا سے قبل جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کریں اور اس کی عظمتوں کے اعتراف میں آپ جو کچھ کہہ سکتے ہیں پوری دلجمعی سے کہیں اور پھر اس کے بعد بار بار پورے شوق سے دُرودِ ابراہیمی پڑھیں یا صرف ’’اللهم صلی علی محمد وعلی آل محمد‘‘ پڑھتے رہیں اس کے بعد اپنے گناہوں کا پوری ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اعتراف کریں ان

کا اظہار کریں، اقرار کریں پھر اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کا ذکر فرمائیں۔

ہم رب کبریا کی کبریائی کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو کسی صورت بھی رد نہیں فرماتے ہیں۔اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ○ [1]

③ دعاؤں سے پہلے صدقہ کریں اور نفل پڑھیں

جس روز اللہ تعالیٰ سے خاص دعا کرنے کا ارادہ ہو اس روز اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کریں، صدقہ وخیرات کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے تو پھر بڑے بڑے اٹکے اور لٹکے معاملے سُدھر جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامراد کنارے لگ جاتے ہیں۔

آج ہماری دعاؤں کے اٹکنے اور لٹکنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ حد درجہ بخیل اور کنجوس بن چکے ہیں اور جو لوگ خرچ کرتے بھی ہیں ان میں نمود ونمائش اور دکھاوے کا رنگ اتنا غالب ہوتا ہے کہ ان کا خرچ کرنا اور نہ کرنا ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔

اللہ کی قسم......! اگر میرا بس چلے تو میں ہر جمعہ انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر ہی پڑھاؤں۔ اگر مجھے میری قوم اجازت دے تو میں ہر درس میں صدقہ وخیرات کی فضیلت بیان کروں [2] اور اس بات کو واضح کردوں کہ جو شخص نمازی ہو اور

---

[1] غافر:60

[2] صدقہ وخیرات کے فوائد کو تفصیل سے پڑھنے کے لیے ہماری کتاب ''ترجمان الخطیب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

حلال کمانے والا ہو اور پھر وہ بلا ناغہ اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے لیے دینے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نیک دعا قبول کرنے کے بعد اس کے لیے کسی چیز کی تھوڑ نہیں رہنے دیتے۔ بہر صورت صدقہ وخیرات کرنے والے بندے کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں بشرطِ کہ خرچ حلال کمائی سے ہو اور پورے اخلاص کے ساتھ ہو۔

اسی طرح دعا سے قبل اچھی طرح وضو کرنے کے بعد نوافل ادا کریں، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ جتنے آپ کے لیے میسّر ہوں۔ جو شخص صدقہ ونوافل کے بعد دعا کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی جائز دعا اور جائز بددعا دونوں کو قبول کر لیتا ہے۔

اس سلسلے میں کتبِ احادیث اور کتبِ تواریخ میں بے شمار واقعات ہیں جن میں سے چند ایک پر ہی ہم اکتفا کریں گے اللہ مجھے اور آپ کو بھی اسی اہتمام اور شوق سے دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اماں سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی تو راستے میں ان کا ایک ایسی بستی سے گزر ہوا جہاں ایک بہت بڑا ظالم وجابر بادشاہ رہتا تھا اس نے اماں سارہ علیہا السلام کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا جب اماں سارہ علیہا السلام اس کے پاس پہنچیں تو پریشانی کے عالم میں فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي ”کھڑی ہوئیں وضو کیا اور نفل نماز پڑھی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ [1]

”اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر سچا ایمان لائی ہوں اور اپنی

[1] صحیح البخاری: 2217

پاکدامنی کی حفاظت کی ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کرنا۔"

حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ اماں جان کی دعا کے بعد فوراً اس بادشاہ پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ رعشہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ پھر اماں جان نے باوضو نفل پڑھ کر دعا کی کہ الہ العالمین! یہ ظالم بدکار مرنا نہیں چاہیے اگر یہ مر گیا تو پھر ہمیں اس کے سپاہیوں کے ظلم وستم کا سامنا کرنا ہوگا۔

اماں جان کی دعا کے بعد وہ پھر صحتمند ہوا اور اس نے پھر برائی کا ارادہ کیا، اماں سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے نوافل کے بعد دعا کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ظالم بادشاہ سے رہائی عطا فرمائی اور اس نے حضرت ابراہیم اور اماں سارہ علیہما السلام کی خدمت کے لیے اپنی بیٹی ھاجر علیہا السلام کو پیش کر دیا۔ اس سارے واقعہ سے معلوم یہ ہوا کہ جب انسان باوضو نوافل کے ذریعے اللہ کے سامنے جھکتا ہے اور اس کے بعد اس سے دعا مانگتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کی دعاؤں کو فوراً قبول فرما لیتے ہیں۔

سامعین کرام......!

آپ ایمانداری سے غور فرمائیں کہ آپ نے اپنی دعاؤں کو قبول کروانے کے لیے کتنے نوافل پڑھے......؟ اگر کوئی بے اولاد میرے خطبے میں موجود ہے تو وہ سوچے کہ اس نے پاکیزہ اولاد کے حصول کے لیے کتنے نوافل ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی......؟ یاد رکھو......! کمزوری ہمارے مانگنے میں ہے، دعاؤں کے معاملے میں ہم بہت غافل ہیں، ہم پورے آداب اور اہتمام سے دعائیں نہیں کرتے، کیا پورے مجمع میں کوئی ایک شخص کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنی صحت کے لیے سینکڑوں نفل پڑھے ہیں لیکن مجھے صحت نہیں ملی......؟ یقیناً ایسا کبھی نہیں ہو سکتا......! بڑی سے بڑی ضرورت کے لیے جب آپ دعا کا ارادہ کریں تو صدقہ وخیرات کرتے

ہوئے نوافل کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو کسی صورت بھی رد نہیں کرتا۔

خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہر مسلمان اچھی طرح واقف ہے، بصرہ میں آپ کی زمین تھی اور وہاں عرصہ دراز سے بارش نہیں ہو رہی تھی جس وجہ سے زمین قحط سالی کا شکار ہوگئی۔ زمین کے نگران نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ سن کر کافی فکرمند ہوئے اور بعد میں اپنی زمین سے تھوڑا سا دور جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

فَثَارَتْ سَحَابَةٌ وَغَشِيَتْ أَرْضَهُ وَأَمْطَرَتْ

ابھی دعا مکمل ہی ہوئی تھی کہ بادل امنڈ آئے اور جہاں تک آپ کی زمین تھی وہاں وہاں پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش نازل فرمادی اور وہ بارش صرف اور صرف آپ کی زمین تک محدود رہی۔

مؤرخ اسلام امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ كَرَامَةٌ بَيِّنَةٌ ثَبَتَتْ بِإِسْنَادَيْنِ [1]

"یہ واضح کرامت دو سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔"

ہمارے ہاں سب سے بڑا المیہ:

ذرا سی تنگی اور مشکل آئے تو ہم دنیا کے وڈیروں اور تعویزوں کی طرف بھاگتے ہیں جب کہ سب سے پہلے ہم کو اپنی مشکل کے حل کے لیے نوافل پڑھنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی و عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے اس کی رحمت کا امیدوار بننا چاہیے...... اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی

---

[1] تاریخ دمشق: 3/85، طبقات ابن سعد: 7/21، سیر اعلام النبلاء: 3/401، تہذیب التھذیب: 1/191، صفۃ الصفوۃ: 1/712

دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے میرے بندے! جب تو سچے دل سے بے بس ہو کر میرے سامنے سجدے میں رو پڑتا ہے تو میں بظاہر تیرے ناممکن مطالبوں کو بھی اپنی رحمت سے ممکن بنا دیتا ہوں اور قرآن بھی یہی تربیت کرتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ [1]

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہماری بے وقوفی اور غفلت کا عالم یہ ہے کہ ہم دو رکعت نماز نہیں پڑھتے اور دو دو سال ذلیل ہوتے رہتے ہیں، ہر ایک سے مشورہ کرتے ہیں، توحید اور ایمان کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہیں لیکن دو رکعت نماز پڑھ کر عاجزی و بے بسی کا اظہار کرنا ہم پہاڑ سے زیادہ بھاری کام سمجھتے ہیں۔ قرآن اس حقیقت کو بھی بیان کرتا ہے کہ یہ شرف خاصان خدا کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کے انداز بیان پر غور فرمائیں:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○ [2]

''اور صبر اور نماز سے مدد مانگو اور بے شک وہ بھاری ہے مگر ان لوگوں پر نہیں جو ڈرنے والے ہیں۔ جو یقین رکھتے ہیں کہ ان کو اپنے رب سے ملنا ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

---

[1] بقرہ:153

[2] بقرہ:46,45

لوگو! بھولا ہوا سبق یاد کرو، کامیابی کی طرف جانیوالا آسان راستہ، نماز اور دعا والا راستہ ہی ہے، آج بھی وہی اللہ ہے جو انس رضی اللہ عنہ کے دور میں تھا، اللہ کی عطا میں کوئی کمی نہیں، کمی ہمارے جذبات اور کردار میں ہے۔

4 یقین اور تکرار سے دعا کریں

حضرات دعا کیسے قبول ہوتی ہے اس سلسلے میں یاد رکھنے والی تیسری بات یہ ہے کہ آپ جب بھی دعا کریں پورے یقین کے ساتھ کریں کہ میرا اللہ مجھ کو کسی صورت بھی خالی نہیں لوٹائے گا اور دعا پورے تکرار کے ساتھ کریں۔ تکرار کا معنی یہ ہے کہ جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنی طلب کے ایک ایک لفظ کو بار بار دہرائیں قرآن وحدیث کے مطالعے اور نیک لوگوں کی سیرت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یقین وتکرار والی دعا کو کبھی رد نہیں فرماتے۔

جب آپ دعا کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ بات کہیں کہ اے اللہ! آج تک میں نے جو کچھ پایا ہے تجھ ہی سے پایا ہے، تیری عزت کی قسم جو کچھ دیا ہے تو نے ہی دیا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ پاؤں گا تجھ سے ہی پاؤں گا تیرے سوا مجھے دینے والا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اس قدر اعتماد یقین اور توکل سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو کبھی خالی نہیں لوٹاتے۔

امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی دعا کرے تو وہ پورے یقین سے دعا کرے وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهُ ''وہ ضرور پورے یقین سے مانگے'' [1]

---

[1] صحیح البخاری:6339

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں اس بات کا حکم ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ [1]

"تم اللہ سے دعا کرو اور تمھیں قبولیت کا پورا پورا یقین ہو اور جان لو اللہ تعالیٰ بے پروا، غافل دل والے کی دعا کو قبول ہی نہیں کرتے۔"

اور آج ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ دعا میں ہماری توجہ اللہ کی طرف نہیں ہوتی، ہم ہاتھ اٹھا کر بھی ادھر اُدھر دیکھ رہے ہوتے ہیں اور دعا میں یقین اور تکرار کا ذرا رنگ نظر نہیں آتا۔

مکہ کے مفتی اعظم حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

مَا قَالَ عَبْدٌ يَارَبِّ ، يَا رَبِّ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ إِلَّا نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِ [2]

"جب بھی بندہ تین مرتبہ یارب، یارب، کہتا ہے تو اللہ لازمی اس کی طرف نظرِ کرم کرتا ہے۔"

حضرت عطا رحمہ اللہ نے یہ بات کہی تو ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا کہ امام صاحب! حضرت عطا بن ابی رباح کی اس بات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص پورے اخلاص سے تین مرتبہ یارب

---

[1] جامع الترمذی:3479، مستدرک حاکم:1/493، صحیح الجامع:245 سلسلہ احادیثِ صحیحہ:594 والحدیث حسن۔

[2] جامع العلوم والحکم۔ امام ابن رجب:98۔101

یارب کہتا ہے تو اللہ اس کی دعا کو قبول کرتے ہیں۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ہاں ان کی بات سو فیصد درست ہے کیا تم لوگوں نے سورۂ آل عمران کا آخری رکوع نہیں پڑھا......؟ اس میں بندہ تین مرتبہ ''ربنا'' کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ اے ربنا کا تکرار کرنے والو! میں نے تمھاری دعا کو قبول کر لیا۔ سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

یقین اور تکرار سے مانگی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ کسی صورت بھی رد نہیں کرتے۔

تکرار کا معنی پنجابی میں آپ یوں سمجھ لیں کہ (کھیڑے پے جانا) جس طرح بچہ بڑے پیار، یقین اور ادب سے اپنے ماں باپ سے کھیڑے پڑ کر ان سے چیز لے ہی لیتا ہے، کم از کم اللہ سے مانگتے ہوئے ہمیں اس بچے جتنا پیار، یقین اور تکرار تو پیدا کرنا چاہیے..........کیا خیال ہے آپ کا..........؟

پیارے بھائیو......! یقین اور تکرار کی مزید وضاحت میں ایک مثال سے کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بیٹا اپنے غریب باپ سے سائیکل کا مطالبہ کرتا ہے، باپ اپنی غربت کی وجہ سے سائیکل لے کر دینے سے انکار کر دیتا ہے، بیٹا پھر مانگتا ہے، باپ پھر انکار کر دیتا ہے، بیٹا پھر سر جھکائے مطالبہ کرتا ہے باپ غصے سے پھر انکار کر دیتا ہے لیکن بیٹا ہمت نہیں ہارتا وہ پورے یقین و تکرار اور پیار سے کہتا ہے: ابو جی! سائیکل لے دیں، کیا آپ ہمارے ابو جی نہیں ہیں......آپ کے علاوہ کس کو ابو کہیں......کس سے مطالبہ کریں......؟ آپ میرے ابو جی ہیں مجھے سائیکل لے دیں۔

خدا کی قسم! جب ایک بیٹا اس قدر یقین اور تکرار سے سائیکل کا مطالبہ کرتا ہے تو باپ مزید قرض اٹھا کر اپنے بیٹے کے مطالبے کو پورا کر دیتا ہے، جب اولاد کے

یقین اور پیار کو دیکھ کر والدین بے بس ہو جاتے ہیں تو کیا اپنے بندے کے یقین اور محبت بھرے انداز کو دیکھ کر عرش وفرش کے مالک، رحمن ورحیم کو اپنے بندے پر پیار نہیں آئے گا..........؟ یقیناً آئے گا..........! بس ہمارے دعا مانگنے میں کمی ہے اس کے قبول کرنے میں کوئی شک نہیں، وہ تو پکار پکار کر کہتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○ [1]

اپنی دعا میں بار بار (یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ) دہرایا کریں اس سے اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتے ہیں اور اسی طرح (بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم) بھی بار بار دعا میں پڑھا کریں، اس قرآنی آیت کی بہت زیادہ فیوض وبرکات ہیں اور دعاؤں کی قبولیت میں یہ اسم اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔

5 چپکے چپکے شوق اور خوف سے دعا کریں

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اجتماعی دعاؤں کو بھی قبول کرتے ہیں لیکن یاد رکھو......! اصل دعا وہ ہے جو تنہائی میں چپکے چپکے پورے شوق اور خوف سے کی جائے، جس تنہائی کی دعا میں رغبت اور خشیت کا پہلو غالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایسی دعا کو کسی صورت بھی رد نہیں کرتے، بلکہ شوق اور خوف کی آمیزش سے مانگے ہوئے ناممکن مطالبے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ممکن بنا دیتا ہے۔ شوق اور رغبت

---

[1] غافر:60

کا معنی یہ ہے کہ آپ جب دعا مانگیں تو آپ مکمل طور پر پُرامید ہوں کہ میرے مولا و داتا کی رحمت بہت وسیع ہے، اس نے تو بڑے بڑے یتیموں کو دین و دنیا کے تاج و تخت عطا کر دیئے، وہ سخی مولا مجھے کبھی خالی نہیں لوٹائے گا اور خوف و خشیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دل و دماغ کو اس بات کا خدشہ لاحق ہو کہ کہیں میرا اللہ میری کوتاہیوں کی وجہ سے رد ہی نہ کر دے، کیونکہ زمانے بھر کا سب سے بڑا پاپی میں ہی ہوں۔

خطبہ جمعہ میں آنے والے میرے مسلمان بھائیو......! میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جو شخص ایک در کا منگتا ہو، جو اپنی دعا سے قبل توحیدی کلمات کا انبار لگا دے، جو اپنی دعا سے پہلے صدقہ و خیرات اور نوافل کا اہتمام کرے بھرپور یقین و تکرار اور خوف و شوق سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے......خدا کی قسم......! اللہ اپنا قانون بدل لیتا ہے لیکن اپنے بندے کے دل کے ارمان ٹوٹنے نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ مجھ سے چپکے چپکے شوق اور خوف سے مانگا کرو......اعلانِ خداوندی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [1]

"پکارو تم اپنے پروردگار کو گریہ زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے سے کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا"

پھر فرمایا:

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ [2]

---

[1] الاعراف:55

[2] الاعراف:56

”اور اس سے پورے شوق اور خوف سے دعا کرو بلاشبہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے بہت زیادہ قریب ہے۔“

قرآن وحدیث، سیرت اور تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ جن لوگوں نے بھی چپکے چپکے شوق اور خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی مایوس نہیں کیا، بظاہر سو فیصد ناممکن مطالبات بھی اپنی رحمت سے ممکن کر دیئے، ایمان کی تازگی کے لیے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، قرآن مجید میں آپ کا ذکر سورۂ آل عمران، الانعام، مریم اور انبیاء میں تفصیل سے موجود ہے۔ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل میں سے تھے، نہایت عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا [1] ”حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔“ آپ کے پاس اولاد نہیں تھی، آپ اللہ تعالیٰ سے صالح اولاد کی دعا کرتے رہے اور آخر عمر میں آپ کی دعا میں یقین و تکرار اور خوف و شوق کا جذبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چپکے چپکے خوف اور شوق کی دعا کا تذکرہ فرمایا ہے:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ [2]

---

[1] کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام: 2379

[2] مریم: 2

''تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی، جب اس نے اپنے رب سے دعا کی نہایت شوق سے چپکے چپکے دعا کرنا، کہا: اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر پر بڑھاپا چھا گیا ہے لیکن اے پروردگار! میں تجھے پکارنے میں نا امید نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادھیڑ عمر میں خوبصورت اور خوب سیرت بیٹا عطا فرمایا اور ساتھ اعزاز بخشتے ہوئے فرمایا کہ وہ بیٹا آپ کا ہوگا اور نبی میرا ہوگا۔

سوال یہ ہے.....؟ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے 77، 90 یا 92 سال کی عمر میں آپ کو بیٹا کیوں عطا فرمایا جب کہ وہ بیٹے لینے کا موسم بھی نہیں اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی.....؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

أَنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ○ [1]

''بے شک تھے وہ بھلائی کے کاموں میں بہت جلدی کرنے والے اور وہ دعائیں کرتے ہم سے شوق اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے خشوع کرنے والے تھے۔''

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور خوف اور شوق سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ناممکن مطالبے بھی اپنی رحمت سے ممکن بنا دیتے ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول فرما لیتے ہیں۔

شاید کہ آپ کو جنگِ بدر یاد ہو جو سن 2 ھجری کو مقامِ بدر پر لڑی گئی تھی۔

---

[1] الانبیاء:90

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خیمے میں علیحدگی اختیار کی اور پورے یقین، تکرار اور خوف وشوق سے اللہ تعالیٰ سے جی بھر کر دعا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح کے اسباب پیدا کرتے ہوئے کفار کی جماعت پر غلبہ عطا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی دعا مانگ رہے تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر کندھوں سے نیچے گر پڑی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا: اللہ کے رسول! بس کریں اللہ آپ کو کبھی خالی نہیں لوٹائے گا۔ اللہ اکبر!

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ خوف اور شوق سے مانگی ہوئی دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں، آج ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں خوف اور شوق پیدا کرنا چاہیے۔ میں سامعین سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، آپ کی عمریں پچاس، ساٹھ سال کے قریب ہو چکی ہیں کیا آپ کی زندگی میں کوئی ایک دعا بھی ایسی ہے جو گھنٹے دو گھنٹے پر مشتمل ہو، جس میں آپ نے توحیدی کلمات کی تمہید باندھ کر، صدقات اور نوافل کا اہتمام کرتے ہوئے پورے یقین، شوق اور خوف سے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہو......؟؟

کیا پورے مجمع میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے......؟؟؟ اگر ہے تو مبارک ہو، اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ورنہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی وجہ ہی یہی ہے کہ ہم تنہائی میں خوف اور شوق سے لمبی دعائیں مانگتے ہی نہیں۔

یاد رکھیں......! کمی وکوتاہی ہماری دعاؤں میں ہے، اللہ تعالیٰ کے قبول کرنے میں کسی قسم کی کوئی دیر نہیں......! وہ تو پکار پکار کر کہتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○ [1]

6 دعاؤں میں دوسرے ضرورتمندوں کو یاد رکھنا

دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں......؟ اس حوالے سے چھٹی اور اہم بات اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ جو شخص اپنی تنہائی کی دعاؤں میں اپنے ضرورت مند مسلمان بھائیوں، محلے داروں اور رشتے داروں کو یاد رکھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اس قدر اپنے قریب کر لیتے ہیں کہ بن مانگے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اس کی خواہشات کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

آج جو لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں ہمارا ان سے سوال یہ ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ضرورت مند لوگوں کو کتنا یاد رکھتے ہیں......؟

کیا آپ نے کسی بے اولاد کے لیے رو رو کر اللہ سے دعا کی ہے کہ اللہ! اس کو بیٹا دے دے......؟ کیا آپ کسی تنگ دست کے لیے گڑگڑائے ہیں کہ اللہ! میرا فلاں جاننے والا بہت پریشان حال ہے اللہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کر......؟

اللہ کے بندو......! اس راز کو اچھی طرح جان لو......! دعاؤں کی قبولیت کا آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ دوسروں کی عدم موجودگی میں ان کے لیے دعائیں کیا کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ پھر آپ کی دعاؤں کو کبھی رد نہیں کرے گا۔

حضرت صفوان رحمہ اللہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے داماد تھے، وہ ایک دفعہ شام

---

[1] غافر:60

گئے تو اپنے سسرال میں انہیں ملنے کے لیے چلے گئے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے تو امّ درداء رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: بیٹے! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اس سال حج پر جا رہے ہو......؟ انھوں نے کہا: ہاں! اماں جان سفرِ حج کا ہی ارادہ ہے۔

ساس محترمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فَادْعُ اللهَ لَنَا بِخَيْرٍ "ہمارے لیے بھی بھلائی کی دعا کرنا" صفوان رحمۃ اللہ علیہ جب گھر سے نکلے تو بازار میں اپنے سسر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوگئی تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ بیٹے! پتہ چلا ہے کہ تم حج پر جا رہے ہو ہمیں بھی اپنی خیر کی دعاؤں میں یاد رکھنا......! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ جو شخص کسی دوسرے کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا کو کسی صورت رد نہیں کرتا اور عدم موجودگی میں دعا کرنے والے شخص کے کندھے پر ایک فرشتہ ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے: اے اللہ! یہ جو جو کچھ اپنے بھائی کے لیے مانگ رہا ہے، اللہ! اسے بھی عطا فرما......! [1] اللہ اکبر!

سامعین کرام......!

جن کے حق میں رحمت کے فرشتے بھی دعائیں کریں تو کیا ایسے خوش نصیب، مخلص اور موحد لوگوں کی دعائیں رد ہو سکتی ہیں......؟

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب بوقتِ تہجد بیدار ہوتے تو تقریباً اپنے تمام ملنے والوں کے نام لے کر ان کے لیے اللہ کے حضور خصوصی دعا کرتے۔ کسی نے کہا: حضرت......! آپ دوسروں کے لیے اس قدر اہتمام سے دعا کیوں کرتے ہیں......؟ فرمانے لگے: مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ میں تنہائی میں ان کے لیے دعا کروں اور رحمت کے فرشتے میرے لیے دعا کریں۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم: 2733

[2] ترجمۃ ابی الدرداء۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں بھی پڑھا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چھ لوگوں کے لیے بوقت تہجد نام لے کر دعا کرتا ہوں اور ان میں سے ایک مشفق و مربی اور محبوب امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ہیں کہ میں ان کے لیے بہت زیادہ دعا کرتا ہوں انھوں میری تعلیم وتربیت اور کردار سازی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ [1]

بہرصورت اس آخری بات کو پلّے باندھ لیں ان لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں جو دوسروں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں، بے لوث دعائیں کرتے ہیں، مسلسل دعائیں کرتے ہیں..... اللہ کے بندو! اگر تم کسی کا عملی طور پر بھلا نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کے لیے دعا ہی کر دیا کرو۔

آج ہمارے معاشرے میں اچھے بھلے باکردار لوگوں کی ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں، انکی پگڑی اچھالی جاتی ہے اور ناحق ان کو بے عزت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ایسے بدکردار لوگوں کی دعائیں اللہ کسی صورت بھی قبول نہیں کرتا ہے۔

اللہ واسطے لہٰذا اہل علم لوگوں سے محبّت کیا کریں اور ان سے دعائیں لیا کریں، اللہ آپ کی دعاؤں کو بھی قبول کرے گا۔ وہ تو برملا اعلان کرتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ [2]

''اور کہا تمھارے رب نے مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا کو قبول کرتا

[1] السیر ریارت۔

[2] غافر:60

ہوں، بلاشبہ وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔"

قبولیت کے حوالے سے ایک راز کی بات

یہاں آخر میں ایک اور اہم بات اچھی طرح سن لیں کہ جو شخص خوشحالی اور فراخی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دعائیں کرتا ہے جب اس پر اچانک کوئی مصیبت یا آفت آ گرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھوں اور جھکی ہوئی گردن کو کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔

امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھا کریں ، خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّسْتَجِيبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَآءِ [1]

"جسے یہ بات خوش کرے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعائیں قبول فرمائے تو وہ خوشحالیوں میں بہت زیادہ دعائیں کرے۔"

اللہ کے بندو......! اس معیار پر بھی اپنے آپ کو پرکھو......! کیا تم خوشحالیوں میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہو......؟ ہمارے ہاں اکثر لوگ آسائشوں کے دنوں میں دعائیں تو درکنار وہ تو اللہ تعالیٰ کے صریح احکامات کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ حد درجہ بے پروا ہوجاتے ہیں ، رب رسول کی ذرّہ بھر پروا نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے جب پھر پھنستے ہیں تو پھر ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

---

[1] جامع الترمذی: 3382، سلسلہ احادیث صحیحہ: 595

قبولیت کا خاص وقت

اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر کسی کی سنتا ہے، بشرط کہ دعا پورے آداب کے ساتھ کی جائے، اوقات کے حوالے سے بارش کے وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، فرضی نمازوں کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ دعاؤں کو جلد قبول فرماتے ہیں اور بالخصوص رات کے آخری پہر کے حوالے سے بے شمار ایسی صریح روایات ہیں کہ جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ رات کے آخر میں مانگی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ اپنی کمال رحمت سے قبول فرما لیتے ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ موقع دے تو انسان کو بار بار حج کے لیے جانا چاہیے کیونکہ عرفہ والے دن کی دعا میدانِ عرفات میں اللہ تعالیٰ کسی صورت رد نہیں فرماتے۔

دعاؤں کے متعلق ہمیشہ یاد رکھنے والی حدیث

ہمارے ہاں اکثر لوگ دعائیں بھی کرتے ہیں اور فوراً قبول نہ ہونے کی وجہ سے مایوس بھی رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں شاید ہماری دعائیں رائیگاں جا رہی ہیں جب کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے مسلمان کی کوئی دعا بھی رائیگاں نہیں جاتی، البتہ اللہ تعالیٰ اپنی کامل حکمت کی وجہ سے اپنے بندے کی دعاؤں کی قبولیت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں:

① ... يُعَجِّلُ لَهُ فِيْهَا

مسلمان جو بھی دعا کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو فوراً قبول فرما لیتے ہیں، مال مانگا تو مل گیا، اولاد مانگی اللہ نے عطا کر دی، غرض کہ جو بھی سوال کیا اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول کر لیا، دعاؤں کی قبولیت کی پہلی صورت یہ ہے۔

②... يُدْفَعُ عَنْهُ مَكْرُوهًا

مسلمان جو دعا مانگتا ہے اس کی دعا بعینہٖ اسی طرح من وعن قبول نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس مانگی ہوئی دعا کے عوض میں کئی ایک آفتوں اور مصیبتوں کو اپنے بندے سے ٹال دیتا ہے۔ اور خدا کی قسم......! یہ بھی بڑے وارے کا سودا ہے۔

آپکو کیا خبر کہ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے کتنی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کیا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ پردہ اٹھا کر آپ کو دکھا دے کہ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے اس قدر آفتوں کا رُخ آپ کی طرف سے موڑا گیا ہے تو آپ اللہ کے حضور یہ دعائیں کرنا شروع کر دیں کہ...... یا الٰہ العالمین...... ! ہماری دعاؤں کو فوراً قبول کرنے کی بجائے ان کے عوض میں ہم پر آنے والے بلائیں ہی ٹال دے۔

بعض دعاؤں کو من وعن قبول نہ کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی محبت اور حکمت کارفرما ہوتی ہے، ہم جذبات میں آ کر لاعلمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا بھی مطالبہ کر لیتے ہیں جو انجام کے لحاظ سے ہمارے لیے بہتر نہیں ہوتیں۔

اس کو آپ اس مثال سے ایسے ہی سمجھ لیں کہ ایک ننھا سا بچہ دوڑتے ہوئے سانپ کو کھلونا سمجھ کر اس کی طرف بھاگے گا تو پیار کرنے والی ماں کبھی بھی اس کو پکڑنے نہیں دے گی اگرچہ بچہ اس کو کھلونا سمجھ رہا ہے، لیکن ماں سمجھتی ہے کہ انجام کے لحاظ سے اس کا پکڑنا بہتر نہیں، اسی طرح انسان کی بعض دعاؤں میں کئی ایک مطالبات ایسے ہوتے ہیں جو انجام کے لحاظ سے بہتر نہیں ہوتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ وہ مطالبات تو پورے نہیں کرتے لیکن اس کے عوض میں بہت سی آفتوں مصیبتوں کو دنیا ہی میں ٹال دیتا ہے یہ دعا کی قبولیت کی دوسری صورت ہے۔

③... أَوْ يَدَّخِرُهَا [1]

اللہ تعالیٰ بندے کی بعض دعاؤں کو فوراً قبول کرتے ہیں نہ ہی ان کے عوض میں آفتوں کو ٹالتے ہیں بلکہ ان دعاؤں کو آخرت کے دن کے لیے ذخیرہ کر دیتے ہیں۔ قیامت والے دن بندے کو اجر وثواب کے بے شمار خزانے عطا کیے جائیں گے وہ بندہ کہے گا: الٰہ العالمین......! یہ میری کن نیکیوں کا نتیجہ ہے......؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے بندے......! جو تیری دعائیں میں نے دنیا میں قبول نہیں کی تھیں ان کو میں نے نیکیوں کی صورت میں تیرے لیے ذخیرہ کر لیا تھا آج انہی دعاؤں کی وجہ سے تجھے اجر وثواب کے انبار عطا کر دیئے ہیں۔ سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

میں اسی لیے اکثر کہا کرتا ہوں کہ جن لوگوں کی دعائیں فوراً قبول نہیں ہو رہیں وہ ایسے ہی سمجھیں جیسے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمیٹی ڈالی ہوئی ہے اور وہ قیامت کی پہلی تاریخ کو نکلے گی اور ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ اس روز ضرورت بڑی ہوگی، جس شخص کی کمیٹی اس روز نکل آئی گویا کہ وہ کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی جنت کا حقدار ٹھہرے گا۔ دعا کے معاملے میں کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، دعا ہی تو اعلیٰ درجے کی عبادت ہے اور آیئے اب آخر میں آپ کے سامنے دعا کی حکمت بیان کرتا ہوں کہ دعا اصل میں ہے کیا......؟

☆ دعا کی رُوح اور اس کا فلسفہ:

دعا حقیقت میں اللہ کے سامنے بے بسی اور محتاجی کا اظہار ہے، مسلمان

---

[1] مسند احمد بن حنبل: 11133

اپنے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ

یا الٰہ العالمین......! میں ہر وقت تیرے در کا منگتا ہوں، تیری مدد اور تیری خاص توجہ کے بغیر میں ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتا......

تو معلوم ہوا کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے مطالبات پورے کروانے کے لیے نہیں کی جاتی بلکہ دعا کی اصل روح اظہارِ فقر ہے، ہمارے ہاں کئی لوگ بڑے رعب کے ساتھ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو میری دعا ہی قبول نہیں ہوئی......!

ہم ایسے بھائیوں کو یہی فکر دینا چاہتے ہیں کہ اللہ کے بندو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کر کے اپنی فقیری اور محتاجگی کا اظہار کرتے ہو، اس کو حکم نہیں کرتے، بعض لوگ تو اپنی دعا کو یوں سمجھتے ہیں گویا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو کوئی حکم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حکم کو مانا نہیں......!

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت صرف اور صرف یہ ذہن میں رکھا کریں کہ میں فقیر اور مانگت ہوں، دعا کے ذریعے میں یہ بات ثابت کرتا ہوں کہ میں ہر اعتبار سے نیچا اور ضرورت مند ہوں اور میرا مولا وداتا حد درجہ غنی اور بے نیاز ہے، وہ مجھے دے، نہ دے، قبول کرے نہ کرے، میرا کام سوال کرتے رہنا ہے۔

☆ مروّجہ رسمی اجتماعی دعا:

عبادت کی سب سے اعلیٰ کیفیت دعا ہے، اگر غور کیا جائے تو نماز کی ہر ہر ادا میں دعا ہے لیکن لوگوں میں جہالت کا عالم یہ ہے کہ وہ نماز میں بالکل غافل کھڑے

رہتے ہیں، فاتحہ تک پڑھنا بھی بوجھ سمجھتے ہیں لیکن سلام کے بعد دعا کرنا ان کے ہاں بہت زیادہ اہم کام ہوتا ہے

ہمارے ہاں مسلمانوں میں بعض مساجد ایسی ہیں کہ ان میں فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے اور آج کل یہ دیکھا گیا ہے کہ سنتوں کی ادائیگی کے بعد پھر امام صاحب ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کر دیتے ہیں۔

جب کہ فرض نمازوں کے بعد ہمیشگی کے ساتھ اجتماعی دعا کا سلسلہ قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں۔

ہمارے تجربے کے مطابق بار بار ایسی اجتماعی دعاؤں نے لوگوں کو دعا کی اصل اہمیت اور روح سے ہی غافل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ ہاتھ اٹھانے کے باوجود دعا میں حد درجہ غافل ہوتے ہیں، کوئی بھی یکسوئی، یقین اور لگن سے دعا مانگنے والا نہیں ہوتا لیکن امام صاحب کی مجبوری ہے کہ وہ بطور formality دعا ضرور منگواتے ہیں۔

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

معافی کیسے ملے گی......؟
تین اہم باتیں
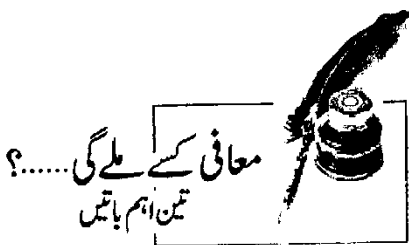
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ [1]

"مگر جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور خوب نیک اعمال کیے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اللہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔"

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسیدُ الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سیدُ الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

[1] الفرقان:70

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

ہر مسلمان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ آج کل معافی کے حوالے سے ہمارے موجودہ معاشرے میں عجیب قسم کی جہالت پائی جاتی ہے کہ لوگ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے ہیں، حد درجہ ظالمانہ کاروائیاں ہوتی ہیں اور پھر آخر میں کہہ دیا جاتا ہے:

”جی کوئی مسئلہ نہیں......! مولویوں کا تو کام ہی ڈرانا ہے، اللہ بڑا غفور الرحیم ہے، اس نے ننانوے افراد کے قاتل کو معاف کر دیا تھا ہم کو بھی معاف کر دے گا۔“ انا اللہ وانا الیہ راجعون

پیارے مسلمان بھائیو......! خدارا آج کے مضمون کو اچھی طرح سمجھ لو! معافی کے معاملے میں کہیں غلط فہمی کا شکار نہ رہنا، ایسا نہ ہو کہ معافی کی خوش فہمی میں ڈال کر شیطان تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد کر دے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج صدقہ و خیرات، نوافل اور دیگر بے شمار اعمال ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت ہانی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول......! میری کسی ایسے عمل پر رہنمائی فرمائیں جو مجھ کو سیدھا اللہ تعالیٰ کی جنت میں لے جائے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

جواب میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ مُوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ [1]

''بے شک مغفرت کو واجب کر دینے والے اعمال میں سے سلام کو عام کرنا اور اچھی کلام کرنا ہے۔''

مندرجہ بالا اعمال اور اس طرح کی دیگر احادیث کہ جن میں گناہوں کی بخشش کی بشارت دی گئی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم پہلے جان بوجھ کر خطرناک گناہ کریں، ظلم وستم کا بازار گرم رکھیں اور پھر اس کے بعد دو نفل پڑھ کر، ہزار کا صدقہ کرتے ہوئے اپنے دل کو سہارا دے لیں کہ ہمارے گناہ تو معاف کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ کی قسم......! ایسے کبھی معافی نہیں ملتی......! اللہ تعالیٰ کی مغفرت، بخشش اور معافی کے معاملے کو دین کی روشنی میں اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔

معافی کسے ملے گی......؟

اس حوالے سے میں تین اہم باتیں پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں ان کو اچھی طرح سننے کے بعد ذہن نشین فرمالیں اور اپنے دامن کو مغفرت سے بھر کر جائیں۔ میں ایک دفعہ پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اصولِ مغفرت، اصولِ بخشش اور اصولِ معافی اچھی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

1 بے خبری میں گناہ کر کے فوراً توبہ کرنے والے کو

مغفرت اور بخشش کے حوالے سے سب سے بنیادی سمجھا جانے والا اصول

[1] المعجم الکبیر:22/180، سلسلہ احادیث صحیحہ:1035

یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو معاف کرتے ہیں جن سے جہالت اور بے خبری کی وجہ سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور جو لوگ علم ہونے کے باوجود، جان بوجھ کر، پوری ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے ہیں اور پھر تسلسل کے ساتھ گناہوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور گناہوں کو لذت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے معافی کا وعدہ نہیں فرمایا۔

آج کل ہمارے سمیت مسلمانوں کی اکثریت اسی طرح کے گناہوں میں مبتلا ہے کہ ہم علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر کبیرہ گناہ بھی کرتے ہیں ساتھ ساتھ معافی کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں جب تک گناہوں کی دلدل سے نکل کر معافی کی طرف سفر نہ کیا جائے اس وقت تک گناہ کی معافی کا تصور بھی گناہ ہے۔

کیونکہ ایک سود خور جب تک سودی معاملات نہیں چھوڑے گا اس کو سود کے گناہ سے معافی کیسے ملے گی.....؟ اسی طرح جب ایک حرام خور نا جائز دھندوں کو ترک نہیں کرے گا اس کو حرام سے معافی کیسے مل سکتی ہے.....؟ جب ایک بے حیا، بے غیرت اور دیوث شخص بدی، بدکاری، بے حیائی اور ننگاہ کی آوارگی سے باز نہیں آتا تو وہ کس منہ سے معافی مانگتا ہے اور اسے کیسے معافی مل سکتی ہے.....؟

سامعین کرام.....!

گناہوں کی معافی کے حوالے سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ گناہ وہی معاف ہوتے ہیں جو بے خبری اور جہالت میں کیے گئے ہوں اور ان کو فوراً چھوڑ کر اپنی اصلاح کر لی گئی ہو اور سچی توبہ کا زیور پہن لیا گیا ہو۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کے اٹل فیصلے قرآن کی زبان سے سماعت فرمائیں:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ

ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ [1]

"اللہ کے ذمے توبہ صرف ان لوگوں کی ہے جو بے خبری میں برائی کرتے ہیں پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں وہی لوگ ہیں اللہ جن کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے توبہ نہیں ہے جو برائیاں کرتے رہتے ہیں جب ان میں کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر گئے وہی لوگ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

اس آیت نے دو باتوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اللہ کے ذمہ ان لوگوں کو معاف کرتے ہوئے ان کی توبہ کو قبول کرنا ہے جو بے خبری میں گناہ کر لیں اور فوراً اس سے لوٹ آئیں، یعنی جو لوگ جان بوجھ کر گناہ کریں گے اور پھر گناہوں میں اٹے رہیں گے ان کی معافی اللہ کے ذمے نہیں ہے۔ اسی حوالے سے دوسری آیت کان کھول کر سماعت فرمائیں!

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ [2]

---

[1] النساء:17-18

[2] النحل:119

''پھر بلاشبہ تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے بے خبری میں برائیاں کیں پھراس کے بعد انہوں نے توبہ کرلی اوراصلاح کرلی بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد البتہ بہت زیادہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں، کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اس کے لیے ہے جس نے بے خبری میں گناہ کیا ہو، پھراس نے گناہ کو چھوڑ دیا اور اپنی مکمل طور پر اصلاح کرلی تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ غفور رحیم ہے، یعنی جو لوگ جان بوجھ کر گناہ کرتے ہیں، پھران گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور اپنی اصلاح کرنے کا نام تک نہیں لیتے ایسے لوگ ساری ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر بھی معافیاں مانگتے رہیں وہ ہمیشہ مغفرت کے خزانوں سے محروم ہی رہتے ہیں۔

اسی مسئلے پر یہ تیسری آیت کامل توجہ سے سماعت فرمائیں!

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ [1]

''وہ لوگ جب کبھی وہ فحاشی کر لیتے ہیں یا اپنی جانوں پر گناہ کرکے ظلم کر لیتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔''

اس آیت میں بھی اور اس آیت کے بعد والے ٹکڑے نے اس بات کو واضح کردیا ہے کہ معافی صرف اسے ملے گی کہ جس سے بے حیائی اور گناہ کا معاملہ بے خبری

---

[1] آل عمران:135

میں ہوا اور وہ فوراً اس سے توبہ تائب ہو گیا۔ جو اندر کھاتے گناہوں پر اڑے رہتے ہیں اور طاق راتوں کو اٹھ اٹھ کر بغیر توبہ و اصلاح کے زبانی معافیاں بھی مانگتے رہتے ہیں وہ شیطان اور نفس کے دھوکے میں مبتلا ہیں ان کو کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کے خزانے نہیں دیتا...... آج کل کئی جاہل لوگ گنہگاروں، بدکاروں اور حرام خوروں کو یہ جملہ کہہ کر پالتے رہتے ہیں کہ ''کوئی بات نہیں، اللہ بڑا غفور رحیم'' ہے۔

لیکن ایسے بے وقوف اس اہم اصول پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کن کے لیے غفور رحیم ہے۔

کیا اس کی غفوری رحیمی کا یہ مطلب ہے کہ نیک وکار اور بدکار دونوں کو ایک صف میں جمع کر دیا جائے......؟

کیا وہ غفوری، رحیمی سے یہ سمجھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ان کے انجام تک نہیں پہنچائے گا......؟

ان جاہلوں کو یہ بات کیوں نہیں سمجھ آتی کہ اسی غفور رحیم نے جہنم جیسی بڑھکتی ہوئی آگ بھی تیار کی ہے کہ جس میں کفار ہی نہیں بدعمل مسلمان بھی جائیں گے۔

اللہ کے بندو......! اس بنیادی اور اس اہم حقیقت کو آج اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غفور رحیم ضرور ہے، اس کی بخشش کی کوئی حد نہیں، لیکن وہ غفور رحیم کن کے لیے ہے......؟ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے وہ خود ہی اعلان کرتا ہے:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ❁

''اور بلاشبہ میں بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں ہر اس شخص کو جس نے توبہ کی

❁ طٰہٰ: 82

اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت پر ڈٹا رہا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ان کے لیے ہے جو چار کام کریں:

① ...... سچی توبہ، یعنی گناہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا

② ...... ایمان، دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو سما لینا۔

③ ...... اپنی زندگی کو نیک اعمال سے مزین کر لینا۔

④ ...... سچی توبہ، ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ساری زندگی ڈٹے رہیں۔

جن لوگوں نے یہ چار کام کیے لیکن زندگی میں انسان ہونے کے ناتے ان سے کوئی کمی کوتاہی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو مایوس نہیں کرتے بلکہ وہ ایسے لوگوں کو بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں اور ایسے لوگوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

سامعین کرام......!

موجودہ حالات میں جس طرح ہم معافی مانگتے ہیں وہ معافی نہیں ہے بلکہ بے وقوفی ہے جو لوگ گناہوں کو چھوڑے بغیر معافیاں مانگتے ہیں وہ بے وقوفیاں کرتے ہیں اور اسی طرح ان کی ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ [1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ جب بندہ گناہوں کا اعتراف کر لے پھر گناہوں کو چھوڑ کر سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر نظر کرم فرما دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اس بہت بڑی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ہمیں معافی مانگنے کی

---

[1] صحیح البخاری: 4141

توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی مغفرت کے خزانے نصیب فرمائے آمین!

2 لوگوں کے کام آنے والے رحمدل مسلمان کو

معافی کسے ملے گی......؟ اس حوالے سے پہلی اور اہم بات سمجھ لینے کے بعد دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ جو شخص رحم دل اور دوسروں کے کام آنے والا نہ ہو ایسے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے خزانے نصیب نہیں ہوتے، نماز، روزے کے باوجود اگر کوئی شخص

* بے رحم اور سنگدل ہے
* لوگوں کے چہروں سے مسکراہٹیں چھیننے والا ہے۔
* نیک لوگوں کو دکھی کرتا ہے۔
* اللہ کے بندوں کو پریشان کرتا ہے۔
* رشتہ داروں کا جینا حرام کرتا ہے۔

غرضیکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ نہیں، اس کے لب ولہجے میں درشتی اور سختی ہے، ایسا شخص بھی معافی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

☆ اور جو شخص رحم دل ہو،
☆ رحیم وکریم ہو،
☆ خوشیاں تقسیم کرنے والا ہو،
☆ لوگوں کے کام آنے والا ہو،
☆ بے لوث لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہو،
☆ لوگوں کے دکھ درد کا ساتھی ہو،

☆ کسی کی بھوک پیاس اور تنگی میں خیر خواہ بن کر تعاون کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے اپنی مغفرت اور بخشش کے سب دروازے کھول کر اسے معاف فرما دیتے ہیں......

اس سلسلے میں صحیح البخاری سے تین اہم ترین واقعات سنانا چاہتا ہوں، پوری توجہ اور محبت سے سماعت فرمائیں اور اپنے کردار کا جائزہ لیں کہ آپ لوگ رحم دلی اور خیر خواہی کے معاملے میں کہاں کھڑے ہیں......؟ آنے والے واقعات میں میں نے تین پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔

میری بات یاد رکھنا......! صرف تسبیح پھیرنے، رسمی نماز پڑھنے اور لمبی داڑھی رکھنے سے معافی نہیں ملتی بلکہ معافی کے حصول کے لیے خلقِ خدا کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

1 ......تنگدست پر آسانی کرنے والا:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ پہلے دور میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اگر کوئی مقروض حالات کی تنگی کی وجہ سے بروقت ادائیگی نہ کر پاتا تو وہ اس کو مہلت دے دیتا اور اگر مقروض مہلت کے بعد بھی طاقت نہ رکھتا تو وہ اس کو اور مہلت دے دیتا اور اگر پھر بھی وہ ادائیگی نہ کر پاتا تو اور آسانی کر دیتا۔

چونکہ وہ مال دار تھا تنگدستوں کے ساتھ یہی آسانیاں کرتا رہا حتی کہ اسے موت آ گئی، موت کے بعد اس سے سوال کیا گیا کہ تو نے اپنی نجات اور آخرت کے لیے کیا کیا......؟ اس نے کہا: میں بہت زیادہ نیکیوں کے انبار تو نہیں لا سکا لیکن ایک عمل ضرور ہے کہ میں دنیا میں تنگدستوں کے لیے آسانی کیا کرتا تھا، مقروض کو مہلت دیتا اور زیادہ تنگدست کو اپنا حق معاف کر دیتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اس شخص نے یہ جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تو دنیا میں میرے بندوں کے لیے آسانی کرتا رہا......جا......! آج میں نے تیرے لیے آسانی کرتے ہوئے تیرے سب گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور تجھے اپنی جنّت کا مہمان بنایا ہے۔ سبحان اللہ!

اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالُوْا أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا ؟ قَالَ كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِيْ أَنْ يُّنْظِرُوْا الْمُوْسِرَ وَ يَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِقَالَ: فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ وَقَالَ أَبُوْمَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْت أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ [1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح فرشتوں نے قبض کی اور پوچھا کہ تو نے کچھ اچھے کام بھی کیے ہیں......؟ روح نے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقروض ہوں) مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہیں کی اور ابو مالک ربعی سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کیے۔ ''میں صاحبِ استطاعت کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقروض کو مہلت دے دیتا تھا۔''

سامعین کرام......!

معافی کیسے ملے گی......؟ اس سلسلے میں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کریں

---

[1] صحیح بخاری:1/278، صحیح مسلم:2/606

کہ اپنے سے کم درجے کے لوگوں کے لیے آسانیاں کرنے والا شخص بہت جلد معاف کردیا جاتا ہے چاہے وہ اس قدر گنہگار ہی کیوں نہ ہو اور اپنے سے نچلے درجے کے لوگوں پر تنگی کرنے والا اور ان پر ان کے حالات کو ٹائٹ کرنے والا نیکوکار بھی ہو تو بخشش سے محروم کردیا جاتا ہے

2 ......راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے والا:

رسول اللہ ﷺ نے پہلے دور کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلٰی طَرِیْق فَأَخَّرَهُ فَشَکَرَاللّٰهُ فَغَفَرَاللّٰهُ [1]

کہ ایک شخص راستے میں جارہا تھا اس نے ایک خاردار جھاڑی دیکھی جو راستے میں لوگوں کے لیے بہت زیادہ تنگی کا باعث تھی۔ فَاَخَّرَہ تو اس نے اس تکلیف دہ کانٹوں کو راستے سے ہٹادیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کا یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کرتے ہوئے اسکی زندگی بھر کے تمام گناہوں کو معاف کردیا۔

حضراتِ گرامی قدر......! یہاں آپ تھوڑی دیر رک کر اپنی زندگی کا محاسبہ کریں کہ آپ لوگوں کی زندگی کے کانٹے دور کرتے ہیں یا لوگوں کو خاردار اور کانٹوں والی زندگی میں دھکیلتے ہیں۔ اس بات کو ملاحظہ کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے حاجی نمازی بھی دوسروں کی راہوں میں کانٹے بکھیرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نماز اور ہماری تہجد معافی اور نجات کے لیے کافی ہے اور وہ اس

---

[1] صحیح البخاری: 2472

حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ایک مسلمان نمازی کی بخشش کے لیے سب سے بڑا کردار اس کے اخلاق کا ہوتا ہے اور جو شخص کسی کو دکھ دینے والا ہو، اس کی رسمی عبادات بھی ضائع کر دی جاتی ہیں۔

3 ......کتے کو پانی پلانے والا:

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص سفر پر جا رہا تھا اس کو بہت سخت پیاس لگی تو وہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے ایک کنوئیں میں اترا اور اس نے جی بھر کر پانی پیا، سیراب ہونے کے بعد وہ باہر نکلا، ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ يَأْكُلُ الثَّرىٰ مِنَ الْعَطَشِ "وہ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کو چاٹ رہا تھا، اس پر کتے کی یہ کیفیت بہت زیادہ گراں گزری، یعنی اس سے کتے کی پیاس برداشت نہ ہوئی، وہ واپس پلٹا اور پھر کنوئیں میں اترا اور اس نے پیاسے کتے کے لیے پانی نکالنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے پاس کوئی برتن یا پیالہ نہیں تھا جس سے وہ کتے کے لیے پانی نکال سکے۔

بالآخر اس نے اپنے پاؤں سے موزا اتارا اور اس نے کتے کے لیے پانی بھر لیا...... حضرات غور فرمائیں......! کہ ایک شخص کتے کے لیے کنوئیں میں اترا، کتے کے لیے اپنا موزا اتارا اور اس کو پانی سے بھر لیا...... آج ہم ہیں کہ اپنوں کے لیے کنوئیں سے پانی نکالنا تو در کنار، ہم ان کو کنوؤں میں پھینکتے ہیں اور دن رات کنوؤں میں پھینکنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ ایسی ناپاک اور پلید سوچ رکھنے والے کو کیسے معافی مل سکتی ہے......؟

بہر حال جب اس نے اپنے موزے کو پانی سے بھر لیا تو کنوئیں سے باہر نکلنا بہت بڑا مسئلہ تھا...... کیونکہ اہل نظر جانتے ہیں کہ کنوئیں میں اترنا قدرے

آسان ہے لیکن نکلنا بہت ہی مشکل ہے اور پھر ایسی صورت میں نکلنا کہ ہاتھوں میں کوئی چیز ہو یہ تو بالکل ہی جان کو خطرے میں ڈالنے کے برابر ہے۔ چنانچہ اس شخص نے أَمْسَكَهُ بِفِيهِ موزے کو اپنے منہ میں پکڑ لیا...... اللہ اکبر!

حضرات......! یہ سارا کچھ ایک کتے کے لیے ہو رہا ہے...... پھر وہ باہر نکلا اور اس نے کتے کو پانی پلایا، یہ شخص بہت زیادہ گنہگار تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کی رحم دلی اس قدر پسند آئی کہ ایک کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے

فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ [1]

"اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کی قدر کی اور اس کی زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کر دیا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگے: اللہ کے رسول......! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی اور رحم دلی کرنے سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں......؟ اور اللہ تعالیٰ اس پر اجر عطا کرتا ہے......؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ہاں، میرے صحابہ......! کسی جاندار کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور رحم دلی کا معاملہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر گناہ معاف کرتے ہوئے اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اب آئیے......! میں آپ کو اس سلسلے میں ایک واضح اور صریح روایت سنانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول......!

إِنِّي أَذْبَحُ الشَّاةَ وَأَنَا أَرْحَمُهَا [2]

---

[1] صحیح البخاری: 2363

[2] سلسلہ احادیثِ صحیحہ: امام البانی رحمہ اللہ

"میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو اس پر بھی رحم کرتا ہوں۔"

یعنی اس کو ذبح کرتے ہوئے چھری کو تیز کر لیتا ہوں اور زمین پر پچھاڑتے ہوئے اس کو آرام سے لٹاتا ہوں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللهُ [1]

"بکری پر اگر تو نے رحم کیا ہے تو اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔"

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جو شخص جانور کے ساتھ نرمی اور خیر کا معاملہ کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتے ہوئے اس کو اپنی جنّت کا مہمان بنا لیتا ہے۔

لیلۃ القدر اور کعبۃ اللہ کے سائے میں معافی تلاش کرنے والو......! اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر وفکر اور عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

لیکن یاد رکھنا......! سب سے زیادہ گناہوں سے معافی خیر خواہی اور رحمدلی پر ملتی ہے اور جو بدنصیب قطع تعلقی کرنے والا، سنگدلی کا مظاہرہ کرنے والا یا دوسرے کے چہروں سے مسکراہٹیں چھیننے والا ہو، ایسے بدنصیب کو لیلۃ القدر کی رات بھی معافی نہیں ملتی......جب بھی دعا کریں دل کی نرمی کا سوال ضرور کیا کریں کیونکہ سنگدل کے لیے نہ کسی عمل سے نہ ہی کسی جگہ پر معافی کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

3 آزمائشوں پر صبر کرنیوالے کو

معافی کیسے ملے گی......؟ اس حوالے سے تیسری، آخری اور اہم بات یہ ہے کہ جو شخص صوم وصلاۃ کا پابند ہو، حلال وحرام میں تمیز رکھتا ہو، فحاشی اور ظلم سے دور

[1] مسند احمد: المعجم الکبیر طبرانی: 3/19 سلسلہ احادیث صحیحہ: 26

ہو ایسے نیک اور شریف شخص پر جو بھی آفت، مصیبت اور بیماری آتی ہے اگر وہ اس پر دل کی خوشی سے صبر کر لے تو اللہ پاک اس کے بدلے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں...... اور آج اس حوالے سے تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے حاجی، نمازی اور پرہیزگار لوگ معمولی معمولی آفتوں، مصیبتوں اور آزمائشوں پر بے صبری کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں جس سے دنیا کی زندگی کا قرار نصیب ہوتا ہے نہ ہی آخرت کو کوئی فائدہ ہوگا، صبر نہ کرنے والے شخص کے دونوں جہان برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ آج ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ صبر میں اجر ہی اجر ہے اور معافی ہی معافی ہے بلکہ قرآن کے مطابق صبر کرنے والوں کو بغیر حساب سے اجر اور معافی دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اہل صبر کے لیے معافی کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ [1]

”سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے وہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے معافی اور بہت بڑا اجر ہے۔“

قرآن مجید کی اس آیت سمیت سینکڑوں آیات ایسے ایمان والوں کو تسلی اور خوشخبری دیتی ہیں کہ صبر کا کم از کم صلہ معافی ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے اہل ایمان کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دیتے ہیں جس طرح میل کچیل سے کپڑا صاف کر دیا جاتا ہے اور صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ نامۂ اعمال سے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تیز تند ہوا میں درختوں سے پتے گر جاتے ہیں۔

---

[1] هود: 11

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے انمول الفاظ پوری توجہ سے سماعت فرمائیں اور اندازہ کریں کہ بیماری اور پریشانی کے موقع پر صبر کر لینے سے کس قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے جس سے بندے کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُ أَذًى مِنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ بِهِ خَطَايَا كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا [1]

''جس مسلمان کو بھی بیماری یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ بالضرور اس کے بدلے اس کے گناہوں کو اس طرح معاف کر دیتے ہیں جس طرح درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔''

اور پھر اس سے ایک قدم آگے...... صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے بلکہ ہر دکھ اور آزمائش پر صبر کر لینے کے بدلے میں اللہ جنّت میں درجات کو بلند فرما دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ فرقان کے آخر میں واضح طور پر موجود ہے کہ اہلِ جنّت کو جنّت کے بالا خانے دنیا میں آزمائشوں پر صبر کی وجہ سے ہی دیئے جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ نے انہی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُ مِنْ نَّصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا خَطَايَاهُ وَرَفَعَ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ [2]

---

[1] صحیح البخاری:5648

[2] صحیح البخاری:5641

''جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی کوئی تھکن، پریشانی، تکلیف، بیماری حتی کہ کانٹا تک بھی چبھتا ہے اللہ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور ان کے بدلے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجے کو بلند کر دیتے ہیں''

میرے معزز سامعین کرام......!

آج کے اس عظیم الشان خطبہ میں آپ کو یہی سبق پڑھانا چاہتا ہوں کہ دیکھنا کہیں آزمائش میں صبر کا دامن نہ چھوٹ جائے......؟ صبر ہی زندگی ہے اور صبر ہی کی قیمت مغفرت اور جنت ہے۔

آیئے......! اس حوالے سے میں آپ کو ایک ایمان افروز حدیث سنا کر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی، امام المحدثین، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَا لِهِ حَتَّى يَلْقَ اللهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ [1]

''مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں مل جاتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نیک مرد اور نیک عورت پر اکثر اوقات آزمائش کی حالت ہی رہتی ہے کبھی وہ خود بیمار ہو جاتا ہے، کبھی اولاد کے صدمے سہنے پڑتے ہیں اور کبھی مالی و جانی نقصانات کا سامنا ہوتا ہے لیکن اللہ کا پیارا مومن ''سی'' تک نہیں کرتا بلکہ اللہ سے اجر پانے کے لیے دل کی خوشی سے اللہ کے لیے صبر کرتا ہے

---

[1] جامع الترمذی:2399۔وصحیح الجامع الصغیر:8515

ایسا شخص جب موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کی نیک اعمال والی سفید چادر پر گناہ کا ایک دھبہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ جب اس کی اللہ سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کا اعمال نامہ مکمل گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ سبحان اللہ!

حضرات ذی وقار......!

آخر ایک دن ہم نے یہاں سے جانا ہے...... اپنے حقیقی خالق و مالک سے ملاقات کرنی ہے، اس کی عدالت میں پیش ہونا ہے تو وہ شخص کتنا خوش نصیب ٹھہرے گا کہ جس نے اس حالت میں اپنے اللہ کا سامنا کیا کہ اس کا دامن ہر طرح کے گناہ کے دھبے سے پاک تھا۔

اللہ کے بندو......! آزمائشیں تو زندگی کا حصہ ہیں ''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ'' کا معنی ہی یہی ہے کہ کوئی شخص بھی آزمائش سے نہیں بچ سکتا، ہر ایک پر آزمائش آتی ہے اور اس کو صبر کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے اگر وہ اس کو ضائع کر دے تو دونوں جہان برباد اور اگر آزمائش کے موقع پر پورے پورے صبر کا مظاہرہ کرے تو پھر دونوں جہان آباد ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت بخار تھا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! وَاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنَ ''اور بلاشبہ آپ کے لیے اجر بھی تو دو ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بَلٰی! ✱ کیوں نہیں......! دگنا اجر ہی ہوگا، لیکن یاد رکھو......! صرف اجر ہی نہیں اللہ مومن بندے کو ہر آزمائش پر مغفرت کے خزانے عطا کرتے ہیں جنّت

✱ صحیح البخاری: 5648

میں درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ اللہ اکبر!

نہایت قابل توجہ بات:

سامعین کرام.....! آج معافی کے معاملے میں ہر شخص غلط فہمی میں مبتلا ہے، ہم نے آپ کے سامنے جو تین باتیں بیان کی ہیں وہ معافی کے معاملے میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

① ......جو جان بوجھ کر ڈھٹائی کے ساتھ گناہ نہ کرتا ہو، جو لوگ علم کے باوجود پوری ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے ہیں ان کا معاملہ بلاشبہ خطرے سے خالی نہیں، ایسے لوگوں کی اللہ کے ساتھ ٹکر ہے ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈر جانا چاہیے۔

② ......ایسے شخص کو مسجد، مصلے اور عرفات میں معافی ملنے کی کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے جو سنگدل اور قطع تعلقی کرنے والا ہے، معافی صرف اور صرف اسی صورت میں دی جاتی ہے اگر مسلمان اپنے دل کو نرم کرلے اور اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ اس کے نیک بندوں کی محبت پیدا کرلے اور وہ نرم دلی اور رحم دلی سے لوگوں کے حقوق ادا کرے۔

③ ......حصولِ مغفرت کے لیے صبر بہت ضروری ہے، صبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت جلد معاف فرمادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ مجھے اور آپ کو مندرجہ بالا تینوں باتیں اچھی طرح سمجھ کر ان کے مطابق معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ❁

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے وعدہ کر رکھا ہے ایسے باغات کا جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نہایت نفیس رہائش گاہیں ہوں گی ہمیشہ کی جنت میں اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

❁ التوبہ:72

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین اما منافی الدنیا واما منافی الآخرۃ واما منافی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

دنیا کی زندگی آزمائش اور امتحان کی زندگی ہے، اس زندگی میں نہ چاہتے ہوئے بھی مصائب وآلام اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس زندگی میں نیک سے نیک آدمی کا بھی کسی نہ کسی دُکھ یا محرومی سے سامنا ضرور ہوتا ہے، آپ کائنات کے سب سے زیادہ چنیدہ اور برگزیدہ لوگ انبیاء ورسل علیہم السلام کو ہی دیکھ لیں کہ ان کو بھی اس زندگی میں طرح طرح کی مشکلات، امراض اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں غموں، پریشانیوں اور دُکھوں کا بوجھ ہلکا کرنے کا طریقہ کیا ہے......؟ آخر کون سا ایسا کام ہے کہ اگر کوئی مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد وہ کام کرلے تو اس کے غموں کا بوجھ ہلکا اور دُکھوں کا علاج ہو جائے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمارے علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے، ہمارے خطبا نے بہت زیادہ بیانات اور خطابات اس موضوع پر ارشاد فرمائے ہیں اور وہ بھی بہت زیادہ قابل توجہ ہیں بلکہ یاد آیا ہم نے بھی اپنی ایک کتاب "خوشبوئے خطابت" میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی

ہے کہ دکھوں کا علاج یہ ہے کہ انسان تنہائی میں اپنے اللہ کے سامنے آہ و بکا اور گریہ زاری کرنے والا بن جائے......اور بعض نے

☆......نماز کو دکھوں کا علاج بیان کیا ہے، کہ نماز پڑھنے سے انسان کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور اس کو دلی قرار نصیب ہوتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات بھی سو فیصد درست ہے۔

اور بعض نے

☆......ذکرِ الٰہی کو دکھوں کا علاج قرار دیا ہے، کہ انسان کو ہمہ وقت اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے اس سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور مسلمان کو اطمینان و سکون کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ذکرِ الٰہی سے بہت زیادہ سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ذکر کی برکت سے سارے دکھ آہستہ آہستہ چھٹتے اور مٹتے چلے جاتے ہیں۔

اور بعض نے

☆......استغفار کو دکھوں کا علاج کہا ہے، کہ مسلمان توبہ و استغفار اور معافی کے ذریعے جہاں اپنے غموں کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے وہاں اپنے آپ کو اطمینان و سکون کی دولت سے بھی مالا مال کر سکتا ہے اور یہ نکتہ نظر بھی بالکل برحق ہے اور سچی بات ہے کہ جو انسان پورے شعور اور ادراک کے ساتھ استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اس کے معاملات میں آسانیاں فرما دیتے ہیں۔

بہرصورت مندرجہ بالا سب باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن وحدیث کے وسیع مطالعے سے جو حقیقت ہمارے سامنے آشکارا ہوئی ہے اور دکھوں کے علاج کے حوالے سے جس راز کو ہم نے پایا ہے وہ دو لفظوں

میں یہ ہے کہ ہمارے تمام دکھوں کا علاج ''شوقِ جنت'' ہے۔

کہ مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی جنّت کا شوق پیدا کر لے اور ہمہ وقت اسی کی طلب اور اسی کی تلاش میں رہے۔ جن لوگوں کی توجہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جنّت کی طرف رہتی ہے وہ بڑے سے بڑے کٹھن مراحل کا مقابلہ بھی نہایت آسانی اور خوش اسلوبی سے کر لیتے ہیں اور جو لوگ صبر کے انعام میں ملنے والی اللہ کی جنّت کو فراموش کرتے ہوئے اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں پھر وہ لوگ ہمیشہ دنیا کی جہنّم میں جلتے رہتے ہیں۔

سامعین کرام......!

ہمیں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی جنّت کو یاد کرتے رہنا چاہیے اور پورے یقین سے اس کا سوال کرتے رہنا چاہیے، اگر آپ مجھ سے یہ سوال کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے تشریف لا کر کون سا سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے......؟

تو میرے پاس اس کا جواب صرف اور صرف یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی توجہ اس دنیا سے ہٹا کر اللہ کی جنّت کی طرف کی ہے اور ان کے دل میں ''شوقِ جنت'' پیدا کیا ہے، ہر کڑی مصیبت، مشکل اور سخت سے سخت آزمائش کے موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد آپ کو جنّت ملنے والی ہے، اس پر یقین کرتے ہوئے اپنی پوری توجہ اسی کی طرف رکھو......!

میرے ذی وقار سامعین کرام......!

اگر انسان کے دل میں رتی بھر ایمان موجود ہو تو ''شوقِ جنت'' دنیاوی دکھوں کے زخموں پر مرہم پٹی کا کام دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ غمی اور

آزمائش کے موقع پر بلکہ ہمہ وقت بہت زیادہ دعا کیا کرتے تھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ❁

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی ''حسنہ'' عطا فرما اور آخرت میں بھی ''حسنہ''......اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

اس بابرکت آیت سے آخرت میں ''حسنہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی جنّت ہے اور مجھے یاد آیا کہ ایک دفعہ ہم ریاض شہر کی مشہور و معروف، حسین اور وسیع کشادہ مسجد ''مسجد الراجحی'' میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے ایک مصری شیخ کہ جن کو قرآن پاک سورۂ فاتحہ کی طرح یاد تھا وہ فرمانے لگے: رسول اللہ ﷺ یہ دعا اس لیے بہت زیادہ پڑھتے تھے کہ اس میں پہلی ''حسنہ'' سے مراد نیک اعمال کی توفیق ہے جس کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق مل گئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا کی خوبصورتی عطا کر دی اور آخرت میں ''حسنہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی جنّت ہے اور رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ سے جنّت ہی کا سوال کیا کرتے تھے جس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''شوقِ جنت'' انتہا درجے کا تھا۔

میرے مسلمان بھائیو......! آج ہمارے غم اسی لیے ہم پر چھا چکے ہیں کہ ہم اللہ کی جنّت کو بھول چکے ہیں، اللہ کی جنّت کا تذکرہ ہماری مجلسوں میں نہ ہونے کے برابر ہے ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ انسان احساسِ جنّت میں زندہ رہے اور دنیا کے غم اس کو اپنے گھیرے میں لے کر چکنا چور کر دیں۔

❁ البقرہ:201

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دکھوں کے علاج کے لیے ایک حدیث ہی کافی ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری پوری امید بلکہ یقین ہے کہ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ''کہ جنت والوں میں آدھی تعداد تمہاری ہوگی۔'' سبحان اللہ......!

تو آیئے......! آج میں آپ کے غموں کا علاج کروں، تمہارا رب تمہارے ساتھ کس قدر پاکیزہ وعدہ کرتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [1]

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے وعدہ کر رکھا ہے ایسے باغات کا جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نہایت نفیس رہائش گاہیں ہوں گی ہمیشہ کی جنت میں اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ کے بندو......! نیک اعمال اور صبر وشکر کے نتیجے میں ملنے والی جنت نہایت دلربا اور وسیع ہوگی، سادہ لفظوں میں آپ یوں سمجھ لیں کہ زمین وآسمان اپنی تمام وسعتوں سمیت جنت کے ایک محلے کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے، وہاں مومن کے لیے

☆......تا حد نگاہ عیش وعشرت کا سامان موجود ہوگا،

☆......کم وبیش تینتیس، چونتیس سال کی جوانی ہوگی

---

[1] التوبہ:72

☆......اور اسی نوے فٹ کے قریب قدو قامت ہو گی۔

☆......ایمان والے رشتہ دار، والدین، بیوی بچے آس پاس ہوں گے۔

☆......کھانے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مشروبات وما کولات کی ندیاں بہہ رہی ہوں گی۔

☆...... جہاں پہننے کے لیے نرم ونازک ریشم اور کنگن ہوں گے۔

☆......وہاں ٹیک لگانے کے لیے عالی شان مسندیں بھی ہوں گی،۔

☆......موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے غلمان ہوں گے جو دل میں پیدا ہونے والی چاہت کے مطابق ہر نعمت جنّتی کے سامنے لا کر پیش کر دیں گے......

ایمانداری سے بتائیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں اس قدر عالی شان جنّت کی طلب ہو......تلاش ہو...... جو اس قدر عیش وعشرت سے مالا مال جنّت کے امیدوار ہوں اور ان کو اپنے عقیدے اور قرآن کے مطابق سو فیصد یقین ہو یہ بہت جلد مل کر رہے گی کیا ایسے شخص کو دنیا کا کوئی غم بھی چکنا چور اور مایوس کر سکتا ہے......؟ خدا کی قسم......! ہرگز نہیں......!

شوقِ جنّت میں کھجوریں پھینک دیں

بس اپنے دل ودماغ میں "شوقِ جنت" پیدا کرو، یہی کام رسول اللہ ﷺ نے کیا، اسی سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کے ہر غم کا علاج کیا ہے، غزوۂ بدر کا موقع ہے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشمن کے لیے مقابلے میں آگے بڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں اور یہ مرحلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حد درجہ حساس اور خطرناک تھا لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے بڑھنے کی دعوت دیتے ہوئے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی دلا رہے ہیں کہ اے میرے جانثارو......!

قُوْمُوْا اِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ

اللہ کی جنّت تمہارے انتظار میں کھڑی ہے، آگے بڑھو اور شہادت کی سعادت پا کر ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کی جنّت میں داخل ہو جاؤ......! اسی دوران رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت عمیر انصاری رضی اللہ عنہ نے زبانِ رسالت سے جب ذکرِ جنّت سنا تو خوشی کے مارے لہلہا اٹھے اور ''واہ، واہ'' کہنے لگے۔

سرتاجِ جنّت ﷺ نے پوچھا: اے عمیر! کیا خیر ہے بڑا جھوم جھوم کر واہ، واہ کر رہے ہو......؟ کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم......! یہ جملہ میں نے ''شوقِ جنت'' میں کہا ہے، مجھے امید ہے کہ مجھے جنّت ضرور ملے گی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میرے عمیر! فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا ''بلاشبہ تم جنّت والوں میں سے ہو۔''

اسی دوران حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کھجوریں نکالیں اور کھانا شروع کر دیں اور پھر ''شوقِ جنت'' میں کہا:

لَئِنْ أَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ [1]

اگر میں کھجوریں کھانے تک زندہ رہا یہ تو بڑی لمبی زندگی ہوگی، اب کھجوریں بھی اللہ کی جنّت میں جا کر کھاؤں گا اور ساری کھجوریں پھینک دیں، جرأت و بہادری سے آگے بڑھتے ہوئے دشمنانِ اسلام کو جہنّم واصل کیا اور بالآخر ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کی جنّت میں چلے گئے۔ اللہ اکبر!

---

[1] صحیح مسلم: 1901

میرے ذی وقار سامعین حضرات......!

یہ ہے ”شوقِ جنت“ ......اسے کہتے ہیں تلاشِ جنت کا جذبہ......طلبِ جنت کی فکر اور یہی وہ شوق تلاش اور طلب ہے، جس کی موجودگی میں دنیا کا کوئی غم، غم نہیں رہتا۔ اور قرآن مجید بھی یہی تسلی اور یقین دلاتا ہے کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [1]

معذور صحابی کا شوقِ جنت

اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے درمیان منادی کی اور شہادت کے فوراً بعد ملنے والی جنت کا شوق دلایا تو رسول اللہ ﷺ کے ایک لنگڑے صحابی، جن کی ٹانگ میں کچھ نقص تھا، قدرے اٹک کر پاؤں اٹھاتے تھے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا: اللہ کے رسول......!

أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَتَّى أُقْتَلَ أَمْشِيْ بِرِجْلِيْ هٰذِهِ صَحِيْحَةً فِي الْجَنَّةِ [2]

”آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہوا شہید کر دیا جاؤں تو کیا میں صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں پہنچوں گا......؟

---

[1] التوبہ: 72

[2] مسند احمد: 5/299

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! میرے عمرو، شہادت کے بعد اللہ کی جنّت میں تیری چال ڈھال اور دوڑ میں کوئی نقص نہیں ہوگا...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہا تو وہ "شوقِ جنت" میں اللہ کی راہ میں شہید ہوگیا اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی میت کے پاس سے گزر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: گویا کہ میں اپنے عمرو کو نبوت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ کی جنّت میں صحیح پاؤں کے ساتھ درجات کی طرف چڑھتے جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

"شوقِ جنت" ہی تھا جو معذور صحابی کو میدانِ احد میں لے آیا تھا، اس نے اپنے لیے ایک صحیح اور جائز عذر کو بھی بہانہ نہیں بننے دیا...... لیکن دیکھ لیں......! ہم صحیح سلامت اور صحت مند ہونے کے باوجود بستروں سے نکل کر مسجدوں میں نہیں آتے، دکانوں سے نکل کر مساجد میں نہیں پہنچتے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے دکھوں نے ہمیں چکنا چور کر دیا ہے سب کچھ ہونے کے باوجود ہم بے چینی اور نحوست کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

آیئے لوگو......! اگر واقعی سکون اور دکھوں کا علاج چاہتے ہو تو ہمہ وقت "شوقِ جنت، طلبِ جنت اور تلاشِ جنت میں رہا کرو، اس دنیا کی ساری خوشی صرف اور صرف اسی فکر، سوچ اور جذبے میں ہے۔

اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شوقِ جنّت

آپ کو غزوۂ خندق تو یاد ہوگا کہ جب پورا کفر مدینے پر ٹوٹ پڑا تھا اور یہ ناپاک عزائم لے کر آچڑھا تھا کہ اب ہم مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور مسلمانوں کا نام ونشان تک ختم کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر خندق کھود رہے تھے اور حالت یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھے ہوئے تھے، جب ایک صحابی نے آکر اپنے پیٹ پر بندھا ہوا ایک پتھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا، آپ کی ناف مبارک گرد و غبار میں اٹی ہوئی تھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے لیکن اس دکھ بھرے پریشانی کے عالم میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام "شوقِ جنت" کی صدا لگاتے ہوئے یہ ارشاد فرمارہے تھے:

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَہ
فَاغْفِرِ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَہ

"اصل زندگی تو جنت کی زندگی ہے..... اے میرے اللہ! انصار اور مہاجر کو معاف کردے.....!"

کیسے خوبصورت انداز میں "شوقِ جنت" دلا کر اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دے رہے ہیں اور ان کی دلجوئی فرمارہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دنیا کے ہر دکھ کو بھول کر اپنی جنت کی تلاش اور اس کی طلب میں دل کی خوشی سے خندق کھود رہے ہیں۔

آج میں بھی آپ کو یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ لوگو.....! دنیا کی زندگی منزل نہیں..... بلکہ سفر ہے اور یہ سفر بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ بس اپنی حسین منزل اللہ کی جنت پر نظر رکھو.....! اس دنیا کا سارا حسن اسی تصور اور اسی یاد میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یہی یقین دہانی کروا رہے ہیں کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ [1]

شفا نہیں جنت چاہیے

"شوقِ جنت" کی بات چل نکلی ہے، تو آیئے......! میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ایک عظیم صحابیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر کروں کہ جس نے اپنے دنیا کے غموں کا علاج "شوقِ جنت" سے ہی کیا تھا، یہ اللہ کی جنت کی سچی طلب ہی تھی کہ جس نے اس سے بے چین کر دینے والی بیماری کا دکھ بھی ہلکا کر دیا۔

آج ہماری عورتیں بہت زیادہ گلے شکوے کرتے ہوئے آنے والی پریشانی پر بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ جنت کی طلب اور "شوقِ جنت" نہ ہونے کے برابر رہ چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت امّ زفر اسدیہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور اس نے آ کر کہا: اللہ کے رسول......! میں بیمار ہوں اور بیماری بھی بہت زیادہ خطرناک ہے، مرگی کے دَورے پڑتے ہیں اور میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتی ہوں، جب بیہوش ہو کر زمین پر گرتی ہوں تو میرا جسم بھی برہنہ ہو جاتا ہے۔ فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ "آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کر دیں"

میرے مسلمان بھائیو......! یہاں پر اپنے عقیدے کی بھی اصلاح کر لیں......! نبی علیہ الصلاۃ والسلام صرف دعا کرتے ہیں شفا اللہ ہی دیتا ہے اور صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بھی

---

[1] التوبہ:72

عقیدہ یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ مختارِ کل نہیں ہیں کہ

جسے چاہیں بیمار کر دیں اور جسے چاہیں شفا دے دیں

جس کو چاہیں بے اولاد رکھیں اور جسے چاہیں اولاد دے دیں

بلکہ اللہ کے رسول ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم کے پابند ہیں

بہر صورت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امّ زفر رضی اللہ عنہا کو ''**شوقِ جنت**'' دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ

''اگر تو چاہتی ہے صبر کر لے تو تیرے لیے بدلے میں جنّت ہوگی اور اگر چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے دعا کر دیتا ہوں یہ کہ وہ تجھے صحت دے۔''

جب اتنی بات امّ زفر اسدیہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر فوراً کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! اَصْبِرُ ''میں صبر کرتی ہوں اور صبر کروں گی'' اللہ اکبر!

لیکن اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کر دیں کہ جب مجھے مرگی کا دورہ پڑے تو میرے بدن سے کپڑا نہ ہٹے، میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی، چنانچہ جب یہ عورت سرزمینِ حجاز پر چلا کرتی تھی تو اصحابِ رسول لوگوں کو مخاطب کر کے یہ بات کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ کی زمین پر جنّتی خاتون دیکھنی ہے تو اس عورت کی طرف دیکھ لو......! بعد میں ان کو مرگی کا دورہ تو پڑتا تھا لیکن بدن سے کپڑا نہیں ہٹتا تھا۔

پردے میں بیٹھنے والی میری معزز ات......! اگر دل میں جنّت کا شوق ہو تو انسان بڑے بڑے دکھ سہ کر بھی پُر مسرت اور خوش باش رہتا ہے، شوقِ جنت اور طلبِ جنّت کا جذبہ کسی بھی غم کے بوجھ کو انسان پر سوار نہیں ہونے دیتا......

آج ہماری بربادی، تباہی اور بدسکونی کی بنیادی اہم وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم نے کلمہ تو پڑھ لیا لیکن کلمے کے بعد ملنے والی جنّت کا قرآن وحدیث سے مطالعہ کیا ہے نہ ہی اس کو پانے کا شوق دل میں پیدا کیا ہے، اسی لیے تو کسی نے کہا ہے کہ جس دل میں شوقِ جنّت نہیں، اس انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں......! اور قرآن بھی یہی آس، شوق، امید اور یقین دلاتے ہوئے وعدہ کرتا ہے:

وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝[1]

شوقِ جنّت میں سب کچھ لٹا دیا

اللہ کی جنّت کا شوق ایسا پرسکون اور مبارک عمل ہے کہ جس سے جہاں محرومی اور دکھوں کا علاج ہوتا ہے وہاں انسان اپنی جنّت کے لیے سب کچھ لٹانے کو تیار ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنّت کے بدلے بڑے بڑے سودے کیے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے، خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول......! فلاں شخص کا میرے باغ میں کھجور کا درخت ہے، آپ اسے یہ بات کہہ دیں کہ وہ کھجور کا درخت مجھے ہبہ کردے تاکہ میں آسانی کے ساتھ بلا تکلف اپنے باغ میں رہ سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے

[1] التوبہ: 72

اس شخص کو بلایا اور کہا:

أَعْطِهَا إِيَّاهُ بِنَخْلَةٍ فِي الْجَنَّةِ

"تم اپنا درخت اپنے ساتھی کو ہبہ کر دو......! اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے جنّت میں کھجور کا درخت عنایت فرمائیں گے۔"

لیکن اس شخص نے کھجور کا درخت دینے سے انکار کر دیا۔ اس معاملے کی خبر سخیوں کے امام حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے درخت کے مالک کو کہا کہ تم مجھے میرے پورے باغ کے بدلے میں یہ ایک درخت بیچ دو......! چنانچہ وہ شخص فوراً راضی ہو گیا اور اس نے حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ سے کم و بیش چھ سو کھجوروں پر مشتمل باغ لے لیا اور ایک کھجور کا درخت ان کو دے دیا۔

حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ فوراً رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اللہ کے رسول......! میں نے اپنے پورے باغ کے بدلے اس سے درخت خرید لیا ہے، آپ یہ درخت اس باغ والے کو دے دیجیے......! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پیارے صحابی کا یہ ایمان دیکھا اور طلبِ جنّت کا شوق دیکھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی بار مندرجہ ذیل جملہ کہا:

كَمْ مِنْ عَذْقٍ رِدَاحٍ لِأَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ

"کتنے کھجور کے پھلدار بڑے درخت ہیں ابو دحداح کے لیے اللہ کی جنّت میں۔"

پھر حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں گئے اور اپنی بیوی امّ دحداح رضی اللہ عنہا کو آواز لگاتے ہوئے کہنے لگے:

أُخْرُجِيْ مِنَ الْحَائِطِ فَإِنِّيْ بِعْتُهُ بِنَخْلَةٍ فِي الْجَنَّةِ

"باغ سے باہر آ جاؤ......! میں نے اس باغ کو جنّت میں ایک کھجور کے درخت

کے بدلے بیچ دیا ہے۔"

امّ دحداح رضی اللہ عنہا نے جب یہ بول سنا تو خوشی سے کلی کی طرح کھل اٹھیں اور فرمایا:

قَدْ رَبِحْتَ الْبَيْعَ "تحقیق تو نے بڑے نفع کا سودا کیا۔" [1]

خدا کی قسم......! آج بھی میں امّ دحداح رضی اللہ عنہا کی عظمت کو سلام کرتا ہوں، جو ایمان والی، بلکہ اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے والی خاتون تھیں۔ آج ہمارے ہاں معاملہ بالکل الٹ ہو چکا ہے اگر خاوند کوئی چیز اللہ کی راہ میں دینا چاہے یا وہ نیکی کی راہ پر آگے بڑھنا چاہے تو سب سے بڑی رکاوٹ بیوی کی شکل میں سامنے آتی ہے جب کہ ہماری ایمان والی عورتوں کو امّ دحداح رضی اللہ عنہا جیسا کردار ہی ادا کرنا چاہیے۔

میرے ذی وقار سامعین کرام......!

اگر آج ہم میں بھی شوقِ جنّت پیدا ہو جائے تو ہم بھی دنیا اور دنیا کے مال کے پیچھے مارے مارے دکھی نہ پھرتے رہیں، بلکہ ہم اس پاکیزہ جنّت کے لیے سب کچھ لٹا کر یہی بات کریں کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ " لوگو......کعبہ کے رب کی قسم......! میں کامیاب ہو گیا۔

آج میں یہی دعوت دینا چاہتا ہوں کہ اس "دارالفتن" اور "دارالابتلاء" دنیائے فانی میں کوٹھیاں اور بنگلے بنانے والو......! اس جنّت میں محلّات بنانے کے لیے بھی کچھ محنت کرو......! کہ جس کو قرآن "دارالآخرة" کہتا ہے، کہیں "دارالمتقین" کہتا ہے، کہیں "دارالقرار" کہتا ہے اور کبھی اس جنّت کو "دارالمقامة" کا لقب دیتا ہے اور کبھی اسے "دارالسلام" اور "دارالخلد"

---

[1] مسند الامام احمد: 3/146، صحیح ابن حبان: 7159۔ سلسلہ صحیحہ: 2964
وصححه الحاكم ووافقه الذهبي وسند هذه القصة حسنة والحمدلله

جیسے پاکیزہ ناموں سے یاد کرتا ہے۔

اور تمام اہل جنّت کے امام، امام الانبیاء ﷺ بھی ساری زندگی یہی اعلان کرتے رہے:

أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ ...

''خبردار، اے لوگو......! بلاشبہ اللہ کا خزانہ بڑا قیمتی ہے اور اللہ کا خزانہ اس کی جنّت ہے۔''

اسی کی تلاش میں نکلو، اسی کی طلب کو بڑھاؤ اور اسی کا دل میں شوق پیدا کرو۔

سامعین کرام......!

جس جنّت کے شوق کو میں نے دکھوں کا علاج قرار دیا ہے، کبھی اکیلے بیٹھ کر دل جمعی سے اس کا ذکر تو پڑھا کریں، کبھی قرآن تو کھولا کریں......! قرآن کا ہر پارہ جنّت کی اعلیٰ ڈیزائننگ اور خوبصورتی کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ''سورۂ رحمٰن'' کا آخری اور ''سورۂ واقعہ'' کا پہلا رکوع اچھی طرح یاد کرلیں......! اور اس کو سفر و حضر میں جھوم جھوم کر پڑھا کریں......! دنیا کا کوئی غم آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔

آیئے......! میں آپ کو آخر میں صرف چند ایک ایمان افروز احادیث سناتا ہوں جس سے آپ کے دکھوں کا علاج ابھی ہو جائے گا اور آپ روحانی طور پر اور اللہ کے فضل سے جسمانی طور پر تندرست اور صحتمند ہو کر اپنے گھروں کو جائیں گے۔

میرے بیٹے کو جنّت کی دائیاں دودھ پلا رہی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیارے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ پیار

تھا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینے کے قریب ایک بستی میں دودھ پلانے کے لیے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ایک دایہ کے حوالے کیا ہوا تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام گا ہے گا ہے اپنے بیٹے کو دیکھنے اور ملنے کے لیے اس کے گھر میں جایا کرتے تھے۔ وَكَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا ابراہیم کا پرورش کنندہ باپ لوہار تھا، اس وجہ سے اس گھر میں بہت زیادہ دھواں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جاتے، اپنے بیٹے کو اٹھاتے، سینے سے لگاتے، چومتے اور پیار کرتے تھے اور یہی پیارا بیٹا جب اللہ کو پیارا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کے دکھ میں بہت زیادہ غمگین ہوئے اور ظاہر ہے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ماں اور ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بہنیں بھی بہت زیادہ غمگین اور افسردہ ہوئی ہوں گی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دکھ کی گھڑی میں جنّت ہی کو یاد کرتے ہوئے اپنے دکھ کا علاج کیا تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میرا بیٹا شیر خوارگی کی حالت میں یعنی دودھ پیتے ہوئے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا ہے

وَإِنَّ لَهُ ظِئْرَيْنِ يُكَمِّلَانِ رَضَاعَتَهُ فِي الْجَنَّةِ [1]

”بلاشبہ ابراہیم کے لیے جنّت میں دو دائیاں ہیں جو اس کی مدت رضاعت کو پورا کر رہی ہیں۔“

حضرات......! آج میں آپ کو یہی سبق یاد کروانا چاہتا ہوں کہ اگر فوت ہونے والے پیارے بیٹے کا دکھ ستائے...... یا پیارے والدین کی جدائی بیقرار کرے تو یہ سوچ کر اپنے غم کا علاج کیا کریں کہ میرے پیارے ایمان کی حالت میں دنیا چھوڑ کر گئے ہیں اور بلاشبہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی پیاری جنّت کے مہمان بن چکے ہیں اور اللہ کی پیاری جنّت اس فانی دنیا سے ارب ہا مرتبہ زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل: 3/112، شعب الایمان: 11011، سلسلہ صحیحہ: 2493

میں تو جنّت کی خوشبو پا رہا ہوں

اللہ کی قسم ......! کیا شوق اور ایمان تھا، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا، مشکل سے مشکل اور کٹھن سے راہ پر بھی وہ مسکرا کر چل دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو بدر کی لڑائی میں شرکت کا موقع نہ ملا تو احد کے موقع پر انہوں نے جن جذبات کا اظہار کیا، ذرا ان کی ہی زبان سے سن لیں......!

لَئِنْ أَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا أُجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ أَيْنَ يَا سَعْدُ ! إِنِّيْ أَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ أُحُدٍ .....

"اگر اللہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا میں کتنی بے جگری سے لڑتا ہوں، پھر احد میں حاضر ہوئے، جس وقت بظاہر مسلمانوں کی جماعت کو شکست ہوئی تو کہا: اے اللہ! مسلمانوں نے آج جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے معذرت خواہ ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں، پھر اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے، راستے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس سے کہا: سعد! تم کہاں جا رہے ہو......؟ میں تو احد پہاڑی کے دامن میں جنّت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔" اللہ اکبر!

اس کے بعد حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ میدان میں کود پڑے اور کفار کو جہنّم

واصل کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کی جنّت کے مہمان بن گئے۔ صحیح البخاری کے مطابق آپ کے جسم پر تلواروں اور تیروں کے اسّی نشانات تھے اور آپ کی میت کی شناخت تک نہیں ہو رہی تھی، بڑی مشکل سے آپ کی بہن نے ایک تل یا انگلی کے پورے سے اپنے بھائی کی لاش کو پہچانا۔

حضرات......! میں ان تمام واقعات سے صرف اور صرف یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر انسان کے دل میں اللہ کی جنّت کا سچا شوق ہو تو ہر نیکی اور ہر منزل آسان ہو جاتی ہے اور اگر دل میں جنّت کا شوق اور جنّت کی طلب کا جذبہ ختم ہو جائے تو پھر ہر نیکی پہاڑ سے زیادہ مشکل نظر آتی ہے اور ہماری تمام تنگیوں کا علاج صرف اور صرف شوقِ جنّت میں ہے۔

قرآن مجید بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ [1]

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے وعدہ کر رکھا ہے ایسے باغات کا جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نہایت نفیس رہائش گاہیں ہوں گی ہمیشہ کی جنّت میں اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

---

[1] التوبہ:72

جنّت کے تعارف پر چند احادیث

اللہ کی جنّت کے حسین مناظر غریب سے غریب شخص کو بھی مالدار بنا دیتے ہیں، اسے اپنی غربت کی کوئی فکر نہیں رہتی، وہ غربت میں رہ کر بھی اپنے آپ کو ہزاروں امیروں سے زیادہ خوش نصیب سمجھتا ہے، دکھی سے دکھی شخص بھی جب ذکر جنّت سنتا ہے تو اس کے سارے دکھ ہمیشہ کے لیے اسے خیر باد کہتے ہوئے اس سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ جنّت میں جاتے وقت اہل جنّت کے چہرے چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ چمک رہے ہوں گے۔ اور اللہ پاک جنّت میں اہل جنّت کی خود مہمانی کرے گا، بلکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ لُّؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا أَهْلٌ مَّا يَرَوْنَ الْآخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَّنْظُرُوْا إِلَى رَبِّهِمْ رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ [1]

"بلاشبہ مومن کے لیے جنّت میں ایک خوبصورت گول موتی سے تیار کردہ خیمہ

[1] صحیح البخاری: 3243

ہوگا، جس کی چوڑائی اور ایک روایت کے مطابق جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی اور اس کی بناوٹ ایسی ہوگی کہ اس کے ہر کونے میں اس کے لیے خدمت گزار اہل وعیال ہوں گے لیکن خیمے سے باہر والوں کو وہ نظر نہیں آئیں گے۔ مومن آدمی ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا اور اس خیمے میں دو باغ چاندی کے ہوں گے کہ جس میں برتن اور ہر چیز چاندی کی بنی ہوئی ہوگی اور دو باغ سونے کے ہوں گے کہ جس میں برتنوں سمیت ہر چیز سونے کی ہوگی (اور لوگ ہمیشہ ہمیش کی جنّت میں رہ رہے ہوں گے) اہل جنّت اور اللہ کے درمیان صرف اور صرف کبریائی کی چادر ہوگی (جس کو گاہے گاہے ہٹا کر اللہ تعالیٰ اہل جنّت کو اپنے چہرے کا دیدار کروائیں گے)'' سبحان اللہ ...... سبحان اللہ!

اللہ والو......! ایمانداری سے بتاؤ کہ اس حدیث کو سن لینے کے بعد بھی ......کوئی غم باقی رہتا ہے......؟ ذرا، حدیث کے الفاظ پر غور تو کریں ......!

فرمایا: جنّت میں اہل جنّت اور اللہ کے درمیان صرف ''رداء الکبریا'' ہوگی جو گاہے گاہے ہٹتی رہے اور عرش وفرش کے داتا کا جنّت میں دیدار ہوتا رہے گا۔

آج ہمارے وہ نوجوان جو دنیا کی آوارہ لڑکیوں اور بدکار عورتوں کے پیچھے اپنی جوانیاں برباد کر رہے ہیں، اپنی راتوں کو کالا کر رہے ہیں، جن بے دین عورتوں کی خاطر اپنے ماں باپ کو ناراض کر رہے ہیں...... وہ ذرا ہوش سے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو سنیں کہ پاکباز اور فرمانبردار نوجوانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنّت میں کس قدر حسین وجمیل عورتوں کا اہتمام کیا ہے۔

خادمِ رسول حضرت امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا [1]

''بلاشبہ اگر جنّتی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانک لے تو ان دونوں کے درمیان ہر چیز نور ونور ہو جائے اور زمین وآسمان کے درمیان کی فضا خوشبو کے ہلّوں سے معطر ہو جائے اور البتہ جنّتی عورت کے سر پر ڈوپٹہ ہے وہ بھی دنیا اور دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی اور بہتر ہے.....'' اللہ اکبر!

حضرات گرامی قدر......!

آج میرا مضمون تعارفِ جنّت نہیں بلکہ شوقِ جنّت ہے، اگر آج میرا موضوع جنّت کے نظارے ہوتا تو پھر میں بھی دل کھول کر قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے سامنے جنّت کے دروازے کھولتا اور آپ کو اللہ کی حسین جنّت کی سیر کرواتا اور اس کے دلربا مناظر آپ کے سامنے رکھتا۔

بہرصورت میں انہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو ''شوقِ جنت، طلبِ جنت اور تلاشِ جنت'' میں جینے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ دنیا کا سارا حسن اسی فکر، اسی سوچ اور اسی تگ ودو میں ہے۔

جس شخص نے اپنی جنّت کو اپنی نگاہوں سے اوجھل کر لیا اس کے لیے ساری دنیا اندھیر ہوگئی بلکہ یوں سمجھ لیں کہ اس کے دونوں جہاں برباد ہوگئے۔

[1] صحیح البخاری:2796

اللہ ہم سب کو جنّت پانے اور جنّت جانے کی جستجو نصیب فرمائے۔

اللّٰهم انانسئلك الجنة ونعيمها

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

آفتیں
آئیں تو کیا کریں......؟
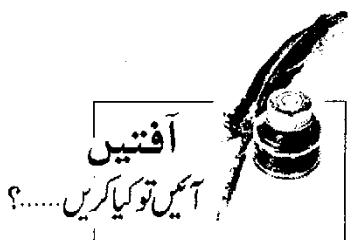
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ [1]

"اور البتہ ضرور ضرور ہم آزمائیں گے تم کو کچھ خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری دے دے صبر کرنے والوں کو جن کو جب مصیبت پہنچتی ہے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

[1] البقرہ:155

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیّدنا و سیّد الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سیّد الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں پر انسان کو پرکھنے کے لیے جہاں مال و اولاد کی فراخی وکشادگی دی جاتی ہے، وہاں اس کو تنگدستی اور نقصان کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ کامیاب ہیں وہ لوگ جو خوشحالی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بنتے ہیں اور تنگدستی اور نقصان کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کرتے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کی موجودہ صورت حال آپ کے سامنے ہے کہ بارشیں اپنے وقت پر ہوئیں لیکن ہمارے حکمرانوں کی نااہلی ہے کہ ڈیموں کی قلت کی وجہ سے وہ پانی کو سٹور نہیں کر سکے اور انہوں نے پانی کو محفوظ کرنے کے لیے اہتمام نہیں کیا جس غفلت کی وجہ سے پنجاب کے بعض علاقوں میں شدید سیلابی صورت حال کا سامنا ہے۔ ایک سروے کے مطابق اٹھارہ لاکھ کے قریب مسلمان گھرانے متاثر ہوئے ہیں، ان کی فصلیں اجڑی ہیں، بستیاں تباہ ہوئی ہیں اور اس کے علاوہ بہت زیادہ مالی و جانی نقصان ہوا ہے۔ اس ساری صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ بات پوری بصیرت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ذمہ دار لوگوں کی غفلت کی وجہ

سے ہم پر ایک امتحان ہے، آزمائش کی گھڑی ہے اور ہم مصیبت سے دوچار ہیں۔

ایسے حالات میں ہمیں مصیبت زدگان اور سیلاب زدگان کے لیے ہر قسم کا تعاون کرنا چاہیے، آزمائش کا شکار ہونے والے مسلمان بھائیوں کو ہر طرح سے حوصلہ دیتے ہوئے ان کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

کیا موجودہ سیلاب عذابِ الٰہی ہے......؟

مجھے ان دنوں چند کالم پڑھنے اور بعض علما کے بیانات سننے کا موقع ملا، وہ برملا یہ بات کہہ رہے ہیں کہ یہ سیلاب اللہ کا عذاب ہے اور سیلاب زدگان عذابِ الٰہی کا شکار ہیں۔

محترم سامعین کرام......!

ہمیں اس نکتہ نظر سے ہرگز ہرگز اتفاق نہیں، موجودہ صورتِ حال کو عذابِ الٰہی کہنا بہت بڑی جسارت ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط تاثر پھیلانے کے برابر ہے۔ کیونکہ عذابِ الٰہی کے حوالے سے اگر قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب

① ...... رسول قوموں کو اللہ کا پیغام دیتے ہیں اور ان کو باقاعدہ تنبیہ کرتے ہیں کہ اس پیغامِ الٰہی کو ٹھکرانے کی صورت میں تم عذابِ الٰہی کے حقدار ٹھہرو گے، چنانچہ قوم حد درجہ تمرد اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے رسولوں کو للکارتی ہے، ان کو علاقے سے بھگا دینے کی دھمکیاں دیتی ہے......تو پھر اللہ تعالیٰ ایک لمبی مہلت کے بعد اپنے عذاب کو نازل کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے، تو پھر کوئی ظالم باقی نہیں بچتا، نیکوں کو بچا لیا جاتا ہے اور بدکاروں کو تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے۔ موجودہ

صورت حال میں سیلاب کی زد میں آنے والے تمام لوگ مسلمان ہیں اور سیلاب کی وجہ سے نقصان اٹھانے والے اکثر غربا دیہاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر موجودہ سیلاب عذابِ الٰہی ہے تو اس ملک کے اصل مجرم، اللہ کے اصل نافرمان، سرکش و متکبر لوگ لاہور، اسلام آباد میں محفوظ کیوں ہیں......؟

ان وطن فروش، ضمیر فروش اور بے دین لوگوں پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں اترا......؟ جب کہ عذابِ الٰہی سے کوئی ظالم محفوظ نہیں رہتا۔

②......جب اللہ کا عذاب آئے تو انبیاء و رسل علیہم السلام اور نیک لوگوں کو پیچھے مڑ کر دیکھنے کی اجازت نہیں ہوتی، چہ جائے کہ ان کے ساتھ مالی و اخلاقی تعاون کیا جائے سوال یہ ہے کہ موجودہ سیلاب اللہ تعالیٰ نے بطورِ عذاب بھیجا ہے تو پھر جن پر اللہ عذاب بھیج رہا ہے، ہم ان کی مدد کے لیے محنت و کوشش کیوں کر رہے ہیں......؟

③......جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو عذابِ الٰہی کا رُخ موڑنے میں بندوں کا کوئی کردار نہیں ہوتا جب کہ ہمارے ہاں یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے جاگیرداروں نے اپنی زرعی زمینیں اور ملیں بچانے کے لیے بے بس اور بے کس غربا کی طرف بند توڑے ہیں اور ان کو آزمائش کا شکار کیا ہے۔

سوال یہ ہے کیا عذابِ الٰہی آنے کے بعد کسی وزیر یا جاگیردار کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ عذابِ الٰہی کا رُخ جس طرف چاہے پھیر دے اور خود کو بچا لے۔

④......کس کالم نگار اور مولوی صاحب پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے کہ جس سے وہ پورے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ مسلمانوں پر آنے والی یہ آزمائش بطور امتحان نہیں بلکہ بطور عذاب ہے......؟

⑤......اس وقت اللہ کے عذاب کی سب سے زیادہ ضرورت اسرائیل کو

ہے جو نہتے معصوم بچوں سمیت اہل اسلام کو ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا، دن رات بمباری کر رہا ہے......اس صورتِ حال کو سامنے رکھیں تو کیا چھوٹا سا دماغ رکھنے والا شخص بھی یہ فیصلہ کرتے ہوئے ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس کرے گا کہ پنجاب کے بعض علاقوں میں عذاب بھیجنے کی بجائے اسرائیل میں عذاب اتارنے کی زیادہ ضرورت تھی۔

اللہ کے بندو......! عذابِ الٰہی کیا کوئی تماشہ ہے کہ یہودی وعیسائی تو سرعام دندناتے پھریں، مسلمانوں کا ناحق خون بہاتے رہیں ان پر تو اللہ کا عذاب نہ اترے لیکن غربا مسلمان عذابِ الٰہی کا شکار ہو جائیں، یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایسی ٹیڑھی فکر رکھنے والے نام نہاد سکالر معاشرے میں اللہ کا کیا تعارف کروانا چاہتے ہیں۔

اللہ کے بندو......!

اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ حنّان منّان، رحیم، کریم اور ودود ہے، وہ تو اپنے مسلمان بندوں سے محبّت ہی بہت زیادہ کرتا ہے۔ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اپنی نالائقیوں کی وجہ سے امتحان کا سامنا کرنا پڑے تو انسان اس کو عذابِ الٰہی سے تعبیر کرے......انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم آج کے خطبہ جمعہ کی وساطت سے بڑی معذرت سے عرض کریں گے کہ اپنی زبان سے محتاط بول بولیں! عذابِ الٰہی کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے......! یہ تو نام لیتے ہوئے بھی ڈر محسوس کرنا چاہیے، چہ جائیکہ مسلمانوں پر آئی ہوئی امتحان کی گھڑی اور آزمائش کو اللہ کا عذاب کہہ کر ان کے زخموں پر مزید نمک پاشی کی جائے۔

حیرت ہوتی ہے ایسے لوگوں پر جو اس طرح کے حسّاس مواقع پر بھی عقل و نقل اور سراسر حقائق کے خلاف اپنی رائے دیتے ہوئے بھی ذرّہ بھر ہچکچاہٹ محسوس

نہیں کرتے۔ اللہ نہ کرے ان پر کوئی آزمائش آئے تو پھر آزمائش سے بچنے والے ان کو یہ بات کہیں کہ تم پر یہ اللہ کا عذاب ٹوٹا ہے تو انہیں یہ جملہ کیسا لگے گا......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مکہ میں کئی دفعہ سیلاب آیا، حتیٰ کہ طواف تک رک گیا اور مدینہ منورہ میں تو اس قدر سخت سیلاب تھا کہ مالی جانی نقصان کے علاوہ راستے تک پھٹ گئے تو کیا آپ اس کو عذابِ الٰہی کہیں گے......؟ بہر صورت میں تمہیدی طور پر اس غلط فہمی کو دور کرنے کے بعد اس بات کی صراحت کرنا چاہتا ہوں کہ جب مسلمانوں پر کوئی آفت آجائے، ان کو مصیبت کا سامنا ہو یا ان کا کوئی مالی وجانی نقصان ہو جائے تو ان کو اچھے الفاظ سے تسلی دینی چاہیے اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے بخشش ورحمت اور اللہ کی جنّت کی بشارت سنانی چاہیے جیسا کہ قرآن نے اعلان کیا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ [1]

''اور البتہ ضرور ضرور ہم آزمائیں گے تم کو کچھ خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری دے دے صبر کرنے والوں کو جن کو جب مصیبت پہنچتی ہے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

---

[1] البقرہ:155

آفتیں مصیبتیں آئیں تو کیا کریں......؟

ہم نے دیکھا ہے کہ جہاں ایک طرف مسلمان بھائی المناک آزمائش کا شکار ہیں وہاں آزمائش سے بچنے والے اور سیلاب سے محفوظ رہنے والے لوگ طرح طرح کی موشگافیوں میں مصروف ہیں، عجیب وغریب تبصرے ہیں، عقل وفہم سے بالاتر باتیں ہیں کہ جن کے کرنے سے سوائے وقت کی بربادی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں......! کہ اللہ نہ کرے آئندہ بھی مسلمان کسی آزمائش کی زد میں آجائیں، ان کا مالی وجانی نقصان ہوجائے تو ایسے حالات میں کرنے والے پانچ اہم کام ہیں جنہیں اجتماعی اور انفرادی طور پر کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

آیئے......! کٹھن حالات، آفتوں اور مصیبتوں میں کرنے والے پانچ اہم کاموں کو میں قدرے تفصیل سے بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

اللہ کے متعلق گمان اچھا رکھیں

عموماً دیکھا گیا ہے کہ امت مسلمہ اور ہم مسلمان جب اپنی غفلتوں، کوتاہیوں اور نالائقیوں کی وجہ سے کسی آزمائش کا شکار ہوتے ہیں تو ہم مورد الزام اللہ تعالیٰ کو ٹھہرا دیتے ہیں، ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ یہاں تک کہہ جاتے ہیں ”فلاں علاقے میں بہت ظلم ہوا ہے“ پتہ نہیں اللہ کو بھی کب ترس آئے گا“ اور بڑے بڑے حاجی، نمازی مایوسی کے ساتھ زبان کو ہلاتے ہوئے مندرجہ ذیل بات کہتے ہوئے بھی سنے گئے ہیں ”سانوں نئیں پتہ اللہ نوں کدوں رحم آئے گا“ استغفر اللہ!

اللہ کے بندو......! آزمائش کی حالت اور مصیبت کے دنوں میں کرنے والا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی براءت کریں، اس پاک اور رحیم ہستی کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے اس کی تسبیح وتقدیس بیان کریں، اس کی حمد وثنا سے اپنی زبان کو ہمہ وقت تر رکھیں اور دل وجان سے تسلیم کرتے ہوئے زبان کے ساتھ اس بات کا اظہار کریں کہ اس وقت جن جن مصائب کا ہمیں سامنا ہے اور جس جس المناک صورتِ حال سے ہم گزر رہے ہیں یہ ہماری غفلتوں، کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن بفضلِ خدا ہمارا رحمن ورحیم مولا وداتا اس آزمائش میں بھی ہمارے لیے خیر کا سامان پیدا کر دے گا۔

اگر قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو یہی کردار انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیائے امت کا رہا ہے۔ آپ ذرا غور تو فرمائیں......! جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے، کس قدر بڑی آزمائش تھی، لیکن انہوں نے وہاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے ہوئے یہی کہا تھا:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [1]

''تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔''

سامعین کرام......!

جب سیدنا یونس علیہ السلام نے پانی کی تہہ میں پہنچ کر مندرجہ بالا کلمات پڑھ کر رہائی اور سلامتی پائی تھی تو اگر آج ہم بھی اس سیلابی صورتِ حال میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ہمارے لیے بھی بہتری کے اسباب پیدا کر

---

[1] الانبیاء:87

دیں گے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ہمارے جو بھائی مالی امداد کے لیے سیلابی علاقوں میں پہنچتے ہیں تو ان کو لازمی طور پر یہ دعا باترجمہ لکھوا کر یا اسٹیکر کی شکل میں وہاں تقسیم کرنی چاہیے تاکہ ہر گھر کا ہر فرد پڑھے اور اللہ تعالیٰ آزمائش سے نجات عطا کرے۔

اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں......! کہ جو لوگ آزمائش کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کرنے کی بجائے اس سے بدگمان ہو جاتے ہیں تو سیلاب کی وجہ سے مالی نقصان کے ساتھ ساتھ بدگمانی کا ریلا ان کے ایمان کو بھی بہا کر لے جاتا ہے اور یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ صحیح حدیث کے مطابق کٹھن حالات میں، آفتوں اور مصیبتوں کے دنوں میں، لاچاری، بیماری، اوازاری، معذوری اور مجبوری کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنا گمان اچھا رکھنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔

جو دوست احباب مصیبت زدگان کی مدد کو پہنچتے ہیں ہم ان کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ آزمائش میں گھرے ہوئے مسلمان بھائیوں سے یہ ضرور پوچھا کریں: فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ''جہانوں کے رب کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے......؟'' مائی ہاجرہ علیہا السلام کے جواب کو کسی آفت، مصیبت اور تنہائی میں نہ بھولا کریں، انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ تشریف لے جائیں! مجھے میرا اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا......! (صحیح البخاری)

تو مسلمان بھائیو......! جس آیت کو میں نے شروع میں تلاوت کیا ہے اس آیت کے مطابق آپ کی آزمائشیں ہوں گی، ضرور ہوں گی، تمہیں سیلابوں، زلزلوں اور طرح طرح کے نقصانات کے ذریعے خوب آزمایا جائے گا، بس بات کا خیال رکھیں کہ کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ سے بدگمان نہ ہوں وگرنہ ہر چیز لٹ جائے گی......

اللہ مجھے اور آپ کو یہ سب سے پہلا اہم کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

گناہوں کا اعتراف اور اقرار کریں

بالخصوص آزمائش کے دنوں میں کرنے والا دوسرا اہم کام یہ ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان قوم ہم اجتماعی اور انفرادی اپنے اپنے گناہوں کا سچے دل سے اعتراف کریں، زبان سے اقرار کریں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی کوتاہیوں کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان کو دعائے بابا جی آدم علیہ السلام سے تر رکھیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ○ [1]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف کرتے ہوئے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم لازمی طور پر خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

ہم نے معاشرے میں اقرار اور اعتراف کے حوالے سے جو تجربہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنی غلطی ماننے کو تیار نہیں، اکثر لوگ دو طرح کے مزاج رکھتے ہیں۔

① ...... اڑیل مزاج: یعنی لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت پر بضد ہے وہ کسی صورت بھی گناہوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ اپنی نازیبا اور فحش حرکات پر اڑے ہوئے ہیں۔

② ...... حیلے بہانوں والا مزاج: یعنی لوگوں کا ایک طبقہ کمی و کوتاہی اور گناہ ہونے کے بعد اپنی صفائیاں پیش کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو بری الذمہ

---

[1] الاعراف:23

ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب حیلوں بہانوں کی ایک لمبی فہرست پیش کر دیتے ہیں، کسی طرح وہ اپنے کیے ہوئے پر نادم ہونے کو تیار نہیں، بس وہ یہی کہیں گے کہ اصل میں بات یہ تھی...... ایکچولی میں ایسے کرنا چاہتا تھا...... میرا مقصد یہ تھا وغیرہ وغیرہ

یاد رکھو......! یہ دونوں انداز درست نہیں، بلکہ کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ آپ اپنی غلطی اور گناہ پر اڑی کا اظہار کریں، نہ ہی اپنے آپ کو بری کرنے کے لیے حیلے بہانوں کے انبار لگا دیں...... مان جائیں، اعتراف کر لیں اور اللہ کے حضور اقرار کر لیں کہ یا اللہ العالمین میں بھٹک گیا تھا، میں بھول گیا تھا، مجھ پر شیطان غلبہ پا گیا تھا...... میں شرمسار ہوں...... کیے ہوئے پر نادم ہوں...... تیرے علاوہ سہارا بھی کوئی نہیں...... اے اللہ! مجھ پر نظر کرم کر...... ورنہ میں دونوں جہاں برباد کر بیٹھوں گا۔ آزمائشوں سے نکلنے کا یہی قرآنی راستہ ہے، یہی نبوی رہنمائی ہے اور اللہ کے برگزیدہ اور چنیدہ لوگ اسی طرح اللہ کی طرف سے آنے والے امتحانوں میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا:

﴿وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [1]

"اگر تو نے مجھ کو معاف کر کے مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔"

موجودہ حالات میں ہم اپنے برسر اقتدار حکمرانوں اور ان کے خلاف دھرنے دینے والوں اور لڑنے مرنے والوں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ یہ گھڑی ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کرنے کی نہیں ہے، پارلیمنٹ میں بیٹھ کر ایک دوسرے

[1] ھود: 47

کی پگڑی اچھالنے کی نہیں ہے، خدا کے لیے......! مل جل کر اپنی غفلتوں اور بداعمالیوں کا دل سے اعتراف کریں، اور اللہ کے حضور اپنی زبان سے اقرار اور اظہار کرتے ہوئے اس سے رحم وکرم کا مطالبہ کریں، بہت جلد اللہ تعالیٰ آفتوں سے نکال کر خوشحالیوں کی راہ کو ہموار کر دے گا۔

غفلتوں کی وجہ سے جب آفتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہو تو آپس کی لڑائی زہر قاتل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

کثرت کے ساتھ دعا کریں

حالات کیسے بھی ہوں، آفتوں مصیبتوں کی وجہ سے کس قدر تباہی کیوں نہ ہو، ایسے حالات میں میرے اور آپ کے پاس بچنے کے لیے سب سے بہترین ہتھیار دعا ہے کہ ہم صدق دل سے اپنے اللہ کے حضور لمبی لمبی دعائیں کریں، اسی کو ہی پکاریں، وہی نقصانوں سے بچانے والا ہے اور نقصان کی وجہ سے ہونے والی کمی کو پورا کرنے والا ہے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر دریا کے کنارے پہنچے تو پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں اور آگے پانی کی موجیں تھیں، بنی اسرائیل نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے: آپ نے ہمیں کہاں لا کر پھنسا دیا ہے......؟ پیچھے دیکھتے ہیں تو فرعونی فوجوں کا سیلاب ہے...... آگے دیکھتے ہیں تو پانی کی موجوں کا سیلاب ہے...... جائیں تو جائیں کدھر......؟

اللہ کی قسم......! اس کٹھن گھڑی اور امتحان میں اور اس کمر توڑ آزمائش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا کرتے ہوئے ایک ایسا ایمان افروز

جملہ بولا کہ جس کو آب زر اور سونے کے پانی سے بھی لکھا جائے تو اس کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ [1]

"بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا۔"

مسلمان بھائیو......! زندگی میں کبھی بھی آپ کسی ایسے موڑ پر پھنس جائیں کہ آگے کو راستہ ہو، نہ پیچھے مڑنے کا سوال، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو کثرت سے پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے وہاں وہاں سے راہیں نکال دیتا ہے کہ جہاں تک انسان کا وہم وگمان بھی نہیں جا سکتا۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم دعائیں کم کرتے ہیں، تبصرے زیادہ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم آفتوں اور مصیبتوں میں ایسے الجھ جاتے ہیں کہ بہت بڑے مالی وجانی نقصان کے بعد بھی کوئی صورتِ حال سمجھ نہیں آتی۔

سامعین کرام......!

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں اس قدر زیادہ سیلاب آیا کہ مال وزر اور مویشی تک تباہ وبرباد ہو گئے، سیلاب کی وجہ سے راستے پھٹ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے لمحہ بھر میں بارشیں رُوکتے ہوئے سیلاب کا رُخ موڑ دیا۔

آیئے......! میں اس واقعہ کو صحیح البخاری سے لے کر آپ کے سامنے قدرے تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص منبر کے

---

[1] الشعراء:62

بالکل سامنے مین گیٹ سے مسجد کے اندر داخل ہوا اور اس نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو با آواز بلند کہا: اے اللہ کے رسول! هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ ''مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور راستے تباہ ہو گئے ہیں'' سخت قحط سالی ہے، اُدْعُ اللهَ اَنْ يُّغِيْثَنَا ''آپ اللہ سے دعا فرمائیں وہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔

حدیث کے الفاظ ہیں کہ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ

''رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور تین مرتبہ کہا: اے اللہ! ہمیں بارش دے......! اے اللہ ہمیں بارش دے......! اے اللہ ہمیں بارش دے......! حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دعا شروع کی اس سے پہلے مدینے میں سخت تپش اور دھوپ تھی لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے بعد پورے مدینے پر بادل چھا گیا اور ابھی ہم جمعہ پڑھنے کے بعد گھر واپس نہیں لوٹے تھے کہ مدینے کے ہر طرف بارش ہی بارش شروع ہو گئی اور بارش کا سلسلہ مسلسل چھ سات دن تک جاری رہا، حتی کہ چھ دن تک سورج بالکل نظر نہ آیا اور بارشوں کی کثرت کی وجہ سے مدینے میں سیلاب کی صورتِ حال بن گئی، لوگوں کا بہت زیادہ مالی نقصان ہوا۔ جب اگلا جمعہ آیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دروازے سے ایک شخص آیا اس نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول!

هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ ''مال تباہ ہو گئے ہیں اور پانی کی وجہ سے راستے پھٹ گئے ہیں، اُدْعُ اللهَ اَنْ يُّمْسِكَهَا ''آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ اس بارش کو روک دیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کی: اے اللہ......! اب ہمیں بارش کی ضرورت نہیں ہے، ہم سے بارش کو

پھیر دے اور مدینے کے باہر ٹیلوں اور صحراؤں پر اور جہاں جہاں پر ضرورت ہے وہاں پر نازل کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی دعا ہی کی کہ اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی، سب بادل چھٹ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی گھروں کو نہیں پہنچے تھے کہ پورے مدینے پر سورج چھا گیا۔ [1]

ذی وقار سامعین کرام......!

اس ایمان افروز واقعہ سے کئی ایک علمی نکات سمجھ آتے ہیں جن میں سے پانچ کا تذکرہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

① ...... بارش نازل کرنے اور روکنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بارش کے لیے اللہ ہی سے دعائیں کرتے ہیں اور یہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے۔

② ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاجزی وانکساری کا علم ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ خطبہ با آواز بلند بولنے والے شخص کو چپ کروانے کی بجائے اس کی بات کو سنا اور اس کے کہنے پر فوراً اسی وقت دعا شروع کر دی۔ اللہ اکبر

اگر یہی صورتِ حال ہمارے ساتھ پیش آجائے تو ہم یہ کہنے میں دیر نہ کریں کہ اس بے وقوف کو بٹھا دیں یہ کیسے باتیں کر رہا ہے، اس کو علم نہیں ہے کہ خطبہ ہو رہا ہے۔

③ ...... دعا میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا اللہ کے سامنے تذلل اور تضرع کی علامت ہے۔ ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جب علمائے کرام ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں تو کوئی خشک مزاج لوگوں کو اندر ہی اندر

---

[1] صحیح البخاری: کتاب الاستسقا: 933

عجیب سی گھٹن کیوں شروع ہو جاتی ہے......؟

④......آزمائش اور امتحان سے مدینے جیسی پاکیزہ سرزمین بھی محفوظ نہیں رہی وہاں بھی پانی اس قدر سخت سیلاب کی صورت حال اختیار کر گیا کہ مالی و جانی نقصان ہونے کے ساتھ ساتھ راستے تک پھٹ گئے، آمد و رفت کا سلسلہ مدینے میں بند ہو گیا......نعوذ اللہ......! کیا یہ اہل مدینہ پر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا......؟ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ہمارے بعض نام نہاد مذہبی سکالر موجودہ صورتِ حال کو عذابِ الٰہی کہہ کر قوم کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کیسے تعارف کروانا چاہتے ہیں......؟

⑤......آخری اور سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آئی ہوئی آفتوں اور آزمائشوں سے نکلنے کا آسان اور بہترین راستہ "**دُعا**" ہے۔ دعا جس قدر اخلاص اور یقین سے کی جائے اس قدر جلدی سے آفت و مصیبت کو ہٹا دیا جاتا ہے۔

سامعین کرام......!

میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، اللہ کو گواہ بنا کر بتائیں کہ جب سے ہمارے ملک کو سیلابی صورتِ حال کا سامنا ہے ہم نے اس وقت سے لے کر آج تک تنہائی میں بیٹھ کر اپنے سیلاب زدگان، اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے کتنی کتنی لمبی دعائیں کیں ہیں......؟ کیا کسی نے پون گھنٹے یا گھنٹے کی کوئی ایک دعا بھی کی ہے کہ یا اللہ! ہم پر آئی ہوئی آزمائش کو ٹال......!

شرکیہ سہارے ڈھونڈنے والے تو بہت ہیں، اس ذاتِ الٰہ سے پورے یقین اور اخلاص سے مانگنے والے لوگ کہاں چلے گئے......؟

یاد رہے......! آفتیں آئیں تو ان سے بچنے کا تیسرا اور اہم کام یہ ہے کہ

اللہ کے حضور خوب دعائیں کریں:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ [1]

"اے ہمارے رب! ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا ہم غلطی کر جائیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ڈالا تھا ہم سے اگلوں پر۔ اے ہمارے رب! ہم سے وہ نہ اٹھوا جس کی طاقت ہم کو نہیں۔ اور درگزر کر ہم سے اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا کارساز ہے، پس انکار کرنے والوں کے مقابل میں ہماری مدد کر۔"

بالخصوص استغفار کو لازم پکڑیں

اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ مسلمان کا کوئی بھی اعتراف، اقرار اور اس کی دعا ایسی نہیں ہے جس میں معافی اور استغفار کا پہلو موجود نہ ہو۔

لیکن ہم نے اس کو باقاعدہ اہمیت دے کر چوتھے پوائنٹ کے طور پر اس لیے بیان کیا ہے کہ آزمائشوں، آفتوں اور امتحانوں سے نکلنے کے لیے استغفار سے زیادہ کوئی ارجنٹ سروس نہیں......! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جب بھی اہل اسلام پر دکھ، مصیبت اور آفت کی گھڑی آئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سچی معافی مانگی اور استغفار کو لازم پکڑ لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مدینہ منورہ میں دن کے وقت

---

[1] خواتیم سورۃ البقرہ۔

بہت زیادہ اندھیرا چھا گیا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرا گئے کہ کہیں قیامت کا معاملہ ہی نہ ہو، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام أَتَى الْمَسْجِدَ فَذَكَرَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ ''مسجد میں تشریف لائے، خوب اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کی اور استغفار کیا۔

مسند احمد کی ایک مقبول درجے کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا [1]

''جس نے استغفار کو لازم پکڑ لیا، اللہ اس کے لیے ہر تنگی میں آسانی کر دیتے ہیں اور ہر غم میں کشادگی فرما دیتے ہیں۔''

اسی طرح آپ پورے قرآن کو پڑھ لیں ہر نبی نے اپنی امت کو یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور استغفار کو لازم پکڑو......! وہ تمہیں ہر قسم کی آفت مصیبت اور آزمائش سے بچا کر پاکیزہ زندگی عطا کرے گا۔

☆ استغفار اور معافی ہے کیا......؟

ہمارے ہاں استغفار اور معافی کا تصوّر بالکل ادھورا اور سراسر شریعت کے خلاف ہے کیونکہ ایسے شخص کی معافی اور استغفار کسی کام کا نہیں جو منہ سے تو استغفار کے کلمات پڑھتا رہے اور دن رات گناہ کرنے میں بھی مصروف رہے۔ ہمارے ہاں معافی ایک بے وُقوفی بن چکی ہے......

* جو شخص شعبان میں سود خور تھا وہ شوال میں بھی سود خور ہے۔
* جو شخص شعبان میں بے حیا تھا وہ ستائیسویں رات تک قیام کر کے اور

[1] مسند احمد: 2234 وفی اسنادہ ضعف ولکن متنہ موافق نصوص الکتاب والسنۃ ولاجلہ ذکرناہ وحسنہ البعض

معافیاں مانگ کر شوال میں بھی بے حیا اور دیوث ہی نظر آ رہا ہے۔

* جو شخص حج اور عمرے سے پہلے ظالم تھا وہ واپسی پر بھی بے رحم اور سنگدل ہی نظر آیا، یعنی درمیان میں رمضان آیا اور چلا گیا، درمیان میں حج عمرہ آیا اور چلا گیا اور بظاہر معافیاں مانگنے والا اور عبادت کرنے والا ویسے کا ویسے ہی رہا۔

کسی غلط فہمی میں نہ رہنا......! اس وقت امت مسلمہ کی اکثریت معافیاں نہیں مانگتی، بے وُقوفیاں کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے عارضی رونے اور ہماری جذباتی استغفار ہمارے کسی کام نہیں آتے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح ہدایت نصیب کر دے۔آمین!

مصیبت زدگان کی مدد کریں

پانچواں اور آخری کرنے والا اہم کام یہ ہے کہ جو آزمائش سے بچے ہوئے ہیں وہ آزمائش میں شکار لوگوں کی مدد میں ذرّہ بھر کوتاہی نہ کریں۔تعاون اور مدد کی تین صورتیں ہیں:

①...... مالی:

اپنی طاقت اور بساط کے مطابق ہر طرح کی مالی سپورٹ کرنا چاہیے، خوراک،لباس اور اسی طرح مکانات کی تعمیر میں مصیبت زدگان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کی مدد میں لگے رہتے ہیں اور جس شخص کی اللہ تعالیٰ مدد کرے، اسے کسی چیز کی تھوڑ نہیں رہتی۔

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ انہوں نے

مصیبت میں پھنسے ہوئے بھائیوں کے لیے اپنی ہر شئے قربان کر دی اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

②......وقتی:

وقتی تعاون سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر مدد کے لیے اپنے مصیبت زدگان بھائیوں کی مدد کو پہنچیں اور اپنے ہاتھوں سے راشن خوراک اور لباس تقسیم کریں۔

صحیح البخاری کی روایت ہے کہ جو شخص کسی مسکین غریب اور بیوہ کی مدد کے لیے وقت نکالتا ہے یا وہ مصیبت زدگان کو خیر پہنچانے کے لیے ان کے پاس پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تہجد گزار اور روزے دار کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَمْشِيْ مَعَ أَخٍ فِيْ حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ شَهْرًا [1]

"میں کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلوں یہ عمل مجھ کو اس عمل سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس مسجد (نبوی) میں ایک مہینہ اعتکاف بیٹھوں۔"

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ مَّشٰى مَعَ أَخِيْهِ فِيْ حَاجَةٍ حَتّٰى تَتَهَيَّأَ لَهُ أَثْبَتَ اللّٰهُ قَدَمَهُ يَوْمَ تَزُوْلُ الْأَقْدَامُ [2]

---

[1] المعجم الكبير للامام الشهير الطبراني: 3/209 ، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 906

[2] المعجم الصغیر: 861، المعجم الکبیر: 13646، کنز العمال: 43467، سلسلہ صحیحہ: 906

”جو کوئی اپنے بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے چلا یہاں تک کہ اس نے اس کے لیے آسانی کر دی تو اللہ تعالیٰ اس کے قدم کو اس دن ثابت کر دے گا جس دن سارے قدم ڈاواں ڈول ہوں گے۔“

ان تمام مندرجہ بالا احادیث سے ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کسی مصیبت زدہ اور ضرورت مند کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ نکلنا ہماری شان میں کمی نہیں کرتا بلکہ ہمارے دونوں جہاں روشن کرتا ہے۔ بڑے محروم ہیں وہ لوگ جو ضرورت مندوں کے ساتھ چلنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی منہ کی باتوں سے ٹرخاتے رہتے ہیں۔

③.....دعوتی:

تعاون کی تیسری اور اہم شکل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ مالی تعاون کے ساتھ ساتھ دعوتی تعاون بھی کیا جائے، ان کے عقیدے درست کیے جائیں، ان کو شرک سے بچنے کی تلقین کی جائے، آزمائشوں پر صبر کے بعد اللہ تعالیٰ جو نوازشات کی بارش کرتے ہیں ان کی بشارت سنائی جائے اور ان کے دلوں میں خوب اللہ کے دین کی محبت بھری جائے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں جب بھی مسلمان کسی تنگی یا آزمائش کا شکار ہوتے ہیں تو یہودی وعیسائی اپنی خیر خواہی جتانے کے لیے بہت زیادہ متحرک ہو جاتے ہیں۔ غیر مسلموں کے رفاہی ادارے اور این جی اوز سر توڑ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان مصیبت زدگان کو مدد دے کر ان کے دلوں سے اسلام کی محبت کو کھرچا جائے اور ان کے دلوں میں یہودیت اور عیسائیت کی محبت پیدا کی جائے، یہ ظالم لوگ موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھانے میں ذرّہ بھر کوتاہی نہیں کرتے۔

سیلاب ہو یا زلزلہ جب بھی اہل اسلام پر آفت آتی ہے تو غیر مسلم طاقتیں نقب زنی سے ہرگز باز نہیں آتیں، اس لیے ایسے مواقع پر دعوتی تعاون کی ازحد اور اشد ضرورت ہوتی ہے اور اگر آپ کی رہنمائی سے کوئی ایک شخص بھی راہِ راست پر استقامت اختیار کر گیا تو آپ کی نجات اور جنّت کے لیے یہی عمل کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو صورتِ حال کی حقیقت سمجھ کر ہر آفت و مصیبت میں ثابت قدم رہنے کی ہمت عطا کرے اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

هذا ما كان عندي

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ [1]

''اور نہ تم گالیاں دو ان لوگوں کو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ اللہ کو گالیاں دیں گے جہالت کی وجہ سے دشمنی کرتے ہوئے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

---

[1] الانعام:108

تمہیدی گزارشات

دنیا کی زندگی نہایت قیمتی اور عارضی زندگی ہے، قیمتی اس لحاظ سے ہے کہ قیامت کے روز جنّت اور جہنّم کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

دنیا کی زندگی میں جس کا کردار اور جس کے اعمال اچھے تھے وہ اعلیٰ مہمان خانوں اور نعمتوں والے باغات میں ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں جس کا کردار اور جس کے اعمال بُرے تھے وہ نہایت ذلت آمیز مقام اللہ تعالیٰ کی جہنّم میں چلا جائے گا، اس لیے ہمیں دنیا کی زندگی نہایت سنجیدگی سے گزارنی چاہیے اور یہ قیمتی ہونے کے ساتھ ساتھ عارضی بھی ہے۔ عارضی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کی شام کب ہو جائے اور اس کا آخری سانس اکھڑ جائے، اس لیے ہمیں ہمہ وقت کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچ کر توبہ کی حالت میں رہنا چاہیے، اسی میں ہماری نجات، سعادت اور جنّت ہے۔

آج میں آپ کے سامنے اک نہایت سنگین جرم اور خطرناک گناہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس سے انسان کی ساری زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے اور ہمارا پورا معاشرہ اس کی زد میں ہے، ہر دوسرا شخص اس گناہ میں ملوث ہے اور افسوس در افسوس یہ ہے کہ شاید اسے گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا بلکہ اس کو غیظ و غضب کی حالت کے علاوہ بطورِ مذاق اور فیشن بھی کیا جاتا ہے اور اس سنگین گناہ کا نام ہے ''گالی دینا''

اور ''گالی'' ہر اس بیہودہ اور گندی بات کو کہتے ہیں جس سے کسی کی عزت پر آنچ اور حرف آتا ہو۔ اور اسی طرح زبان کا بے ہودہ، غلط اور ناجائز استعمال بھی گالی کے زمرے میں ہی آتا ہے اور مزید لعن طعن کی سب شکلیں گالی ہی کہلاتی ہیں۔

یادرکھو......! گالی دینا معمولی گناہ نہیں ہے بلکہ یہ اِک کبیرہ گناہ ہے جو اس گناہ سے توبہ کیے بغیر مر گیا اس کی موت اور آخرت خطرے سے خالی نہیں۔

اللہ کے بندو......! جس طرح شراب پینا کبیرہ گناہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس نے شراب پینے سے توبہ نہیں کی تھی تو اس کا انجام بہت زیادہ بدتر ہوگا۔ اسی طرح بدکاری، سودخوری دیگر گناہ ہیں کہ جن سے توبہ و تائب ہونا ہم سب پر لازم ہے، اگر ہم ان گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تو ہماری آخرت برباد ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح گالی بھی کبیرہ گناہ ہے، زبان کے گندے مندے استعمال سے توبہ نہ کرنے والا شخص اپنے دونوں جہان برباد کر بیٹھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان ہونے والے صحابی سے اس بات کا بھی عہد لیا کرتے تھے کہ وَلَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا ''کہ آج کے بعد تو کسی کو ہرگز گالی نہیں دے گا۔'' اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوری تفصیل کے ساتھ ایک ایک چیز کا نام لے کر اس کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے اور جن چیزوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری صراحت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے تمہیدی طور پر میں ان کو بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آئے کہ کسی صورت میں کسی غیر کو گالی دینے کی کوئی اجازت نہیں اور اگر کسی صحابی سے کسی موقع پر جذبات یا سہو میں گالی نکل بھی گئی تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فوراً اس بات کا مواخذہ کیا۔

سامعین کرام......!

آج میں یہ مضمون کیوں بیان کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے مذہبی گھرانے اور دین کے دعویدار بھی اس گناہ میں گرفتار ہیں بلکہ میں نے تو کئی پڑھے

لکھے لوگوں کو بدزبانی اور گالم گلوچ کرنے کے بعد بطورِ دفاع دلیلیں دیتے ہوئے بھی دیکھا ہے کہ ''جی......! کوئی حرج نہیں......! دشمن اور مخالف کو ذلیل کرنے کے لیے کبھی گالی دے دی جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میں نہایت صدمے سے اس بات کا ذکر کرنے لگا ہوں کہ میں مبارک سفر پر مدینہ منوّرہ میں تھا، ایک بڑے مشہور و معروف حضرت صاحب وہاں بھی بڑی بیباکی کے ساتھ ذو معنی گفتگو اور گالم گلوچ کر رہے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے والے ان کے لچرپن سے خوب محظوظ ہو رہے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس سنگین گناہ سے بچانے کے لیے ایک ایک چیز کا نام لیا اور فرمایا ان کو گالی نہ دیا کرو، مثال کے طور پر صحیح احادیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا:

☆...... زمانے کو گالی نہ دو:

زمانہ جاہلیت میں بعض لوگوں کی عادت تھی کہ جب ان پر کوئی آفت، مصیبت آتی تو وہ زمانے کو برا کہنا شروع کر دیتے اور یہ عقیدہ رکھتے کہ ہمارے ساتھ جو برا سلوک ہوا ہے وہ زمانے نے ہی کیا ہے، ہم پر تباہی زمانے کی وجہ سے آتی ہے۔ قرآن وحدیث نے سختی کے ساتھ اس باطل عقیدے کی تردید کی کہ بربادی اور تباہی کا سبب لوگوں کے برے اعمال ہیں۔

اس سلسلے میں کئی ایک روایات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''آدم کا بیٹا مجھے گالی دیتا ہے، وہ زمانے کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ میں ہوں،

دن رات کو تبدیل میں کرتا ہوں۔“ [1]

اس لیے یہ کہنا ”وقت ای بھیڑا آگیا اے...... یا...... زمانہ ای برا آ گیا“ ہرگز ہرگز درست نہیں، دن رات اسی تسلسل سے رواں دواں ہیں جس طرح ان کا آغاز ہوا تھا۔ اگر بعض لوگ بدکردار ہیں تو اس میں زمانے اور دن رات کا کوئی قصور نہیں۔

☆...... ہوا کو گالی نہ دو:

ہواؤں کا رکنا یا تیز چلنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے، بعض اوقات جب ہوا تیز چلتی ہے کئی بدزبان ہوا کو گالیاں دینا شروع ہو جاتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وَلَا تَسُبُّوا الرِّيحَ [2] ”ہوا کو گالی نہ دیا کرو“ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اور یہی کہا کرو: یا اللہ......! اس میں ہمارے لیے خیر کر اور اس کے شر سے ہمیں محفوظ فرما۔

☆...... بخار کو گالی نہ دو:

کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ مرض اور بیماری کو بھی گالیاں دینے سے باز نہیں آتے، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک عورت نے بخار کو برا کہنا شروع کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَا تَسُبِّي الْحُمَّى [3] ”بخار کو گالی نہ دے، بخار بندے کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

---

[1] صحیح البخاری:386،535

[2] ابوداود، کتاب الادب باب لا یقول اذا ھاجت الریح:5099

[3] صحیح مسلم:2575

☆...... مرغ کو گالی نہ دو:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جانوروں کو بھی گالیاں دینے سے باز نہیں آتے، رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوْا الدِّيْكَ فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ [1]

"مرغ کو گالی نہ دیا کرو کیونکہ وہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔"

☆...... سواری کو گالی نہ دو:

سواری اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، وہ گاڑی کی شکل میں ہو یا اونٹنی کی صورت میں...... کئی لوگ خرابی کی صورت میں جذباتی ہو کر گالیاں دینا شروع ہو جاتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور بعض ارشادات سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ سواری کو لعن طعن اور برا کہنے سے وہ سواری انسان کے لیے منحوس بن جاتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اونٹنی کو لعن طعن کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"اس کو چھوڑ دو اب یہ لعنت کی گئی ہے اس میں تیرے لیے کوئی خیر نہیں" [2]

یاد رہے...... ! بدزبانی کا گہرا اثر ہوتا ہے، اس لیے اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے۔

☆...... گنہگار کو گالی نہ دو:

بلاشبہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کو نفرت ہے، انسان کو بھی گناہوں سے دور رہنا چاہیے اور گنہگار کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہوئے اس کو سمجھاتے رہنا چاہیے، لیکن

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب، باب فی الدیک۔ 5103

[2] صحیح مسلم: 2595

کبیرہ گناہوں کے عادی گنہگار شخص کو بھی گالم گلوچ کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں شرابی کو سزا دی گئی تو ایک صحابی نے شرابی کو کہا: آخـــزَاكَ اللهُ [1] "اللہ تجھے ذلیل کرے" آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر سختی سے منع کیا اور فرمایا: اس طرح کے بول نکال کر شیطان کو خوش نہ کیا کرو۔" اسی طرح ایک اور موقع پر گناہ کرنے والے کو بعض لوگ گالیاں دے رہے تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے منع فرمایا۔

☆...... ملازم کو گالی نہ دو:

ہمارے ہاں بالخصوص ملازمین کو گالیاں دینا معمول بنتا جا رہا ہے جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملازموں پر رحم و کرم کرنے کا حکم فرمایا ہے، ان سے درگزری کی تلقین کی ہے اور ان کو ہر بار معاف کرنے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ ملازمین کو لعن طعن اور گالیاں دینے سے باز نہیں آتے۔

ایک موقع پر ایک شخص اپنے ملازم کو برا کہہ رہا تھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لگتا ہے ابھی تجھ میں جاہلیت کے جراثیم باقی ہیں، اپنی زبان سے برا نہ بولو......! بیہودگی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ [2]

☆...... بیوی کو گالی نہ دو:

بیوی زندگی کا ساتھی ہے، کئی نادان لوگ اپنے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنے کے لیے بیوی کو گالیاں دینا اور طعن زنی کرنا ضروری سمجھتے ہیں جب کہ ایسا کرنے والا انتہائی ناشکرا اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الحدود: 6780

[2] شعب الایمان: 5154

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنی بیوی کے چہرے پر ہرگز نہ مارو اور نہ ہی اسے گالیاں دو، بلکہ جو خود کھاتے ہو اسے بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو اسے بھی پہناؤ......! [1]

آپ حیران ہوں گے بڑے بڑے دیندار نمازی لوگ گھروں میں گالم گلوچ کا بازار گرم رکھتے ہیں، بیوی بچوں کو گالیاں دینا ان کا معمول ہے۔ پچھلے دنوں ایک بیٹی نے فون پر مجھے بتایا کہ ابو آپ کے ہاں جمعہ پڑھتے ہیں، باشرع اور نمازی بھی ہیں لیکن گھر میں چھوٹی چھوٹی بات پر نہایت غلیظ گالیاں نکالتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے گھر کا ماحول بدمزہ رہتا ہے۔

☆...... فوت ہونے والے کو گالی نہ دو:

مرنے والا چاہے کتنا گنہگار کیوں نہ ہو لیکن اس کی موت کے بعد اسے گالیاں دینے سے رسول اللہ ﷺ نے سختی کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں منع فرمایا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ [2]

''مرنے والوں کو گالیاں نہ دیا کرو'' کیونکہ ان کو ان کے کردار کے مطابق جزا مل رہی ہے۔

☆...... ماں باپ کو گالی نہ دو:

ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے، صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول......! کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دے سکتا ہے......؟

---

[1] سنن ابی داود: 2144

[2] صحیح البخاری: 1393

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہوتا ایسے ہے کہ وہ کسی کو اس کے ماں باپ کی گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ [1] یعنی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ انسان اپنی بدزبانی کی وجہ سے اپنے گھر بیٹھے ماں باپ کو گالیاں دلوا تا رہے اور آج کل یہ وبا بہت عام ہے اور یہ خطرناک کبیرہ گناہ بھی ہے۔

☆...... حتیٰ کہ شیطان کو بھی گالی نہ دو:

آپ اسلام کی عظمت اور لطافت پر حیران ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کو بھی گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الشَّيْطَانَ وَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِهِ [2]

''شیطان کو بھی گالیاں نہ دیا کرو اور اس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرو''

شیطان کو گالی دی جائے تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کو گالی سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور مسلمان کبیرہ گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک نے تو اس معاملے میں کفار کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [3]

''اور نہ تم گالیاں دو ان لوگوں کو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ اللہ کو گالیاں دیں گے جہالت کی وجہ سے دشمنی کرتے ہوئے۔''

---

[1] صحیح البخاری:5973

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ:2422

[3] الانعام:108

سامعین کرام......!

جب لعین شیطان اور کفار کے بتوں کو گالی دینا جائز نہیں تو اہل اسلام، رشتہ داروں اور دوستوں یاروں کو گالیاں دینا کیسے درست ہو سکتا ہے......؟

قرآن کا حکم تو یہ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ [1]

''اور کہہ دو میرے بندوں کے لیے! وہی بات کہیں جو بہت اچھی ہے کیونکہ شیطان ان کے درمیان نفرت پیدا کرتا ہے اور بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اور کون نہیں جانتا کہ کوئی شخص بھی گالی کو پسند نہیں کرتا، جسے گالی دی جاتی ہے اسے گولی سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور کسی مومن اور مسلمان کو تکلیف دینے والا شخص سخت گنہگار ہے، جیسا کہ رب العالمین کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ [2]

''اور وہ لوگ جو تکلیف دیتے ہیں ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر کسی گناہ کیے تو تحقیق ایسے لوگوں نے بہتان اور واضح گناہ اٹھایا۔''

حضرات......! آخر کیا بات ہے کہ گالی کو اتنا بڑا جرم کیوں قرار دیا گیا

---

[1] بنی اسرائیل:53

[2] الاحزاب:58

ہے......؟ یہ بہت بڑی بداخلاقی ہے اور یہ زبان جیسی نعمت کی بہت بڑی ناشکری ہے اور جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ گالی کے ذریعے کسی کی کردار کشی کرنا اور گالیاں دے کر کسی کو بے عزت کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ انسان کی دنیا وآخرت برباد ہو جاتی ہے۔

لوگو......! خدارا اس جیسے مضامین بھی سنا اور سمجھا کرو اور ان پر عمل بھی کیا کرو، وگرنہ بڑے بڑے نیک اعمال تک بھی برباد ہونے کا خدشہ ہے۔

آیئے......! میں اختصار سے اس کبیرہ گناہ کے چند نقصانات کتاب وسنت سے بیان کرتا ہوں تا کہ ہم سب کو اس بات کا بخوبی علم ہو جائے کہ یہ کس قدر خطرناک اور سنگین گناہ ہے۔

گالی کے آٹھ نقصانات

گالم گلوچ کرنے والا شخص اپنے دونوں جہان برباد کر بیٹھتا ہے اور نہایت تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ نیک اعمال کے باوجود اللہ اور اس کی محبت اور اس کی جنّت سے محروم کر دیا جائے گا۔ تفصیل سماعت فرمائیں......!

①......ایسے شخص کا اسلام کمزور ہے:

کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان پر اسلام سب سے اہم پابندی یہ عائد کرتا ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اس کو ہر قسم کی لغویات سے بچا کر رکھے، جو شخص بدزبان ہے وہ ہمیشہ اسلام کی برکات سے محروم رہے گا، کیونکہ فحش گوئی اور بدزبانی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس

میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے والد سمرہ رضی اللہ عنہ میرے سامنے تشریف فرما تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَاحُشَ لَيْسَا مِنَ الْاِسْلَامِ فِيْ شَيْءٍ [1]

''بلاشبہ گالم گلوچ اور بے ہودگی کا اسلام سے ذرّہ برابر کوئی تعلق نہیں''

حضرات......! جب گالی اور بیہودگی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو پھر اس کے مرتکب کا اسلام سے تعلق مضبوط کیسے رہ سکتا ہے، بلاشبہ گالم گلوچ کرنا کمزور ایمان اور اسلام کی علامت ہے، سچا مسلمان اور مومن تو بدزبانی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اسی لیے تو بعض عارف باللہ لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے ایمان اور اسلام کا پتہ کرنا ہو تو پھر غصے کی حالت میں اس کی زبان سے نکلنے والے بول دیکھنے چاہئیں، یہیں سے ہر شخص کے اندر کا معاملہ کھل کا باہر آ جاتا ہے کیونکہ جو کچھ ہنڈیا کے اندر ہو وہی جوش کے وقت باہر نکلتا ہے۔

②......ایسے شخص سے اللہ محبّت نہیں کرتے:

کلمہ پڑھنے کے بعد ہمارے تمام اعمال اس لیے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے محبت فرمائے، لیکن گالیاں دینے والا شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہتا ہے کیونکہ بدزبان سے اللہ تعالیٰ کبھی محبت نہیں فرماتے۔

حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

---

[1] مسند احمد: 20831

الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ [1]

”گالیاں دینے سے بچو اور بہ تکلف فحش گوئی سے دور رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ گالیاں دینے والے اور فحش باتیں کرنے والے سے محبت نہیں کرتے۔“

حضرات......! آپ میں سے جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے متلاشی ہیں وہ اس حدیث کو سن کر بے پرواہی سے نہ چلے جائیں بلکہ غور فرمالیں کہ رسول اللہ ﷺ کا برحق فرمان ہے کہ بدزبان اور گالیاں بکنے والے سے اللہ تعالیٰ کسی صورت محبت نہیں کرتے۔ اور یہ تو ہم نے بھی دیکھا ہے کہ بدزبان شخص سے کوئی شریف آدمی محبت نہیں کرتا وہ رحمٰن کیسے محبت کرسکتا ہے......؟

اسی لیے تو قرآن کہتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [2]

”اور نہ تم گالیاں دو ان لوگوں کو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ اللہ کو گالیاں دیں گے جہالت کی وجہ سے دشمنی کرتے ہوئے۔“

③...... جہاں گالی ہوگی وہاں گولی ہوگی:

آپ سروے کرکے دیکھ لیں کہ اکثر لڑائی جھگڑے کا آغاز گالیوں سے ہوتا ہے، گریبان بعد میں پکڑے جاتے ہیں، گولیاں بعد میں چلائی جاتی ہے، عدالتوں اور جیلوں کا رُخ بعد میں ہوتا ہے سب سے پہلے ابتدا گالم گلوچ سے ہی ہوتی ہے۔ اور

---

[1] مستدرک حاکم: 1/12

[2] الانعام: 108

قربان جائیں امام کائنات ﷺ پر کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل اس کے متعلق فرما دیا تھا کہ جہاں گالی ہوگی وہاں تباہی ہوگی۔ خادمِ رسول حضرت امام انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ [1]

”جس چیز میں بھی گالم گلوچ اور بیہودگی ہوتی ہے وہ اس کو بدنما بنا دیتی ہے اور جس چیز میں شرم وحیا ہوتی ہے وہ اس کو خوشنما بنا دیتی ہے۔“

سامعین کرام......! اگر آپ واقعۃً اپنی ذات کو، اپنے گھرانے کو اور اپنے اردگرد کے ماحول کو بدمزگی سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کا سب سے پہلا حل یہ ہے کہ اپنی زندگی سے ”گالی“ نکال دیں، کبھی گالی نہ دیا کریں، اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی زبان کو بیہودگی اور آوارگی سے بچاتے ہیں ان کی دنیاوی زندگی بھی نہایت پُرلطف ہوتی ہے۔

④......ایسا شخص منافق ہے:

زبان کا اعلیٰ اور بہتر استعمال، ایک اچھا مسلمان ہونے کی علامت ہے اور زبان کی بیہودگی اور آوارگی نفاق کی علامت ہے، گالیاں دینے والے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایسے شخص پر نفاق کے دھبے ہیں اور وہ منافق ہے۔ مبلغ اسلام حضرت امام ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل:12689، جامع ترمذی:1974، سنن ابن ماجہ:4185

وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنْ شُعَبِ النِّفَاقِ

''بیہودگی اور لچر بیانی نفاق کے حصے ہیں۔''

اور اس سے زیادہ واضح حدیث حضرت امام عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص میں چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس شخص میں منافقوں والی ایک خصلت ہوگی اور اس وقت تک وہ خالص ایمان کی حلاوت سے محروم رہے گا جب تک وہ اس کو چھوڑ نہیں دے گا، اس چوتھی بُری خصلت کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ منافق کی علامت یہ ہوتی ہے کہ (وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ) اور جب کسی سے لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔'' [1]

اس حدیث کو پڑھنے کے بعد آپ اپنی شخصیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ ایمان کے گلستان میں ہیں یا نفاق کی دلدل کے کنارے......؟

آج ہی فیصلہ فرمائیں اور یاد رکھیں......! صرف نماز، روزے کی ادائیگی سے ہی انسان مومن نہیں ہوتا۔

5......ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں:

کسی بھی شخص کے لیے اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرے، اللہ کی نگاہوں میں مبغوض شخص کائنات کا سب سے بڑا بدنصیب شخص ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے کہ گالیاں بکنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں۔

---

[1] اللؤلؤ والمرجان: 37

امام الاولیاء، قدوۃ الصلحا، حضرت امام ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ [1]

"اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے، گالیاں دینے والے سے بغض رکھتے ہیں۔"

اللہ معاف فرمائے......! ایسے لوگ معاشرے میں تھوک کے حساب سے ہیں......خدارا......! آج ہی اپنے آپ کا محاسبہ کرلیں......!

قیامت کے دن کی شرمندگی کسی کام نہیں آئے گی اور قرآن یہی تربیت کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [2]

"اور نہ تم گالیاں دو ان لوگوں کو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ اللہ کو گالیاں دیں گے جہالت کی وجہ سے دشمنی کرتے ہوئے۔"

⑥......کائنات کا سب سے زیادہ بدترین:

عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی بدزبان لوگوں کی عزت صرف اور صرف ان کے شر سے بچنے کے لیے کی جاتی ہے اور ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات کے بدترین لوگ قرار دیا ہے۔

عفیفہ کائنات، صدیقہ امت، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے گھر والوں

---

[1] جامع الترمذی:2002

[2] الانعام:108

کو کہا کہ اس کو اجازت دے دو! یہ اپنے قبیلے کا بدترین آدمی ہے۔ جب یہ شخص اندر آیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بڑی نرمی سے گفتگو فرمائی۔ اماں عائشہ نے کہا: اے اللہ کے رسول......! پہلے تو آپ نے اسے قبیلے کا بدترین شخص قرار دیا ہے بعد میں آپ نے اس سے نہایت نرم لہجے میں بات کی ہے، اس کی کیا وجہ ہے......؟

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عائشہ!

إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ [1]

"بے شک لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدزبانی کی وجہ سے چھوڑ دیں"

حضرات یاد رکھیں......! ہر محلے اور خاندان میں ایسے بدترین لوگ موجود ہیں لیکن ہمیں اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ کیا ہم بھی تو ان میں سے نہیں......؟

7......نیک اعمال کی بربادی:

ہمارے ہاں گالی کو گناہ نہیں سمجھا جاتا جب کہ یہ ایسا خطرناک اور موذی گناہ ہے جو روزِ قیامت انسان کے کئی بنیادی نیک اعمال کو بھی برباد کر دے گا۔

امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا یعنی فرض نماز اور فرض روزوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی دیتا رہا ہوگا لیکن اس کو اُلٹے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لمحہ فکر یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوگا......؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی

---

[1] صحیح البخاری: 6054

صراحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے اخلاقی کوتاہی ہوئی ہوگی، وہ شخص پانچ گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ کرنے والا تھا یا پانچوں کرنے والا تھا اور وہ گناہ یہ تھے:

☆ گالیاں دیتا تھا...... یا

☆ تہمتیں لگاتا تھا...... یا

☆ ناحق مال کھاتا تھا...... یا

☆ ناحق خون بہاتا تھا...... یا

☆ ناحق لوگوں کو مارتا تھا

قیامت کے دن حق لینے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو کہیں گے: الہ العالمین اگرچہ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور اس کی زکوٰۃ پوری ہے۔ لیکن اس نے مجھے گالی دے کر بے عزت کیا تھا...... آج مجھے اس سے حق لے کر دیا جائے......!

اسی طرح دوسرا شخص کہے گا: اللہ تعالیٰ......! اس نے مجھ پر ناجائز تہمت لگا کر مجھے ذلیل کیا تھا...... آج مجھے اس سے حق لے کر دیا جائے......!

اسی طرح بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے والے اور لوگوں کے مال ومتاع کو ناجائز طریقے سے بٹورنے والے، اللہ کی عدالت میں روک لیے جائیں گے، مظلوموں کو ان سے پورا پورا حق لے کر دیا جائے گا حتی کہ ان کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن مطالبے کرنے والے ابھی باقی ہوں گے، حتی کہ لوگوں کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے بالآخر وہ روزے دار، سخی، نمازی الٹے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ! میری امت کا اصل میں

---

[1] صحیح مسلم:6579

سب سے زیادہ غریب اور کنگال شخص یہ ہے جو مکمل نیکیاں لے کر آئے گا لیکن گالم گلوچ اور ظلم وستم کرنے کی وجہ سے اس کی سب نیکیاں غیروں کو دے دی جائیں گی اور لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور بالآخر وہ جہنّم میں دھکیل دیا جائے گا اس سے بڑا کنگال کون ہوسکتا ہے......؟ استغفر اللہ

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث دس ہزار سے زائد ہیں، اگر آپ کو کوئی حدیث بھی یاد نہیں تو خدا کے لیے اس حدیث کو ہمیشہ یادرکھ لیں دونوں جہاں سُدھر جائیں گے......!

آج کل بڑے بڑے دیندار لوگوں نے اس حدیث کو بھلا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ظلم وستم اور گالم گلوچ کرتے ہوئے ذرّہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ہیں۔

⑧......ایسا شخص جہنّم میں جائے گا:

آج وہ گناہ جو انسان کو جہنّم میں لے جانے والا ہے لوگوں کے ہاں فیشن اور مذاق اور معمول بن چکا ہے۔ حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ [1]

''اور گالیاں دینا بد خُلقی ہے اور بداخلاقی جہنّم میں لے جانے والی ہے۔''

اسی طرح حضرت عیاش مجاشعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک صریح روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہنّم کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[1] مستدرک حاکم: 1/52 سلسلہ احادیث صحیحہ: 495

جہنم میں جانے والے لوگ پانچ طرح کے ہوں گے ان میں سے پانچویں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: وَالشِّنْظِيرُ الْفَحَّاشُ [1] اور گالیاں بکنے والا، بیہودہ گفتگو کرنے والا شخص بھی جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔

آپ یہ بات اچھی طرح جان چکے ہیں کہ گالی دینا کس قدر خطرناک اور سنگین گناہ ہے۔ آج سب مل کر اس سے اجتماعی توبہ کریں کہ آج کے بعد یہ گناہ کبھی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان والی نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کا شکر یہی ہے کہ ہم اس کا صحیح استعمال کریں اور اس کو گالی اور بیہودگی سے بچائیں۔

مجھے یاد آیا کہ ایک شخص نے کسی دانا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے گونگے لوگوں کو پیدا کیوں کیا ہے تو وہ دانا شخص کہنے لگا: گونگے لوگوں کو پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ زبان والوں کی عقل "ٹکانے" رہے اور وہ یہ سوچیں اللہ مجھے بھی گونگا پیدا کر سکتا تھا اگر اس نے مجھے زبان جیسی عظیم نعمت عطا کرنے کے بعد قوتِ گویائی عطا فرمائی ہے تو پھر مجھے بیہودگی اور بدزبانی نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس نعمت کی قدر اور اس پر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [2]

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

---

[1] صحیح مسلم: 2864

[2] اس موضوع پر مزید واقعات اور تفصیل کے لیے ہماری کتاب "گالی ایک سنگین جرم ایک خطرناک گناہ" (طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور) کا ضرور مطالعہ فرمائیں!

آسمان کے پاکبازوں کا
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پیار

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○ [1]

”بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر فرشتے اتر رہے ہیں اور اترتے رہیں گے (یہ بشارتیں لے کر) کہ تم ڈرو، نہ ہی خوف کرو اور جس جنت کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، اس پر خوش ہو جاؤ، دنیا و آخرت میں ہم ہی تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں وہی کچھ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں گے اور وہ کچھ بھی جو تم مانگو گے یہ ہمیشہ رحم کرنے والے بہت زیادہ معاف کرنے والے کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔“

---

[1] حم سجدہ: 31-32

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں میں سے اہل اسلام کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اس سے بڑا مقام اور اعزاز اور کوئی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک چہرے کا دیدار کیا ہے۔ میری اور آپ کی ساری زندگی کی عبادات ایک طرف ہیں اور صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ کا جس لمحے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا دیدار کیا ہے ہماری زندگی بھر کی نیکیاں مل کر بھی اس ایک لمحے کی عزت عظمت اور مقام کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دین کی بنیاد ہیں، اگر صحابہ ہیں تو دین ہے اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مجروح قرار دیتے ہوئے ان کی عدالت اور ان کے ایمان میں شک کیا جائے تو دین کی ساری کی ساری عمارت خود بخود زمین بوس ہو جاتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے شان، مقام اور اعزاز کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام حسنات کو قبول فرما کر اور ان کی بعض کوتاہیوں سے

درگذری کرتے ہوئے ان کے لیے مغفرت کا اعلان کیا ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ان کو اپنی جنّت کا مہمان بنالیا ہے۔

آج اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور عام کرنے کا عزم بھی کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی جنّت تیار ہو چکی ہے اور اس جنّت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بنگلے اور محلات بھی بن چکے ہیں اور پھر لطف ویقین کی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت والی نگاہ سے دیکھ چکے ہیں اور پھر امت کے سامنے رسالت والی زبان سے بیان کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں کئی ایک صحیح روایات موجود ہیں جن میں سے ایک معروف روایت ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا:

يَابِلَالُ ! حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً فَإِنِّيْ سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ [1]

"اے بلال! بیان کر مجھ سے وہ عمل جو تو نے کیا ہے اسلام میں جس کے فائدے کی تجھے زیادہ امید ہے کیونکہ میں نے آج کی رات تیرے جوتوں کی آواز سنی اپنے سامنے جنّت میں۔"

صحیح بخاری اور فتح الباری کے مطابق یہ واقعہ معراج کا نہیں بلکہ خواب کا ہے۔ تو بہر صورت جن کے قدموں کی آہٹ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام جنّت میں سن چکے ہیں، ان کی شان اور ان کے مقام ومرتبے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور اسی طرح آپ نے فرمایا:

رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِيْ

---

[1] صحیح مسلم:6324

طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ : مَنْ هٰذَا ؟ فَقَالَ: هٰذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ : لِمَنْ هٰذَا ؟ فقَالَ: لِعُمَرَ [1]

''میں نے اپنے آپ کو (بحالتِ خواب) جنت میں داخل ہوتے دیکھا اور وہاں ابوطلحہ کی بیوی رمیصاء کو بھی دیکھا، میں نے ایک شخص کے چلنے کی آواز سن کر دریافت کیا، یہ کون ہے......؟ تو کسی نے جواب دیا یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں، پھر میں نے وہاں ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک جوان عورت بیٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے......؟ کسی نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔''

اور صحیح البخاری میں ہی مندرجہ ذیل الفاظ بھی ہیں:

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ : لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ ؟ فَقَالُوْا: لِعُمَرَ [2]

''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خود کو جنت میں دیکھا، اچانک وہاں ایک عورت کو محل کے پاس وضو کرتے دیکھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے......؟ فرشتوں نے جواب دیا: یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔''

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جن صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے محلات جنت میں تعمیر ہو چکے ہیں اب ان پر تبرّا کرتے ہوئے یا ان کی توہین وتنقیص کرتے ہوئے ہمیں سوائے ایمان کی بربادی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے......؟

---

[1] صحیح البخاری:3679

[2] صحیح البخاری:3680

ذرا اس بات کو سوچیں کہ جنت بن چکی ہے، جنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محلات تعمیر ہو چکے ہیں، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نگاہِ رسالت سے دیکھ کر زبان نبوت سے بیان کر چکے ہیں اور جانتے ہیں ناں...... ! کس زبان نے بتایا ہے......؟ جس کی معصومیت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ [1]

''قسم ہے ستارے کی جب وہ ڈوبنے لگے...... ! کہ تمہارے ساتھ رہنے والے نہ بھٹکے اور نہ غلط راستے پر ہوئے اور نہ وہ اپنی خواہشات سے بولتے ہیں ان کا کلام تو تمام تر وحی ہی ہوتا ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔''

جس کی نگاہ کی پاکیزگی اور معصومیت کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ [2]

''ان کی نگاہ نہ تو ہٹی نہ تو بڑھی، انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے عجائب دیکھے۔''

زندگی بھر جنتی مہمانوں جیسا سلوک

آپ پوری دیانتداری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ فرمالیں، آپ پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] النجم: 1-4

[2] النجم: 17-18

نے دنیا کی زندگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے ہی نوازا جیسا کہ جنتی مہمان کو نوازا جا سکتا ہے، پل پل ان پر جہاں رب کی رحمتیں اترتی رہیں، ان کے دفاع اور ان کی شان میں قرآن اترتا رہا وہاں قدم قدم پہ آسمان کے پاکباز ملائکہ بھی ان کو سلام کرتے رہے، جس طرح رحمت کے ملائکہ جنت میں اہل جنت کے لیے ان کے ہر سو پھیلے ہوئے ہوں گے

اسی طرح دنیا میں بھی معصوم فرشتے ہر پل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمت کرتے رہے،

ان کی نصرت کرتے رہے،

زمین پر ان کی تلاوت سنتے رہے،

ان کے حمد و ثنا بھرے کلمات اٹھانے کے لیے فوج در فوج آتے رہے،

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جہاد دیکھیں تو وہاں بھی آسمان کے نورانی نظر آتے ہیں،

صحابہ کو بیمار دیکھیں تو وہاں بھی تیمارداری کے لیے آسمان کے پاکباز نظر آتے ہیں۔

نہ چاہتے ہوئے کسی وقت صحابہ رضی اللہ عنہم سے کمی ہوئی تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہوئے بھی سب سے پہلے حاملین عرش اللہ کے مقرب ترین فرشتے ہی نظر آتے ہیں۔

غرض کہ زندگی سے لے کر موت تک......موت سے لے کر قبر تک زندگی کے ہر موڑ پہ صحابہ کے اردگرد رحمت کے فرشتوں کا جھرمٹ نظر آتا ہے

تو جن کا حیا آسمان کے نورانی کرتے رہے، جن کی قدر آسمانوں کے پاکباز ملکیں کرتے رہے تو ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ہم بھی ایسی جماعت کا ذکرِ خیر کریں، ان

کے لیے مغفرت ورحمت کی دعائیں کریں اور ان کی شان اور مقام کے چرچے گلی گلی اور نگر نگر کریں۔

قرآن کیا خوب کہتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝ [1]

''بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر فرشتے اتر رہے ہیں اور اترتے رہیں گے (یہ بشارتیں لے کر) کہ تم ڈرو، نہ ہی خوف کرو اور جس جنت کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ، دنیا وآخرت میں ہم ہی تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں وہی کچھ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں گے اور وہ کچھ بھی جو تم مانگو گے یہ ہمیشہ رحم کرنے والے بہت زیادہ معاف کرنے والے کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔''

میرے بیان میں یقیناً مدارس کے طلبا بھی بیٹھے ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ ''تَتَنَزَّلُ'' فعل مضارع کا صیغہ ہے اور جب فعل مضارع کا صیغہ قرائن سے خالی ہو تو حال کا معنی لینا ہی زیادہ بہتر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صحابہ نے اللہ کو اپنا رب مان کر جب اس پر استقامت اختیار کی تو پھر ان پر رحمت کے فرشتے اترتے ہیں، جب تک

---

[1] حم سجدہ: 31-32

زندہ رہے اترتے رہے...... ان سے پیار کرتے رہے......، ان کا حیا کرتے رہے......ان کو سلام کرتے رہے...... "ان لاتخافوا ولاتحزنوا" کے کلمات سے تھپکیاں دیتے رہے......اور ہر پل ہر دم اور ہر قدم بشارتیں ہی بشارتیں لے کر اترتے رہے۔ سبحان اللہ ......! کیا شان اللہ......!

کہیں اسی بات کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝ [1]

"وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔"

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا تو آسمان کے پاکباز بھی کرتے ہیں

عفیفۂ کائنات مومنوں کی ماں بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں میری چادر اوڑھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلیوں سے چادر ہٹی ہوئی تھی، خلیفہ بلافصل حضرت امام ابوبکر صدیق علیہ السلام تشریف لائے، اجازت طلب کی، پھر اندر آنے پر اپنی ضرورت بیان کی اور چل دیئے۔ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے تھے ویسے ہی لیٹے رہے، تھوڑی دیر کے بعد اہل سلام کے دوسرے خلیفہ حضرت امام عمر فاروق علیہ السلام تشریف لائے، اجازت طلب کی، پھر اندر تشریف لانے کے بعد

[1] الاحزاب:43

اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس چل دیے، پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام جوں کے توں لیٹے رہے، پنڈلیوں سے چادر ہٹی ہوئی تھی، پھر تھوڑی دیر بعد اہل اسلام کے تیسرے خلیفہ برحق ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان علیہ السلام تشریف لائے، اجازت مانگی تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام لیٹے تھے بیٹھ گئے وَسَوَّى ثِيَابَهُ اور اپنے کپڑے درست کیے، اپنے بیٹے عثمان کی بات کو سنا، اپنے دوہرے داماد کو دوہری عزت دی جب وہ بھی واپس چل دیئے تو مومنوں کی ماں، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا، سلام اللہ علیہا نے جھٹ سے پوچھا:

اللہ کے رسول......! میرے بابا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے کچھ خیال نہ کیا......؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے آپ اسی حالت میں رہے، لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بیٹھ گئے، اپنی چادر اور کپڑوں کو سمیٹ لیا اور مجھے بھی کہا: عائشہ! پورے اہتمام سے بیٹھو! اے میرے سر کے تاج اس کی کیا وجہ ہے......؟

اب محبوبِ کائنات اس کی وجہ بیان کرنے لگے ہیں، ذرا دماغ حاضر کر لو، جگر تھام کے بیٹھو......! آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اے میری عائش......!

أَلَا أَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ؟[1]

''کیا میں اس شخص کا حیا نہ کروں جس کا حیا آسمان کے پاکباز بھی کرتے ہیں......؟''

او......لوگو......! ہماری دعوت سنو......! ہم تو یہی کہتے ہیں کہ جس جنتی شہزادے اور پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے دوہرے داماد کا حیا آسمان کے معصوم ملائکہ بھی کرتے ہیں تم بھی اس ہستی سے پیار کیا کرو......ان کے لیے رحمت کی دعا کیا کرو اور اللہ تعالیٰ

[1] صحیح المسلم: 6209

سے جنّت میں ان کے ساتھ کا سوال کیا کرو......!

جن سے پیار آسمان کے نورانی کرتے رہے، تم ان سے اعراض کیوں کرتے ہو......؟ دل سے ایمان نکل چکا ہے......؟ یا جہنّم کی کال کوٹھڑی میں جانے کا ارادہ ہے......؟ قرآن کیا خوب کہتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ [1]

''وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔''

قرآن کی اس آیت اور اس جیسی سینکڑوں آیات کے پہلے حقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں، اللہ ہمیں بھی جنّت میں انکا پڑوس نصیب کرے۔ آمین!

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پاکبازوں کے امام کا سلام

امّ المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اہل اسلام ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی '' مُحْسِنَہ '' ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کائنات کی بہترین خاتون قرار دیا ہے۔ آپ صبر و شکر، صدق و وفا اور عالی کردار میں اپنی مثال آپ تھیں، اور آپ کی شان اس سے بڑھ کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کو عرش و فرش کے داتا رب العالمین نے بھی سلام پیش کیا اور آسمانی معصوموں کے امام حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی سلام

[1] الاحزاب:43

پیش کیا اور ان کے لیے جنت میں محل بنا دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ هَذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ [1]

''جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن لیے آرہی ہیں جس میں سالن یا (فرمایا) کھانا (یا فرمایا) پینے کی چیز ہے، جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے رب کی جانب سے انہیں سلام پہنچانا اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کی بشارت دے دیجیے گا جہاں نہ شور ہوگا اور نہ تکلیف۔''

قربان جائیں امّ المومنین رضی اللہ عنہا کی شان پر......! مکے کی ایک طرف سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھانا لے کر گھر سے نکل رہی ہیں اور اوپر سے جبریل علیہ السلام اللہ کا اور اپنا سلام لے کر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتر رہے ہیں۔

اللہ کے بندو......! جن کے اس قدر عالی شان ہیں، جن کو آسمانی معصوموں کے امام کا اور خود رب العالمین کا سلام ملا اور جن کے محلّات جنّت میں تیار ہو چکے ہیں ہم پر بھی فرض ہے کہ ہم ان سے پیار کریں اور ان کے لیے رضا و رحمت کی دعا کریں

---

[1] صحیح البخاری: 3820

...... کیوں......؟ اس لیے کہ ان کی شان میں قرآن بھی کہتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○ [1]

"وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔"

عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا کو آسمان کے پاکبازوں کا سلام

ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا احترام، اگر آج کوئی دنیا کا بدکردار نہ کرے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے ورنہ صدیق کی بیٹی کی عظمت کا عالم تو یہ ہے کہ آسمانی معصوموں کے امام بھی ان کو سلام کرنے کے لیے مدینے کی سرزمین پر تشریف لائے تھے۔ سبحان اللہ!

امام کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ صدیقۂ کائنات رضی اللہ عنہا کو حد درجہ محبّت بھرے انداز سے پکارتے ہوئے کہا:

يَاعَائِشُ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَام فَقُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه [2]

"اے عائش......! یہ جبریل علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں، میں نے اس پر جواب دیا علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

---

[1] الاحزاب:43

[2] صحیح البخاری:3728

اور اسی طرح ایک دوسری صحیح روایت میں ہے کہ

أَنَّ جِبْرَائِيْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِهَا فِيْ خِرْقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ هٰذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ [1]

"جبریل علیہ السلام ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں ان کی تصویر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، یعنی قبل نکاح کے اور فرمایا: یہ آپ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں۔"

حضرات......! وہ ماں کہ جسے قرآن مومنوں کی ماں کہے اور جس پر سلام کرنے کے لیے آسمانی معصوموں کا امام آئے۔ آج اگر کوئی بد بخت اٹھ کر اس ماں کے بارے میں بدزبانی کرے، ان پر اتہام لگائے، ان کی وفا اور ان کے ایمان پر شک کرے تو ہمارے نزدیک ایسا بد بخت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بھی منافق، لعنتی تھا آج بھی وہ لعنتی ہے اور قیامت تک اس پر لعنتیں برستی رہیں گی کیونکہ یہ فیصلہ قرآن کا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ [2]

"جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان (بیویوں) کو جو پاکدامن بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے سخت عذاب (رکھا ہوا) ہے۔"

اور یاد رکھو......! اللہ کی رحمت سے ہم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور بالخصوص

---

[1] جامع ترمذی:3880، اخرجہ امیر المومنین فی الحدیث ا لبانی، فی سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ۔

[2] النور:23

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اس قدر ایمانی غیرت رکھتے ہیں کہ ہم اپنے قوم قبیلے اور حقیقی ماں باپ کی توہین تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن رب کبریا کی کبریائی کی قسم ہے......! ہم اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔

ایسے بدبختوں کو حکومتی سطحوں پر بھی سزائیں دینی چاہئیں جن کی زبانیں اصل اہل بیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں زہر اگلتی ہیں، جب کہ ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝ [1]

''وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تا کہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔''

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ کی تلاوت پر پاکبازوں کا اترنا

میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، میں تو آج صرف یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اے زمین کے خاکیو......! صحابہ تو اللہ کی جنّت کے ایسے مہمان ہیں کہ جن سے پیار آسمان کے معصوم فرشتے بھی کرتے رہے ہیں، تم بھی ان سے پیار کیا کرو......! مدینے والے کے جانثار تو اس قدر باعظمت تھے کہ اگر وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو آسمان کے پاکباز ان کا قرآن سننے کے لیے ان کے گھروں پر اتر آیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رات کو سورۃ البقرہ

---

[1] الاحزاب:43

پڑھ رہے تھے وَفَرَسُهُ مَرْبُوطٌ عِنْدَهُ اوران کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا، اچانک اس نے بدکنا شروع کر دیا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت روک دی جب قرآن کی تلاوت روکی تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، پھر انہوں نے تلاوت شروع کی فَجَالَتِ الْفَرَسُ تو گھوڑا پھر بدک اٹھا پھر آپ تلاوت سے رُک گئے، پھر گھوڑا پرسکون ہو گیا۔ بہرصورت گھوڑے کے قریب ہی آپ کا بیٹا یحییٰ لیٹا ہوا تھا تو آپ کو یہ خدشہ ظاہر ہوا کہ کہیں گھوڑا میرے بیٹے یحییٰ کو نقصان نہ پہنچا دے، چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اٹھایا اور اچانک آسمان کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں ایک چیز سائبان کی طرح دکھائی دے رہی ہے جس میں قمقمے اور روشنیاں ہیں، بڑے حیران ہوئے اور صبح نمازِ فجر کے بعد سارا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کر دیا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے حضیر کے بیٹے......! تو اپنی قراءت کو جاری رکھتا......! اے حضیر کے بیٹے......! تو تلاوت کرتا رہتا، یہ تو اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے آسمانی معصوم تھے جو تیری تلاوت کو سننے کے لیے تیرے پاس آ رہے تھے۔

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ❁

"یہ تو فرشتے تھے جو تیری آواز کو سننے کے لیے تیرے قریب آئے تھے اور اگر تو قراءت کرتا رہتا تو صبح کے وقت لوگ اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ لیتے اور وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہوتے۔"

حضرات......! جن کا قرآن سننے کے لیے آسمان سے پاکباز اتریں اور

❁ صحیح البخاری: 5018

اس کی تصدیق امام معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان نبوت ورسالت سے فرمائیں تو اس سے بڑھ کر اور شان وشوکت کیا ہو سکتی ہے......؟ ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف باتیں وہ کرتے ہیں کہ جن کی راتیں بھی کالی ہیں، جن کے دن بھی کالے ہیں اور جن کے دل بھی کالے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اور وہ قرآن ان کی شان کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۝ [1]

"وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم کے کلماتِ ذکر کو اٹھانے کیلئے پاکبازوں کا نزول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن شہزادوں کے محل جنت میں تعمیر کیے ہیں ان کو دنیا میں بھی ایسے ہی رکھا جیسے جنتی شہزادوں کو رکھا جاتا ہے اور ان کو پل پل آسمان کے فرشتوں کا وہی پروٹوکول دیا جو اہل جنت کو جنت میں دیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر فرشتے کبھی سلام لے کر اترتے رہے ہیں، کبھی نصرت کے لیے، کبھی عیادت کے لیے اور کبھی ان کے جنازوں میں شرکت کے لیے۔ اور اسی طرح کبھی ان کے منہ سے نکلنے والے پاکیزہ

[1] الاحزاب:43

کلمات کو اٹھانے کے لیے زمین پر آتے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی تعریف بھرا بول بولتے ہوئے کہا:

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ

''اے ہمارے رب! ہر قسم کی بہت زیادہ مبارک، پاکیزہ تعریف تیری ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

مَنِ الْمُتَكَلِّمُ اٰنِفًا ابھی ابھی بات کرنے والا کون ہے......؟ سب صحابہ خاموش رہے، آپ نے پھر پوچھا: تو ایک صحابی نے کہا: اللہ کے رسول......! یہ کلمات میں نے کہے ہیں، تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا [1]

''البتہ تحقیق میں نے اتنالیس کے قریب فرشتوں کو دیکھا وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے تھے۔''

کہ ان میں سے کون پہلے ان کو لکھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

حضرات......! وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جن کے منہ سے نکلنے والے پاکیزہ کلمات کو بھی اٹھانے کے لیے آسمانی معصوم قطار در قطار آ رہے ہیں، اس سے بڑھ کر عزت عظمت اور مقام و مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے......؟

صحابہ رضی اللہ عنہم کے جنازوں میں آسمانی پاکبازوں کی شرکت

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کی نماز

---

[1] صحیح البخاری: 799، سنن ابو داود: 770

جنازہ پڑھنے کے لیے لاکھوں کی تعداد میں آسمان کے پاکباز آتے رہے ہیں لیکن ہم یہاں صرف ایک موقع کا تذکرہ کرتے ہیں:

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے میں شرکت کے لیے جا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بطورِ ادب سواری پیش کی، لیکن آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بیٹھنے سے انکار کر دیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نمازِ جنازہ اور تدفین سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو دوبارہ سواری پیش کی تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس پر سوار ہو گئے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب آپ کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو سوال کیا: اے اللہ کے حبیب! آخر کیا وجہ ہے کہ جنازے میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے جب آپ کو سواری پیش کی گئی تو آپ نے سرے سے سوار ہونے سے انکار کر دیا اور جب واپسی پر سواری پیش کی گئی تو آپ اس پر فوراً سوار ہو گئے......؟

تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ [1]

''بلاشبہ فرشتے چل رہے تھے اور میں ایسا تو نہیں ہوں کہ میں سوار ہو جاؤں اور وہ چل رہے ہوں اور جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔''

حضرات ذرا سوچیں تو سہی......! جن کے جنازوں میں بھی آسمان سے پاکباز اترتے رہے ہیں...... اور جن کے جنازوں میں نورانی معصوم چلتے رہے ہیں،

---

[1] سنن ابی داود: 3177، احکام الجنائز: امام البانی: 97 وسندہ صحیح۔

آج ان کے خلاف ہرزہ سرائی کی جاتی ہے، ان کی پگڑی کو اچھالا جاتا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت ہو سکتی ہے......؟

یاد رکھو......! یہ راستہ سراسر تباہی کا راستہ ہے، جو سیدھا اللہ کی جہنم کی طرف جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

خدا کی قسم......! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جن ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثاروں کو دکھ دیا، ان کی عزت کو اچھالا، ان کے جنازوں پر آسمان کے پاکباز نہیں آئے بلکہ جنازہ پڑھنے والے زیادہ تر زمین کے بدکار ہی تھے۔

پاکبازوں کا پروں سے صحابی کی میّت پر سایہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مخلص جانثار جن کا نام عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ اپنے دل میں شہادت کا بہت زیادہ جذبہ رکھتے تھے، غزوۂ احد میں شرکت کرتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹے اور معروف صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہا: اے میرے بیٹے! میں جنگِ احد کے لیے جا رہا ہوں اور اگر مجھے اپنی بیٹیوں کی فکر نہ ہوتی تو اللہ کی قسم! میں اسی بات کو پسند کرتا کہ تو بھی میرے ساتھ میدانِ احد میں جائے اور اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے۔ اے میرے بیٹے جابر! تو میرا اکیلا بیٹا ہے، میرے بعد میری بیٹیوں اور اپنی بہنوں کا خصوصی خیال رکھنا۔

اس ارشاد کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں شریک ہوئے اور بالآخر کئی ایک کفار کو جہنم واصل کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا اس وقت ان کے چہرے کا مثلہ کر دیا گیا تھا تو میں

کف میں اپنے باپ کے چہرے کو دیکھتا تو صحابہ مجھ کو منع کرتے، اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے میری پھوپھو کے رونے کی آواز سنی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو کیوں رو رہی ہے......؟ نہ رو......!

مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا ❶

"آسمان کے پاکباز معصوم فرشتے برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں۔"

سامعین کرام......!

آپ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت پر حیران ہوں گے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہا:

يَا جَابِرُ أَلَا أُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِأَبِيكَ ؟

"اے جابر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں جو عزت وجلالت کے مالک اللہ نے تیرے باپ کو کہا ہے......؟

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر کسی سے پس پردہ رہ کر کلام فرماتا ہے،

وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا "اور تیرے باپ سے آمنے سامنے کلام فرمایا ہے"

اور کہا ہے:

يَا عَبْدِي ! تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ

"اے میرے بندے......! کوئی خواہش کر میں تجھے دوں گا۔"

تیرے باپ نے جواب میں کہا:

يَا رَبِّ تُحْيِينِي فَأُقْتَلُ فِيكَ ثَانِيَةً.

---

❶ صحیح البخاری: 2816

”اے میرے رب! مجھے زندہ کرتا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں“

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے سے جاری ہو چکا ہے کہ فوت ہونے والے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جائیں گے، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

يَارَبِّ ! فَأَبْلِغْ مَنْ وَرَائِيْ [1]

”اے میرے رب......! میرے پسماندگان کو میرا پیغام پہنچا دے“

چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے صحابی کی خواہش پر پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے قلبِ اطہر پر قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت نازل فرما دی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں روزی ملتی ہے۔ وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے ان پر فضل فرمایا اور جو لوگ ان کے پیچھے دنیا میں ہیں اور ابھی تک ان سے نہیں ملے، ان کے بارے میں بھی یہ خیال کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ان کے لیے بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور ان پر اللہ کے انعام اور اس کے فضل کے

---

[1] جامع ترمذی: 3010، سنن ابن ماجہ: 2800، صحیح ابن حبان: 6983، مستدرک حاکم: 3/203۔204۔

بارے میں خوشخبری پاتے رہتے ہیں اور اس پر بھی خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

ایمان کی رتی بھی دل میں موجود ہو تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس عالی اعزاز کو پڑھ کر انسان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں...... سبحان اللہ!

قربان جائیں صحابہ کی شان پر، خدا کی قسم......! ہمارا تو صرف یہی ایمان ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد ان جیسے عظیم لوگ چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھے، بد نصیب ہیں وہ لوگ جو ان پر تبرّا کرتے ہوئے اپنی جہنم کا سامان کر رہے ہیں، قرآن تو ان کی شان میں کیا خوب کہتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ [1]

"وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار کرنے والا ہے۔"

ابن ابی عامر رضی اللہ عنہ کو آسمان کے پاکبازوں کا غسل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسی محبت اور خدمت کے ساتھ رکھا جس طرح اہل جنت کو جنت میں رکھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور مجاہد صحابی حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ جب میدانِ احد میں جامِ شہادت نوش فرما گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

[1] الاحزاب:43۔

إِنَّ صَاحِبَكُمْ تَغْسِلُهُ الْمَلَائِكَةُ فَسَأَلُوْا صَاحِبَتَهُ فَقَالَتْ: إِنَّهُ سَمِعَ الْهَائِعَةَ خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِذَالِكَ غَسَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ [1]

''بلاشبہ تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، صحابہ نے ان کی زوجہ سے سوال کیا تو اس نے کہا: حنظلہ تو صدائے جہاد سنتے ہی حالتِ جنابت میں نکل پڑے تھے۔ (کہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر تعمیل کرتے تاخیر نہ ہو جائے) آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اسی لیے پھر آسمان کے پاکبازوں نے انہیں طہارت کا غسل آپ دیا ہے۔'' سبحان اللہ!

میرے معزز سامعین......! یہاں میرے ساتھ رُکیں......اور اس بات پر غور تو کریں...... کہ جن کو آخری غسل دینے کے لیے بھی آسمان سے معصوم فرشتے اترتے رہے......ان کی عزت وعظمت اور شان وشوکت کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے......؟ اور پھر جن کے بارے میں اللہ کا قرآن ہر پل یہ صدا لگا رہا ہو

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ [2]

''وہی اللہ کی ذات تم پر رحمتیں نازل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اور اس کے فرشتے بھی (دعائے رحمت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ تو مومنوں سے ہمیشہ پیار

---

[1] مستدرک حاکم: 3/204، بیہقی: 4/15، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل: 3/167

[2] الاحزاب: 43

کرنے والا ہے۔"

آسمان کے پاکبازوں کے پروٹوکول کی انتہا

اگر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں سے ہر ہر صحابی کے ساتھ پاکباز فرشتوں کی محبت اور عقیدت کا تذکرہ کروں تو بات بہت زیادہ لمبی ہوجائے گی۔

آیئے......! اب میں آخر میں آپ کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سفرِ آخرت کے متعلق بیان کرتا ہوں کہ آسمان کے پاکبازوں نے ان کے سفر آخرت میں کیسے جھک جھک کر ان کو سلام کیا، ان کی میت کی چار پائی کو اٹھایا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ صحیح احادیث سے آپ کے لیے زبانِ نبوت و رسالت سے نکلنے والے چار کلمات کا ذکر کرتا ہوں۔

1 ... اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ

جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی میت کو قبرستان کی طرف لے جارہے تھے تو صحیح البخاری کے مطابق اچانک آپ کی چار پائی نے حرکت شروع کردی اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی چار پائی حد درجہ ہلکی پھلکی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! سعد کی چار پائی کا وزن بھی نہیں اور پھر اس میں حرکت بھی شروع ہوجاتی ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پہ ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ......! میرے سعد کی چار پائی کو آسمان کے پاکبازوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ اکبر!

2 ... وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح قبض کی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان

کی روح کے استقبال کے لیے سب آسمانوں کے سب دروازے کھول دیئے۔ اللہ، اللہ

اے زمیں کے خاکیو......! جن کی روح کے استقبال میں آسمان کے سب دروازے بھی کھول دیئے جائیں اور جن کے جنازے کو آسمان کے پاکباز کندھا دیں ان کے مقام ومرتبے کا کوئی دوسرا انسان مقابلہ نہیں کرسکتا۔

آیئے......! اس سے ایک اور قدم آگے بڑھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

3 ... وَهٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ

اور یہ سعد میرا ایسا جانثار ہے کہ جس کے لیے اللہ کا عرش بھی حرکت میں آ گیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے: عرش کے حرکت میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد کی خوشی میں اللہ کا عرش بھی خوشی سے جھوم اٹھا اور اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے اللہ تعالیٰ کو جو خوشی ہوئی اس خوشی کی وجہ سے اللہ کا عرش بھی جھوم اٹھا۔ [1]

4 ... وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا

اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں آسمان کے ستر ہزار پاکبازوں نے شرکت کی۔ [2]

حضرات......! جب ساری زندگی آسمان کے پاکباز بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حیا کرتے رہے...... ان سے پیار کرتے رہے...... ان کو سلام کرتے رہے...... ان کی خدمت اور نصرت کے لیے اس زمین پر اترتے رہے...... حتی کہ ان کے سفرِ

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ترجمہ سعد بن معاذ النعمان: 127/3

[2] صحیح البخاری: 3803۔ وسنن النسائی ومجمع الزوائد وکتب الاحادیث الاخریٰ۔

آخرت میں بھی بڑھ چڑھ کر شریک ہوتے رہے اور ان کے لیے جنّت کی بشارتیں لے کر آتے رہے۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○

''اے اطمینان پانے والی جان چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی'' پھر اللہ اسے فرمائے گا'' شامل ہو جا میرے نیک بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنّت میں۔''

تو آج ہم پر بھی فرض ہے کہ ہم ایسی پاکباز ہستیوں کو دل و جان سے عزیز جانتے ہوئے ان کی عزت و عظمت کے چرچے کریں اور ان کے لیے رضا و رحمت کی دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جنّت میں ان کے ساتھ کا سوال کریں کیونکہ وہ سب جنّتی تھے جنّت میں ان کے محلّات بن چکے ہیں، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نگاہِ نبوت سے دیکھ چکے ہیں اور زبانِ رسالت سے بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی آسمان کے پاکبازوں کے ذریعے ان کے ساتھ اہل جنّت والا ہی مثالی پیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق، سچ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆ ✲ ☆ ✲ ☆ ✲ ☆ ✲ ☆
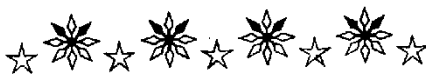
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ [1]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔"

[1] البقرہ:13

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

قرآن کریم کی روشنی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت یافتہ ہی نہیں بلکہ معیارِ ہدایت بھی ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طلبگار ہی نہیں بلکہ دن رات اسی کو یاد کرنے والے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور صحابہ کا گروہ اللہ کا گروہ ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ناچاہتے ہوئے بتقاضہ بشریت کوئی کمی ہوئی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کمی کے بعد تین کام کیے ہیں۔

① ...... ان کی کمی کوتاہی کو معاف کر دیا ہے۔

② ...... ان کے لیے ان کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت سنا دی ہے۔

③ ...... اور ان کو کامیاب جماعت کہہ کر جنت کا حقدار بنا دیا ہے۔

جنت تیار ہو چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جنت دیکھ لی ہے اور جنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بنائے گئے محلات بھی دیکھ لیے ہیں جس سے یہ حقیقت سو فیصد قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ ہمیش کے جنتی ہیں۔

اس لیے ہم سب پر فرض ہے کہ ہم ایسی پاکباز ہستیوں سے دلی محبت وعقیدت رکھیں اور ان کے لیے رضا ورحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرّا کرے یا ان کے مقام ومرتبے کو گرانے کی کوشش کرے تو ہم بھرپور طریقے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرتے ہوئے ایسے گمراہ اور اہل بدعت کا علمی محاسبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حقدار بن جائیں۔

ذی وقار سامعین کرام......! دفاعِ صحابہ کا عنوان میرا نہایت پسندیدہ عنوان ہے اور یہ مجھے اس لیے بھی بہت پسند ہے کہ ایک وقت تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ ومدینہ میں اپنے اصحاب کے درمیان رہتے تھے تو جب بھی کوئی ناعاقبت اندیش گمراہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق زہر اگلتا یا ان کی توہین وتنقیص کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع اللہ تبارک وتعالیٰ عرش بریں سے کرتے ہوئے جبریل علیہ السلام کے ذریعے قرآن پاک کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل فرمادیتے۔

مجھے آج یہ بات کہتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمین پر دفاع کرنا اہل حدیث کا طریقہ ہے تو عرشِ بریں سے دفاع صحابہ میں قرآن نازل کرنا میرے اللہ کا طریقہ ہے۔

آج میں آپ کے سامنے دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے چند بنیادی اور اصولی پانچ چھ باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں، ان کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے ذہن نشین فرما لیں......! زندگی بھر آپ کی موجودگی میں کسی لعنتی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوگی۔ [میرے اللہ کے حکم سے ان شاء اللہ]

☆......سب تن پاک ہیں رضی اللہ عنہم

پنجتن پاک نہیں، سب تن پاک ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر آخری صحابی حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ [جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صدی بعد 110 ہجری میں فوت ہوئے] تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ تمام کے تمام مغفور ہیں، محفوظ ہیں، مامون ہیں اور تمام کے تمام پاک ہی نہیں بلکہ پاکبازوں کے بھی امام ہیں۔

انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد اگر درجہ ہے تو صرف اور صرف اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا ہی ہے۔ ہم نے اور ہمارے اکابرین نے کبھی بھی اپنے موقف کی تائید کے لیے کسی صحابی کی ادنیٰ گستاخی بھی نہیں کی، جبکہ ہمارے مقابلے میں جتنے بھی فرقے موجود ہیں ہر ایک اپنی فقہ یا اپنی تقلید بچانے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید اور طعن و تشنیع ضرور کرتا ہے، مثال کے طور پر امام المحدثین، سرتاج الفقہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جن کا مقام و مرتبہ اور علم و فضل حد درجہ مسلّمہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دورِ صحابہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ کے متعلق بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابیٔ رسول ہیں وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ فَقِيهًا وَلَا مُجْتَهِدًا اور لیکن وہ فقیہ تھے نہ ہی مجتہد۔" [1]

اور اسی طرح بعض لوگوں نے اپنی فقہ بچانے کے لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس حد تک لب کشائی کی ہے کہ ان کے خلاف ایک اصول وضع کر دیا ہے کہ

إِنَّمَا يُقْبَلُ مَا لَا يُخَالِفُ الْقِيَاسَ فَأَمَّا خَالِفَهُ

[1] الفصول فی الاصول: 3/136، اصول الشاشی: 275، کشف الاسرار: 2/26، فتح الغفار: 2/180، نور الانوار: 179 وغیرھا۔

فَالْقِيَاسُ مُقَدَّمٌ عَلَيْهِ [1]

”صرف ان کی وہ روایات قبول کی جائیں گی جو قیاس کے خلاف نہ ہوں اگر قیاس کے خلاف ہوں تو قیاس (حنفی) کو مقدم کیا جائے گا۔“

اور اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق لب کشائی کی گئی ہے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہاں تک تحریر کیا گیا ہے کہ

فَهُوَ إِنْ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ مِنْ حَيْثُ الصُّحْبَةِ فَلَمْ يَكُنْ فِي الْعِلْمِ وَالْاِجْتِهَادِ وَنَشْرِ الدِّيْنِ وتَدْوِيْنَ احْكَامِهِ كَأَبِي حَنِيْفَةَ [2]

”وہ اگرچہ صحابی ہونے کے اعتبار سے ابوحنیفہ سے افضل ہیں لیکن وہ علم، اجتہاد، دین کی اشاعت وتدوین میں ابوحنیفہ کی طرح نہیں ہیں۔“

اور اسی طرح حبیب الرحمٰن کاندھلوی حنفی نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق بہت زیادہ زہر اُگلا ہے حتیٰ کہ ان کے صحابی ہونے کا بھی انکار کر دیا اور مزید ڈاکٹر عبدالواحد دیوبندی نے ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مومنہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کم علم اور کم عقل تھیں جو یہ کہتی تھیں کہ اللہ آسمان پر ہے۔

اسی طرح عطاء اللہ بندیالوی دیوبندی سرگودھوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کو ”شریر“ لکھا ہے۔ [3]

---

[1] کشف الاسرار: 2/371، جامع الاسرار: 3/668

[2] حاشیہ ابن عابدین: 1/52

[3] صفات تشابہات اور سلفی عقائد: 258، سانحہ واقعہ کربلا: از بندیالوی ناصبی

ذی وقار سامعین کرام......! آج ہم دشمنانِ صحابہ کا تو بڑی دلیری سے تعاقب کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ دشمنانِ صحابہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص اور اہانت کے چور دروازے کن لوگوں نے مہیا کیے ہیں......؟

کیا ضرورت پڑی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو غیر فقیہ، کم عقل، کم علم اور شریر لکھا جائے......؟ اور پھر ظلم پر ظلم یہ ہے کہ پچھلوں کی لکھی ہوئی اس توہین اور تنقیص کو صحیح ثابت کرنے کے لیے آج بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اور علی الاعلان لکھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ واقعۃً غیر فقیہ، کم عقل، کم علم تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

الحمدللہ! ہم یہ بات پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارے اکابرین میں سے ہر ایک نے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے انکا دفاع کیا ہے اور ان کے خلاف اٹھنے والے قدم اور قلم کو توڑا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم یہ فریضہ مرتے دم تک ادا کرتے رہیں گے۔

اور یاد رہے......! اگر کسی شخص نے ہمارا پلیٹ فارم استعمال کرتے ہوئے کسی بھی صحابی کے متعلق ادنیٰ گستاخی کی بھی ہے تو ہمارے اسلاف نے ان کا جنازہ پڑھنے سے بھی انکار کر دیا جیسا کہ فیض عالم صدیقی جہلمی نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں توہین آمیز لب ولہجہ اختیار کیا تھا اور بقول محقق العصر علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے شہید ملت امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ سمیت دیگر اکابر علما نے اس کا جنازہ تک پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔

1 ... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبّت کی اصل وجہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم وفضل اور زہد وورع

کے پہاڑ تھے، ان کے بعد آنے والا کوئی مسلمان بھی ان کے اخلاص کو پا سکا نہ ہی ان جیسا اخلاق پیش کر سکا۔ وہ پاکیزہ لوگ کردار کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے۔

لیکن آج میں جس نکتے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت صرف ان کی حسنات، صالح اعمال اور نیکیوں کی وجہ سے نہیں کرتے، ہماری صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت صرف اس لیے نہیں ہے کہ

☆......وہ بہت اچھے نمازی اور تہجد گزار تھے۔

☆......وہ اعلیٰ درجے کے بہادر اور مجاہد تھے۔

☆......وہ حد درجہ ذکر و فکر والے تھے۔

☆......سخاوت میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ہماری عقیدت اور چاہت صرف اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ ہماری عقیدت ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے دیدار کی وجہ سے ہے۔ میرا اور میری جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ ہماری زندگی کی ساری تہجدیں ایک طرف، سارے جہاد ایک طرف، سب سخاوتیں ایک طرف، سب تسبیحات ایک طرف، سب تلاوتیں ایک طرف............

اور صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ کا وہ پاکیزہ لمحہ ایک طرف، جس لمحے میں اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُخ انور کا دیدار کیا......

میں رب کبریا کی کبریائی کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہماری زندگی بھر کی سب عبادتیں، محنتیں اور قربانیاں مل کر بھی اس ایک لمحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جس لمحے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخِ انور کا دیدار کیا۔

ہمارے نزدیک اس لمحے کی عظمت، اس لمحے کا تقدس اور اس لمحے کی شان

سب سے زیادہ اعلیٰ، اولیٰ اور بلند ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو کبار صحابہ بلکہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، آپ اسی لیے فرمایا کرتے تھے کہ

لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَغْبَرُّ فِيْهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمْرَ نُوْحٍ [1]

"صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا جس میں اس کا چہرہ خاک آلود ہوا ہو، تم میں سے ہر ایک کی پوری زندگی سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کے برابر بھی عمر دے دی جائے۔"

ہمارے بعض محدثین شارحین کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تقابل کرتے ہوئے یہ خیال آیا کہ شاید حضرت ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے قدرے بہتر ہوں تو دیگر محدثین کی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا اور یاد رہے......!

حضرت امام عبداللہ بن مبارک بہت بڑے اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، آپ بیک وقت مجاہد بھی تھے، زاہد بھی تھے اور محدث بھی تھے۔ آپ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ إِنَّ الْغُبَارَ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْ أَنْفِ فَرَسِ مُعَاوِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بِأَلْفِ مَرَّةٍ صَلّٰى مُعَاوِيَةُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ رضی اللہ عنہ رَبَّنَا لَكَ

[1] سنن ابی داود: 4652

الْحَمْدُ ، فَمَا بَعْدَ هٰذَا الشَّرَفِ الأَعْظَمِ [1]

''اللہ کی قسم......! بلاشبہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ہزار درجے بہتر ہے، اس شرف سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سمع اللہ لمن حمدہ، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد میں کہا: ربنا ولک الحمد

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تو ایسے شخص سے میل جول اور ملاقات تک سے منع فرما دیا ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہو۔ [2]

بہر صورت جب بھی عظمتِ صحابہ اور دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم پر بات ہو تو اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہماری صحابہ سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے دیدار کی وجہ سے ہے۔

2.. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد ہیں

دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی اساس اور بنیاد ہیں، صحابہ ہیں تو دین ہے، اگر صحابہ رضی اللہ عنہم مجروح ہیں تو سارے کا سارا دین بھی مشکوک ہے، چونکہ یہود و نصاریٰ اور منافقین بہت گہرے سازشی رہے ہیں، انہوں نے قرآن پر حملہ کرنے کی بجائے، سیدھا حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے کی بجائے صحابہ

---

[1] البدایۃ: 1/139، منہاج السنۃ: 3/183

[2] الذیل علی طبقات الحنابلۃ: امام ابن رجب: جلد 1 صفحہ 133

کے ذریعے ہی قرآن وحدیث کے محل کو گرانے کی کوشش کی ہے۔

وہ یہ جانتے ہیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو (نعوذ باللہ) مرتد، غیر عادل، ظالم اور مجروح ثابت کر دیا تو پھر سارے دین کی بنیاد انہی لوگوں پر کھڑی ہے، یہی لوگ دین کے راوی اور اس کے بیان کرنے والے ہیں، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ رہے تو قرآن وحدیث کی عمارت خود بخود زمین بوس ہو جائے گی۔

اور آج تک عبداللہ بن سبا یہودی، لعنتی سے لے کر اس کی ذریت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زہر اگل رہی ہے جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام کل بھی اونچا تھا، آج بھی اونچا ہے اور اللہ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم سے قیامت تک اونچا رہے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد اور اساس ہیں، ہمیں کس نے بتایا کہ

☆ یہ قرآن اللہ کی پاک کلام ہے......؟

☆ ہمیں کس نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے......؟

☆ ہمیں کس نے بتایا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں......؟

☆ ہمیں کن کے ذریعے معلوم ہوا کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں......؟

آپ سب جانتے ہیں کہ ہر حدیث کے شروع میں ایک صحابی کا نام آتا ہے جو سارے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتا ہے جب صحابی ہی عادل نہ رہا تو پھر دین محفوظ کیسے رہا......؟

مثال کے طور پر اسلام کے پانچ ارکان ہیں یہ ہمیں حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے، ایمان کے چھ ارکان ہیں یہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے۔ جب حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی غیر عادل نکلے تو پھر ہم مسلمان رہ سکتے ہیں نہ ہی مومن بن سکتے ہیں۔

اس لیے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس دوسرے اہم اصول کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے وہ دین کا دشمن ہے، جو ابوبکر و عمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے وہ اسلام اور قرآن کا دشمن ہے ایسے لعنتی کا اسلام کے الف کے سرے کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں...... چہ جائیکہ وہ خود کو مومن اور آل رسول رضی اللہ عنہم کا حبدار کہتا رہے...... قرآن تو ان پاکباز ہستیوں کو دین اور ایمان کا معیار قرار دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١﴾

”اگر وہ تمہارے جیسا ایمان لے آئیں تو وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اگر وہ اس سے منہ موڑ لیں تو وہ گمراہی میں ہیں، عنقریب اللہ آپ کو ان سے کفایت کرے گا، وہ خوب سننے والا، ہمیشہ جاننے والا ہے۔“

3 ... صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید اور تنقیص اللہ کو پسند نہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اللہ کی جماعت ہے، اگر آج کسی دنیاوی سیاسی گروہ کے بارے میں کوئی بات کرے تو اس گروہ کا لیڈر اپنے گروہ کا دفاع کرتا ہے، ان پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتا ہے، لیکن قربان جائیں......!

١ البقرہ:137

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر، جو حزب اللہ ہیں اور جن کے قائد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جن کا نصاب کتاب اللہ اور جن کا پہلا مدرسہ بیت اللہ ہے، جب ان کے بارے میں کسی منافق یا کافر نے زبان درازی کی تو ان کا دفاع خود "اللہ" نے کیا۔

آپ قرآن کے پہلے پارے کا تیسرا صفحہ ہی دیکھ لیں! کہ جب کسی منافق اور کافر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا، تو عرش وفرش کے داتا نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع کرتے ہوئے آخری حد تک الزامی جواب دیا اور کہا: میرے پیغمبر کے صحابہ رضی اللہ عنہم بیوقوف نہیں ہیں بلکہ ان کو بے وقوف کہنے والے خود بے وقوف اور بدنصیب ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ [1]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کرنا، ان کی تنقیص کرنا، ان کا بنظرِ حقارت ذکر کرنا اور ان پر تنقید کرنا یہ کفار اور منافقین کا طریقہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرتے ہوئے ان کی عزت وعظمت کو بیان کرنا رب العالمین کا طریقہ ہے۔

---

[1] البقرہ:13

آیئے......! میں آپ کے سامنے ایک نہایت حساس واقعہ بیان کروں، جس سے آپ بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کس قدر محبت ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے، حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے نابینا صحابی ہیں وہ لاٹھی ٹیکتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے دعوتی مصلحت کے پیشِ نظر ان سے اعراض کیا......

حضرات......! یہاں میرے ساتھ رکیں......! اور اس نکتے کو سمجھنے کی کوشش کریں......! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اور صرف دعوتی مصلحت کی وجہ سے صحابی سے اعراض کیا ہے، اس کی توہین، تنقیص اور اس پر تنقید نہیں کی صرف منہ پھیرا ہے......دل ہی دل میں اعراض کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعراض بھی پسند نہ آیا ...... تو اللہ تعالیٰ نے فوراً پاکبازوں کے امام سیّدنا جبریل علیہ السلام کو وحی دے کر نازل فرما دیا:

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ [1]

"ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ اندھا اس کے پاس آیا اور تم کو کیا

[1] سورۂ عبس 1۔10

خبر کہ وہ سدھر جائے یا نصیحت کو سنے تو نصیحت اس کے کام آئے، جو شخص بے پروائی برتتا ہے، تم اس کی فکر میں پڑتے ہو، حالانکہ تم پر کوئی ذمہ داری نہیں اگر وہ نہ سدھرے اور جو شخص تمہارے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے تو تم اس سے بے پروائی برتتے ہو۔"

حضرات وحاضرین......! جب صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کائنات کی سب سے زیادہ معصوم پیشانی پر شکن آجائے تو اس شکن کو بھی اللہ پسند نہ کرے، تو جو بدنصیب آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرّا کرتے ہیں اور ان کے بارے میں دلوں میں بغض رکھتے ہوئے ان کی توہین اور تنقیص کرتے ہیں یہ کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کیسے پسند کرسکتا ہے......؟ اور حقیقت بھی یہی ہے آج ان پاکباز ہستیوں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کرنے والوں کے پاس غیرت ہے نہ ایمان اور نہ ہی ان کے وجود اپنے ہاتھوں کی سزاؤں سے محفوظ ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یاد رکھو......! جو کائنات کی سب سے زیادہ پاکیزہ شخصیات کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بدنام کر کے معاشرے میں لوگوں کے سامنے عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع خود کرتا ہے اور ان پر کسی قسم کی تنقید برداشت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ○ [1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔"

---

[1] الحج:38

اس آیت کا واضح مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدافعت، یعنی نصرت کرتا ہے اور ان پر تنقید کے نشتر چلانے والوں کو زیر و ذلیل کر دیتا ہے اور اس کی زندہ مثال آپ اخبارات اور ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہتے ہیں کہ آگ پر ماتم ہو رہا ہوتا ہے اور نیچے لکھا ہوتا ہے:

"مومنین کرام آگ پر ماتم فرما رہے ہیں......"

غور فرمائیں......! یہ کیا ہے......؟ کیا آگ پر ماتم عبادت ہے......؟ کیا اظہارِ غم کا صرف یہی طریقہ ہے......؟ کیا آل علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اسی طرح ماتم کیا کرتے تھے......؟ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کبھی کسی غیر مسلم نے بھی ایسا ماتم کیا ہے......؟

بہر حال ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ ایسے ماتم کو سزا کہتے ہیں یا عقیدت و محبت......؟ کیونکہ ہر ایک کا ذوق اپنا اپنا ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ بے شمار احادیث میں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دی جائے یا ان کے خلاف زہر اگلا جائے، ہمارے نزدیک جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان و مقام اور رتبے کے خلاف زبان کھولتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کا بھی نافرمان ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے تین باتوں کا حکم ارشاد فرمایا:

إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا وَإِذَا ذُكِرَ النُّجُوْمُ فَأَمْسِكُوْا وَإِذَا ذُكِر الْقَدْرُ فَأَمْسِكُوْا [1]

"جب میرے صحابہ کا (ان کی شان کے خلاف) تذکرہ ہو تو اپنی زبان بند کر لو اور جب ستاروں کا ذکر شروع ہو تو گفتگو کو ختم کر دو اور جب تقدیر کے مسئلے میں بحث

[1] صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ: 105/1 حدیث: 545، سلسلہ احادیث صحیحہ: 42/1 ح: 34

مباحثہ شروع ہو تو چپ ہو جاؤ۔"

مندرجہ بالا تمام دلائل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح اور تنقید کرنا حرام ہے۔

4 ...صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مؤاخذہ رب نے نہیں کیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیکیاں شمار سے باہر ہیں، ان کے اخلاص اور اعلیٰ اخلاق کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا......؟ لیکن انسان ہونے کے ناتے اگر کبھی کہیں کمی ہوئی بھی ہے تو اس بارے میں تیسری اہم اور اصولی بات ذہن نشین فرما لیں!

تیسری اہم اور اصولی بات دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ناچاہتے کسی وقت کوئی کمی کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کرتے ہوئے انہیں جنّت کی خوشخبری سنا دی ہے۔

آپ کو معاشرے میں کئی ایسے بدنصیب ملیں گے جو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی پاکباز ہستیوں پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہیں آتے، جب وہ آپ کے سامنے کسی صحابی کی کمی کوتاہی کا ذکر کریں تو اگر آپ فی الفور اس واقع کے متعلق جزوی جواب نہیں دے سکتے تو ایک موٹی اور اصولی بات ذہن میں رکھیں کہ اے اللہ کے بندے! چلو، ہم آپ کی بات مان ہی لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی سے کمی ہوئی، غلطی سرزد ہوئی، ناچاہتے ان سے کسی حکم کی نافرمانی ہوئی تو پھر کیا ہوا......؟

اصل سوال تو یہ ہے کہ کمی کے بعد کیا ہوا......؟

کیا تجھے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھالنے کا موقع مل گیا......؟

کیا تجھے اس پاکباز، محفوظ و مامون اور مغفور جماعت کو داغدار کرنے کا موقع

مل گیا......؟

نہیں......! ہرگز نہیں......! اگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے غلطی ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی کے بعد تین کام کیے:

☆......ان کو معاف کر دیا۔

☆......ان کے لیے مغفرت کا اعلان کر دیا۔

☆......اور ان کو ہمیشہ ہمیش کے لیے جنّت کا مہمان بنا دیا۔

آپ کی موجودگی میں اگر کوئی بدبخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کے خلاف زبان درازی کرے تو آپ جواب میں یہ تین جواب دینے کبھی نہ بھولیں......! کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جن غلطیوں کو بھی اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف معافی ہی نہیں بلکہ مغفرت بھی ملی ہے اور صرف مغفرت ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جنّت بھی ملی ہے۔ سبحان اللہ!

آیئے......! میں آپ کے سامنے ایک اہم ترین واقعہ بیان کرتا ہوں جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نے اس کو کھول کر وضاحت سے بیان کیا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَاللهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوْا إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا وَإِنْ رَأَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَأَيْتُ النِّسَآءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ

خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ: عَبْدُاللّٰهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَّا تَبْرَحُوْا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَأُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا [1]

''نبی کریم ﷺ نے تیراندازوں کا ایک لشکر پہاڑ کی چوٹی پر بٹھا دیا اور ان پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرتے ہوئے فرمایا: تم ہمیں غالب ہوتے دیکھو یا مغلوب ہوتے اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا اور نہ ہی ہماری مدد کو آنا، چنانچہ جب ہم نے کافروں کا سامنا کیا تو وہ بھاگ گئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مشرک عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے پہاڑ پر چڑھ رہی ہیں، ان کی پازیبیں ظاہر ہو چکی تھیں، پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھنے والے صحابہ نے کہا: اٹھو! مالِ غنیمت، مالِ غنیمت، مالِ غنیمت، امیر لشکر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس جگہ سے نہ ہلنے کا عہد لیا تھا، لہٰذا یہاں سے حرکت نہ کرو، تو وہ صحابہ نہ مانے، تو جب انہوں نے پہاڑ کی چوٹی کو چھوڑ دیا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔''

حضرات سامعین کرام......! اس واقعہ کو اچھی طرح سنیں اور سمجھیں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احد کے میدان میں کمی ہوئی، نافرمانی ہوئی، ہم مانتے ہیں کہ غلطی ہوئی اور غلطی بھی ایسی ہوئی کہ جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے چچا سیّد الشہداء بھی شہید ہو گئے حتیٰ کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش فرما گئے...... اب اس غلطی کے بعد کیا ہوا......؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے غلطی ہوئی تھی ندامت کی وجہ سے وہ پریشان ہیں، ان کے

[1] صحیح البخاری: 4042

سر جھکے ہوئے ہیں، نہ جانے کہ اب ہمارے متعلق اللہ اور اس کے رسول کا کیا فیصلہ آئے گا......؟ اس غلطی کی وجہ سے ہمیں کس وعید اور عذاب کا سامنا ہوگا......؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی اسی پریشانی میں تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کی اس کمی سے درگزری کرتے ہوئے ان کو معاف کر دیا اور ان کو مغفرت کی بشارت سنا دی، اسی لیے تو قرآن نے کہا ہے:

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزری کر دی ہے بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہمیشہ حلم والا ہے۔''

اور اسی طرح اگلی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ [1]

''چنانچہ آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسا کریں بے شک اللہ تعالیٰ بھروسا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

حضرات......! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہونے والی غلطی پر اللہ ان کا مؤاخذہ نہ کرے......جب پروردگار ان کو وعید اور عذاب نہ سنائے......
تو آج ہم کسی بے نماز اور بدکار کو کیسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہونے والی بعض کمیوں کو اچھالے اور ان کی تحقیر کے لیے ان کی

---

[1] آل عمران:159

کوتاہیوں کا تذکرہ کرے......؟ جب پروردگار نے ان کو معاف کر دیا ہے تو ہمیں بھی ان کا ذکرِ خیر ہی کرنا چاہیے لیکن ظلم کی بات یہ ہے کہ قرآن کی نص سے جن کمیوں کی معافی مل چکی ہے، آج کئی خبثِ باطن رکھنے والے بدنصیب لوگ ابھی بھی ان کوتاہیوں کو اچھالنے سے باز نہیں آتے۔

جب کہ قرآن نے کہا ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ [1]

”اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ اس میں رہنے والے ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

اور اسی ضمن میں ایک دوسرا اہم واقعہ پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کی ہر بشری لغزش معاف فرما کر کے ان کے لیے رضا و رحمت کا اعلان کر دیا ہے۔

عفیفۂ کائنات اور ہر مومن کی ماں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی تو اس وقت منافقین کا پروپیگنڈہ اس قدر گہرا اور خطرناک تھا کہ کئی مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس میں شریک ہو گئے، ان میں سے ایک صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی ہیں، یہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے اور نہایت فقیر اور غریب تھے، صدیق

[1] سورۃ التوبہ:100

اکبر رضی اللہ عنہ ان پر خرچ کیا کرتے تھے، لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ یہ بھی میری بیٹی پر تہمت لگانے والوں کی سازش میں شامل ہو گئے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی قسم اٹھالی کہ اب میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حسّان رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توبہ کو قبول کیا تو ساتھ قرآن کے ذریعے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حکم بھی فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو اے ابوبکر تو معاف کر دے! قیامت کے روز میں تجھے معاف کر دوں گا......!

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ [1]

”اور تم میں سے جو لوگ فضل والے اور وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔“

چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو حسبِ معمول خرچہ دینا شروع کر دیا اور بعد میں قسم اٹھاتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم......! میں مسطح کے خرچ کو آج کے بعد کبھی بند نہیں کروں گا......!

احبابِ گرامی قدر......! آج میں آپ کو یہی فکر اور سوچ دینا چاہتا ہوں کہ

---

[1] النور: 22

انسان ہونے کے ناتے اگر کسی وقت کسی صحابی سے کوئی کمی واقع ہو بھی گئی تو اس میں اس صحابی کی بدنیتی شامل نہیں تھی، بلکہ غلط فہمی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے ہونے والی تمام کوتاہیوں کو معاف کر بھی دیا ہے اور معاف کروا بھی دیا ہے۔

آج ہمیں بھی چاہیے کہ ایسی پاکباز ہستیوں کو معاف کردیں اور ان کے لیے رضا ورحمت کی دعا کریں۔

5 ... صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مؤاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا

اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی اور ساری سیرت اس بات پر شاہد ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کمی کوتاہی سے درگزری کرتے ہوئے ان سے پیار ہی کیا ہے اور ان کو رحمت اور جنّت کی بشارت ہی سنائی ہے اور اگر نہ چاہتے ہوئے کسی صحابی سے کسی موقع پر کوئی بڑی سے بڑی غلطی بھی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

اس سلسلے میں صحیح البخاری کا مشہور واقعہ پیش خدمت ہے، پوری توجہ سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معافی مل چکی ہے لیکن آج کا لعنتی، ناصبی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاف نہیں کرتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو جاسوسی کا خط لکھا تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعے اس کے متعلق مطلع کردیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہ خط واپس منگوانے کے لیے روانہ کیا تھا، اس واقعہ کی تفصیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور کہا جب تم

روضہ خاخ نامی جگہ پر پہنچو گے تو تمہیں وہاں اونٹ پر سوار ایک بڑھیا عورت ملے گی وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا اور اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے پکڑ لینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے روضہ خاخ نامی جگہ پر پہنچ گئے اور واقعی وہاں ایک بوڑھی عورت اونٹ پر سوار تھی، ہم نے اس سے کہا: تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال کر ہمیں دے دے!

اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ "میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے" وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہ جن کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بول پر سو فیصد سے بڑھ کر یقین تھا انہوں نے تاکیدی لہجے میں کہا:

لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ

"تو ضرور ضرور خط نکالے گی یا پھر ہم لازمی طور پر تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔"

چنانچہ اس عورت نے اپنے گوندھے ہوئے بالوں کی چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دے دیا، تینوں صحابہ وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، جب اس کو پڑھا گیا تو اس کے لکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدری صحابی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ تھے اور انہوں نے اس خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خفیہ جنگی منصوبوں سے انہیں آگاہ کیا تھا اور آگاہ کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ اس کی وجہ سے مکے میں رہنے والے میرے بال بچوں کا حیا کریں گے، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا مطلب اسلام یا اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانا ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ بہت بڑی کمی اور غلطی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: یا حاطب!

ماہذا......؟ حاطب! یہ کیا ہے......؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول! میرے معاملے میں جلدی نہ فرمانا، میرے دل کا سچ سن لیں......!

إِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وكَانَ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِيْ ذَالِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ

''میں قریش مکہ میں ملا ہوا تھا اور میں قریشی نہیں تھا اور آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین نے ہجرت کی ہے، ان کی مکے میں رشتہ داریاں موجود ہیں اور اسی وجہ سے اہل مکہ ان کے مال اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں تو میں نے سوچا کہ میں بھی ان پر کوئی احسان کردوں جس کی وجہ سے وہ میرے عزیز رشتہ داروں کا بھی مکے میں خیال رکھیں۔ میں نے یہ خط کفر یا ارتداد یا اسلام کے بعد کفر کو پسند کرتے ہوئے نہیں لکھا میرا تو صرف یہ معمولی سا مقصد تھا جس کی وجہ سے میں نے عورت کے ذریعے ان کے ہاں خط بھیج دیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صحابہ! حاطب نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے لیکن چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں بڑے غیرت مند اور جوشیلے تھے تو روایت میں آتا ہے

قَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ

فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ [1]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اجازت دیجیے میں اس منافق کا سر اڑا دوں! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں! یہ بدر کی لڑائی میں (مسلمانوں کے ساتھ مل کر) لڑے ہیں اور تمہیں معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ مجاہدین بدر کے احوال (موت تک) پہلے ہی سے جانتا تھا اور وہ خود ہی فرما چکا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔''

صحیح البخاری کی اس روایت نے اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا کہ صحابی سے جاسوسی جیسی خطرناک غلطی بھی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی معاف کر دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرزنش تک بھی نہیں کی۔

تو جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہونے والی کوتاہیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیا، جن کا مؤاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا، آج کے کسی دنیادار بدکار کو کیا تکلیف ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنی زبان دراز کرے اور ان پر کیچڑ اچھالے۔ ان کے بارے میں تو قرآن کا فیصلہ اٹل ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ [2]

''اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ

---

[1] صحیح البخاری: 3007

[2] سورۃ التوبہ: 100

اس میں رہنے والے ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

6 ...صحابی، صحابی پر تنقید کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں

ہمارے ملک میں عظمتِ صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے عنوان پر بڑے بڑے عظیم الشان پروگرام منعقد ہوتے ہیں اور ان میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت، عظمت اور شان کو بیان کیا جاتا ہے۔

لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کو بیان کیا جائے وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دفاع کے حوالے سے اہم بنیادی اصول بھی بیان کیے جانے چاہئیں تاکہ کسی بے دین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے کی جرأت ہی پیدا نہ ہو۔

جیسا کہ آپ سن چکے ہیں کہ صحابہ پر تنقید حرام ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کا مؤاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں کیا اور ان بنیادی اصولوں میں سے چھٹا اور آخری اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صحابی پر تنقید کرے تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارا نہیں چہ جائیکہ کوئی پندرھویں صدی کا بے دین اور بے نماز اٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان کھولے۔

ایک دفعہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا پر رجم کی حد لگا رہے تھے، صحابیہ رضی اللہ عنہا سے گناہ ہو گیا لیکن اس نے اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت میں پیش کر دیا......

اللہ کی قسم......! اس پیش ہونے والی صحابیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کا کیا کہنا......؟ شاید کوئی بھی مسلمان اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا، بہر صورت جب اس کو رجم کیا جا رہا تھا تو

فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ

الدَّمُ عَلٰی وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَهْلًا يَا خَالِدُ ! فَوَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْتَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ ثُمَّ أَمَرَبِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ [1]

''خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر مارا جس سے خون کا چھینٹا اس کے چہرے پر پڑا تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد! ٹھہرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے......! اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر محصول لینے والا ایسی توبہ کرے تو اس کی بھی مغفرت ہو جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق حکم فرمایا اور اس کی نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور اسے دفن کر دیا۔''

اس واقعہ سے یہ بات تو اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ صحابی بھی صحابی پر تنقید کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں اور یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی صحابی نے صحابی پر تنقید کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دفاع کیا۔

اور اسی طرح بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے صحابی حضرت ابو ہبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوسفیان (جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) سلمان و صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم نے ان کے متعلق ترش باتیں کیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قریش کے بزرگ اور سردار کے بارے میں ایسی باتیں کیوں کہتے ہو......؟ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لہجہ قدرے ترش بھی ہو گیا...... بالآخر اس واقعے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو

[1] صحیح مسلم:1695

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

يَا أَبَابَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ

''شاید کہ تو نے ان کو ناراض کر دیا ہے اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا ہے تو قسم بخدا! تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے۔''

چنانچہ امام صدیق علیہ السلام فوراً سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور کہا: اے میرے بھائیو......! کیا میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے......؟

وہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگے: بالکل نہیں! يَغْفِرُ اللهُ لَكَ يَا أَخِيْ اے ہمارے بھائی! اللہ تجھے معاف کر دے......! [1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لب ولہجے سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دُکھ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں اور عرش پر اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں۔ اور اگر اس کے مقابلے میں کوئی بے دین اٹھ کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید کرے تو یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے گوارا ہو سکتا ہے......؟

زمانہ گواہ ہے......لوگ ہر سال دیکھتے ہیں کہ دشمنانِ صحابہ کو سزا ملتی آرہی ہے اور جب تک وہ توبہ و تائب نہیں ہوتے سزا ملتی رہے گی۔

آخری اور اہم بات

خطبے کے آخر میں صرف یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ خدارا......! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حیا کرو، ان سے پیار کرو اور ان کے لیے رضا و رحمت کی دعا کرو یہی

[1] صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل سلمان وصہیب وبلال: 2504

ہمیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ ڈالنا! اے ہمارے رب...... ! تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔''

اور اسی طرح ہمیں اپنی اولادوں کو بھی صحابہ رضی اللہ عنہ سے محبت اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے عقیدت کا سبق پڑھاتے رہنا چاہیے۔ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر اپنی اولادوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت وعقیدت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

وَكَانَ صَالِحُ السَّلَفِ يُعَلِّمُوْنَ اَوْلَادَهُمْ حُبَّ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ كَمَا يُعَلِّمُوْنَ السُّوْرَةَ أَوِ السُّنَّةَ [1]

''پہلے نیک لوگ اپنے بچوں کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت اس طرح سکھلایا کرتے تھے کہ جس طرح وہ قرآن کی سورۃ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت سکھلایا کرتے تھے۔''

کس قدر بدنصیبی ہے کہ...... آج خیر النّاس اور خیر القرون والوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اگر آج یہودیوں سے پوچھا جائے کہ

[1] کتاب الرقائق: امام خیثمہ بن سلیمان: 171

تمہارے سب سے زیادہ چوٹی کے لوگ کون ہیں......؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ اور اگر عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ تمہاری اعلیٰ ترین کھیپ کون سی ہے......؟ تو وہ کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور صحابی۔

لیکن آج مسلمانوں کے لیے کس قدر شرمندگی کی بات ہے کہ بعض اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہی سب سے پہلے اہل اسلام اور اصحاب رسول ﷺ کو ہی کائنات کے بدترین لوگ قرار دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آٹھویں صدی کے ایک حنفی عالم ابن ابی العز نے شرح عقیدہ طحاویہ کے آخر میں یہی بات لکھی ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے کہ جس کے دل میں مومنوں میں سے چنیدہ اور پسندیدہ لوگوں کے بارے میں بغض ہو۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں بغض ہو جو انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔

فَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَكُوْنُ فِيْ قَلْبِهِ غِلٌّ عَلَى خِيَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَادَاتِ اَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالَى بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ [1]

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو آل رسول، اہل بیت اور اصحاب رسول ﷺ کی محبّت سے بھر دے اور قیامت والے دن انہی کے ساتھ اٹھا کر انہیں کے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆ ✱ ☆ ✱ ☆ ✱ ☆ ✱ ☆

---

[1] شرح عقیدہ طحاویہ: 476۔ یاد رہے! یہ کتاب ایک حنفی عالم امام طحاوی کے رسالے کی عربی شرح ہے اور اس شرح میں بہت حد تک خیر غالب ہے۔ عقیدے کے باب میں اس کتاب کو کافی حد تک اہمیت حاصل ہے اور ہمارے مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ
سے ہماری محبّت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابراہیم اور عمران کے گھرانوں کو پوری دنیا سے چُن لیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیدا ہونے والی ایک نسل ہے۔ اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیّدنا وسیّد الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سیّد الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] آل عمران: 33-34

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس طرح انبیاء ورسل علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں اسی طرح ہم انبیاء ورسل علیہم السلام کے سچے پیروکار اوران کے مخلص اصحاب اوران کی باکردار آل کا بھی تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

اور ہم پاک باز ہستیوں کا اس لیے ذکر خیر کرتے ہیں کہ ہم بھی قول وفعل اور کردار میں ان جیسے بننے کی کوشش کریں، ہمارے دلوں میں ان کی محبّت پیدا ہو اور قیامت کے روز بھی اللہ تعالیٰ ہمیں انہی خوش نصیبوں کے ساتھ اٹھائے۔

صالحین اور نیکوکار لوگوں کی سیرت وصورت اوران کے مقام ومرتبے کو بیان کرنا یہ جہاں اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی طریقہ تھا اور آپ کے بعد آج تک تمام صحابہ وتابعین اور محدثین ومورخین نے بھی نیک لوگوں کی سیرت وصورت، ان کی عزت وعظمت اوران کے عالی کردار پر بہت کچھ بیان اور تحریر کیا ہے۔

آج کے خطبۂ جمعہ میں آپ کے سامنے آل رسول، آل علی، آل فاطمہ، آل حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک عظیم شہزادے کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے حسب ونسب اور علم وفضل میں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا۔

اور یاد رہے......! ہم جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ کا ادب واحترام کرتے ہیں وہاں اہل بیت اور آل رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک ایک فرد کی عزت وعظمت اوراس کے مقام ومرتبے کو بیان کرتے ہیں۔ الحمد للہ ہماری محبّت وعقیدت قرآن

وحدیث کے عین مطابق ہوتی ہے۔لیکن افسوس یہ ہے کہ آج ہمیں یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ اہل حدیث آل رسول اور اہل بیت کے منکر ہیں، یہ آل علی سے بغض رکھتے ہیں، یہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی لڑی سے ہونے والے عظیم شہزادوں کا ذکرِ خیر نہیں کرتے......

آج میں اللہ کے فضل سے یہ سب مغالطے دور کرنا چاہتا ہوں اور اس بات کو دلائل سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آل رسول کے سچے حبّ دار بھی اہل حدیث ہیں اور آل رسول کے سچے عقائد کے حقیقی وارث بھی صرف اہل حدیث ہیں۔ہمارے ماننے میں اور لوگوں کے ماننے میں بنیادی فرق ہے اور میں اس فرق کو پانچ نکات کے تحت قدرے تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آجائے کہ اہل حدیث کے ماننے اور محبّت وعقیدت کرنے کا معیار کس قدر بلند وبالا ہے۔

1......آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت میں غلو

آج کل آل رسول کا نام لینے والے اور رسمی طور پر اپنے آپ کو ان کا حب دار ظاہر کرنے والے آل رسول اور آل علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبّت میں حد درجہ غلو کا شکار ہیں۔ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی لڑی سے ہونے والے شہزادوں کو

☆......وہ ائمہ معصوم مانتے ہیں۔

☆......ان کو منصوص من اللہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کے مقرر کردہ امام ہیں۔

☆......ان کو صاحبِ وحی سمجھتے ہیں کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔

☆......اور تمام ائمہ کو حلال وحرام کا اختیار ہوتا ہے۔

☆......وہ قرآن کی کسی آیت کو منسوخ اور معطل بھی کر سکتے ہیں۔ [1]

---

[1] تفصیل کے لیے: ''بحار الانوار، کشف الغمہ، تنقیح المقال اور مراۃ العقول'' کا مطالعہ فرمالیں۔

جب کہ ہمارے نزدیک مندرجہ بالا تمام عقائد خودساختہ، قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہیں اور حد درجہ غلو پر مبنی ہیں۔ انبیاء ورسل علیہم السلام اور ملائکہ کے علاوہ کوئی جماعت معصوم نہیں...... وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بند ہوچکا ہے اور حلال وحرام کا اختیار بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

باقی رہا عقیدت اور محبت کا معاملہ تو ہمارے ہاں

* حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت ابوجعفر محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت محمد جواد تقی رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت علی نقی رحمۃ اللہ علیہ
* حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

تمام کے تمام اللہ کے اولیاء اور مقرب ہیں، علم وفضل کے پہاڑ ہیں، ان کا ادب واحترام فرض ہے، ان کے لیے رفع درجات کی دعا نہایت ضروری ہے اور ان کی شان میں ذرّہ بھر گستاخی کرنے والا بے دین اور لعنتی ہے اور ان کی محبت میں غلو کرنے والا بھی حد درجہ گمراہ ہے۔

ہمارے اسلاف میں سے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سمیت تمام مورخین اور محدثین نے جہاں جہاں بھی ان شہزادوں کا ذکر کیا ہے ان کی عزت وعظمت اور شان کو چار چاند لگا دیے ہیں، البتہ غلو نہیں کیا۔

2......آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آڑ میں شرک

ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ آج کل آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بظاہر نام لینے والے غلیظ ترین شرک میں مبتلا ہیں۔ یا علی مدد اور یا حسین مدد کے نعرے ہیں، کہیں حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی منتیں ہیں، کہیں گھوڑے کی پوجا ہے، کہیں قبروں کا طواف ہے، کہیں غیر اللہ کی نذر و نیاز ہے اور کہیں اپنے ائمہ کے بارے میں علم غیب کے دعوے ہیں کہ ان پر ہر لیلۃ القدر کی رات روح الامین (حضرت جبریل علیہ السلام) آتے تھے اور ان کو ہر شئے کا علم دیا کرتے تھے......وغیرہ وغیرہ

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مندرجہ بالا تمام عقائد شرکیہ ہیں وہ پاکباز ہستیاں جو ساری زندگی توحید کی آبیاری کے لیے قربانیاں پیش کرتی رہیں آج انہی کا نام لے کر سرِ عام شرک کیا جاتا ہے۔

ہم الحمد للہ......! آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں، لیکن ہماری محبت میں شرک نہیں بلکہ توحید ہے۔ جس محبت میں ذرہ بھر شرک کی آمیزش ہو وہ محبت انسان کے لیے سعادت نہیں بلکہ عذاب کا ذریعہ بن جائے گی۔

3......آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آڑ میں رسوماتِ بدعات:

کون شخص اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ آج کل ہمیں آل رسول کی محبت کا دعوی کرنے والوں میں ایسی ایسی رسومات اور بدعات دیکھنے کو ملتی ہیں، کہ جن کا اللہ کے اتارے ہوئے دین سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

الحمد للہ......! ہم آل فاطمہ اور آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتے ہیں لیکن ہم ان کی محبت کی آڑ میں بدعات اور نت نئی رسومات کو فروغ نہیں دیتے۔

کیا ہمارا یہی جرم ہے......؟ کہ ہم محبت کرتے ہیں غلو نہیں کرتے،

عقیدت رکھتے ہیں مگر عقیدہ خراب نہیں کرتے اور اسی طرح ادب واحترام کی انتہا ہے لیکن بدعات ورسومات کا تصوّر تک نہیں......

غور تو فرمائیں! ہماری محبّت میں کیسی لطافت اور حلاوت ہے......؟

4 ......آل رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آڑ میں بے صبری

جیسے جیسے نئے سال محرم کی آمد آمد ہوتی ہے ہمارے ہر سُو آہ وبکا، نوحہ وماتم کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ صبر واستقلال اور برداشت کی تمام حدوں کو بری طرح پھلانگا جاتا ہے......

کیا صرف یوم شہادت منانے کا نام محبّت ہے......؟

کیا بازاروں میں نکل کر ماتم کرنے کا نام عقیدت ہے......؟

اگر محبّت وعقیدت کا یہی معیار ہے تو یہ معیار آل فاطمہ اور آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کس نے اختیار کیا تھا......؟ کیا محبّت کا کوئی ایسا انداز قرآن وحدیث میں موجود ہے......؟ لوگو......! ہماری دعوت پیار کی دعوت ہے اور ہم اس امت کو متحد اور متفق دیکھنا چاہتے ہیں لیکن اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم قرآن وحدیث کے ماننے والے بن جائیں اور آل رسول اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے مشن کو لے کر آگے بڑھیں...... اللہ کے فضل سے اہل حدیث خون حسین رضی اللہ عنہ کی تجارت کرتے ہیں نہ ہی شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم، بلکہ محبّت کے ساتھ ساتھ صبر کا دامن تھامے رکھنا بھی ہمارے ہاں اہل حق ہونے کی دلیل ہے۔

5 ......دعویٰ محبّت کا اور کردار اُلٹ

تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ آل علی اور آل فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

☆ حد درجہ شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے......

☆ غیرت اور شرم و حیا کے عظیم پیکر تھے......

☆ دشمنوں سے بھی حسن سلوک اور نرمی و محبت ان کا علامتی نشان تھا......

☆ صبر ہی نے ان کی عظمتوں کو بلندی بخشی تھی......

کیا مندرجہ بالا اوصاف آج کے دعویداروں میں موجود ہیں......؟ جو بظاہر نام ان پاکباز ہستیوں کا لیتے ہیں اور کردار صفر ہے بلکہ سراسر الٹ ہے جب کہ آل علی، علم و فضل اور کردار کے عظیم پیکر تھے۔

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا عالی حسب و نسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد تھا، کنیت ابو جعفر تھی اور آپ کو باقر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ باقر کا ایک معنی ہے "پھاڑنے والا" آپ کو باقر العلوم اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ قرآن و حدیث سے بڑے بڑے لطیف نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن و سنت کے فہم میں نہایت مثالی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ جب ہم آپ کے حسب و نسب کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی عالی شخصیت پر حد درجہ رشک آتا ہے کہ آپ کے والد کا نام زین العابدین ہے اور دادا محترم کا نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہے، آپ کی والدہ کا نام امّ عبداللہ اور آپ کے نانا محترم کا نام حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہے، یعنی آپ کے دادا بھی جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور آپ کے نانا بھی جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اور اسی طرح آپ کی بیوی خلیفہ بلا فصل حضرت امام ابوبکر صدیق علیہ السلام کی پڑپوتی ہے، آپ کی زوجہ محترمہ کا نام امّ فروا بنت قاسم بن محمد ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہے۔

آپ اپنے والد زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود

تھے۔آپ کی ولادت 56ہجری میں ہوئی،حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر آپ کی عمر تقریباً چار پانچ سال تھی اور عجب اتفاق ہے کہ آپ اپنے باپ اور دادا کے قریب قریب ہی 58 سال کی عمر پا کر 114 ہجری کو اپنے خالق حقیقی کو جا ملے۔

آپ زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں بے مثال تھے اور بے مثال کیوں نہ ہوں کہ جن کی آل اور نسل کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [1]

”بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آدم،نوح،ابراہیم اور عمران کے گھرانوں کو پوری دنیا سے چن لیا ہے۔وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیدا ہونے والی ایک نسل ہے۔اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے چنیدہ،برگزیدہ اور پسندیدہ لوگوں میں آل ابراہیم بھی ہے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بنو ہاشم میں سے مسلمان ہونے والے تمام افراد آل ابراہیم میں شامل ہیں جن میں آل علی بھی سرفہرست ہیں اور حضرت ابو جعفر محمد باقر آل علی رضی اللہ عنہم کے عظیم الشان چشم و چراغ ہیں۔

آیئے......! میں آپ کی سیرت کے چند پہلو بیان کرتا ہوں:

باپ کی طرف سے اعلیٰ تربیت

کسی بھی بیٹے کی تربیت میں ماں باپ کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے،

[1] آل عمران:33-34

حضرت امام باقر رحمہ اللہ کے والد گرامی قدر اعلیٰ درجے کے عبادت گزار اور باکردار تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے محمد باقر کی تربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جہاں اپنے کردار اور اپنی سیرت سے ان کو متاثر کیا وہاں قیمتی پند و نصائح اور وصیتوں کے ساتھ ان کی شخصیت کی تعمیر کی۔

حضرت امام باقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے پانچ طرح کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرما دیا تھا بلکہ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ وَلَا تُحَادِثْهُمْ وَلَا تُرَافِقْهُمْ فِيْ طَرِيْق "کہ ان سے بات تک نہ کرنا اور نہ ہی کسی سفر میں ان کا ساتھی بننا۔

①...... جو اللہ کا نافرمان ہو۔

②...... جو کنجوس اور بخیل ہو۔

③...... جو جھوٹا ہو۔

④...... جو کم عقل موٹے دماغ کا ہو۔

⑤...... اے میرے بیٹے! قطع رحمی کرنے والے سنگدل سے کبھی تعلق قائم نہ کرنا ایسے شخص پر قرآن پاک میں تین جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔

حضرات سامعین کرام......!

اللہ کی قسم......! اگر آج ہم بھی ان پانچ نصیحتوں کو پلے باندھ لیں تو دین و دنیا کے سب خزانے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہماری بربادی کی وجہ ہی یہ ہے کہ ہماری دوستیاں بے دین اور بے نماز لوگوں کے ساتھ ہیں، ہم تنگ نظر، کم ظرف اور بخیل لوگوں کے ہم نوالے اور ہم پیالے بن چکے ہیں، ہمہ وقت جھوٹے لوگ ہی ہماری مجلس کی زینت ہوتے ہیں اور ہم موٹے دماغ کے کم عقل لوگوں سے بھی تعلق قائم کرتے

ہوئے ذرّہ بھر پرہیز نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم ساری زندگی اسلام اور ایمان کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور اسی طرح جو شخص سنگدل اور قطع رحمی کرنے والے شخص سے محبتیں بڑھاتا ہے وہ بھی بالآخر بے فیض اور نامراد ہی ہو جاتا ہے۔

دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے حضرت امام باقر رحمہ اللہ کو ان کے والد گرامی نے جو نصیحتیں فرمائی ہیں ہمیں بھی ان پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ خیر کے سب چشمے یہیں سے پھوٹتے ہیں۔ اور قرآن بھی آل علی رضی اللہ عنہم کی شان میں کیا خوب کہتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابراہیم اور عمران کے گھرانوں کو پوری دنیا سے چن لیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیدا ہونے والی ایک نسل ہے۔ اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

تعلق باللہ کی انتہا

اللہ والے جو "اہل اللہ" ہوتے ہیں ان کی خوشبو عنبر کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے، حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ اللہ کے ساتھ چمٹے ہوئے انسان تھے، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عزت، عظمت اور محبت کی باتیں کرتے رہتے تھے اور آپ امام صاحب کے تعلق باللہ کا اندازہ مندرجہ ذیل سات امور سے کر سکتے ہیں:

---

[1] آل عمران: 33-34

اللہ کی عظمت اور جنّت وجہنّم کی یاد

1 ...... آپ رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگو......!

اُذْكُرُوْا مِنْ عَظْمَةِ اللّٰهِ مَا شِئْتُمْ وَلَا تَذْكُرُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا وَهِيَ اَعْظَمُ مِنْهُ اُذْكُرُوْا مِنَ النَّارِ مَا شِئْتُمْ وَلا تَذْكُرُوْنَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا وَهِيَ اَشَدُّ مِنْهُ وَاذْكُرُوا الْجَنَّةَ مَا شِئْتُمْ وَلَا تَذْكُرُوْنَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا وَهِيَ اَفْضَلُ مِنْهُ [1]

''اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بہت زیادہ یاد کیا کرو، جتنا تم یاد کر سکتے ہو لیکن یاد رکھو! تم جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا تذکرہ کرو گے وہ اس سے بھی بلند تر ہے، جہنّم کی آگ کو یاد کیا کرو جتنا تم یاد کر سکتے ہو، لیکن یاد رکھو! تم جس قدر بھی جہنّم کی آگ کو یاد رکھو گے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور جنّت کو یاد کیا کرو جتنا تم یاد کر سکتے ہو اور یاد رکھو! اللہ کی جنّت کو تم جتنا بھی یاد کرو گے وہ اس بھی زیادہ بہتر اور افضل ہے۔''

حضرات غور فرمائیں......! امام عالی مقام کا اللہ کے ساتھ تعلق کس قدر گہرا تھا کہ وہ اپنے ماننے اور چاہنے والوں کو صرف اور صرف تین باتوں کی ہی تلقین کر رہے ہیں، اللہ کی عظمت اور اس کی جنّت وجہنّم کو بہت زیادہ یاد کیا کرو اور کبھی نہ بھولا کرو......! اللہ کی قسم......! سچی بات ہے کہ اس یاد میں عجب نشہ، حلاوت اور مٹھاس ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان تینوں باتوں کو ہمہ وقت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] سیر اعلام النبلاء، امام ذہبی رحمہ اللہ: 4/548

دنیا عارضی ہے دین سے رشتہ جوڑو!

2 ...... ایک دفعہ کا ذکر ہے:

وَهُوَ يَذْكُرُ ذُنُوْبَهُ وَمَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْهِ فَبَكَى... وَقَالَ مَنْ دَخَلَ قَلْبَهُ مَا فِيْ خَالِصِ دِيْنِ اللّٰهِ شَغَلَهُ عَمَّا سِوَاهُ ... مَا الدُّنْيَا... وَمَا عَسٰى اَنْ تَكُوْنَ هَلْ هُوَ اِلَّا مَرْكَبٌ رَكِبْتَهُ أَوْ ثَوْبٌ لَبِسْتَهُ [1]

''کہ امام صاحب اپنے گناہوں کو یاد کر رہے تھے اور جو لوگ ان کے بارے میں کہتے تھے......تو اچانک رو پڑے اور فرمایا: جس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے خالص دین میں داخل کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو ہر دوسری چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے......لوگو! دنیا کیا ہے......؟ اور دنیا ہو بھی کیا سکتی ہے......؟ یہ تو صرف ایک سواری ہے جس پر انسان تھوڑی دیر کے لیے سوار ہوا یا ایک لباس ہے جس کو تھوڑی دیر کے لیے پہنا اور اتار دیا۔'' اللہ اکبر!

میرے سامعین......!

کون بد بخت ہے جو آلِ علی اور اولادِ علی رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر نہ کرے......؟ ہم تو ان کا تذکرہ خیر بھی کرتے ہیں، ان پر صلوات بھی پڑھتے اور ان کے کردار کو اپنانے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔

یاد رکھو......! امام باقر رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق دنیا اور دنیا کے معاملات میں اٹا ہوا دل کبھی قرار نہیں پا سکتا۔ دل کے قرار اور سکون کے لیے صرف ایک ہی کام ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے خالص دین کی خدمت پر لگا دو اور دنیا کو حد درجہ

[1] سیر اعلام النبلاء، امام ذھبی رحمہ اللہ: 4/ 547

عارضی اور فانی سمجھو۔

سنن ونوافل کے دلدادہ

3 ...... آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ ذکر وفکر اور نوافل ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے تھے، آپ کے بارے میں آپ کے شاگردوں اور مؤرخوں نے لکھا ہے کہ

وَكَانَ يُصَلِّيْ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَمْسِيْنَ رَكْعَةً بِالْمَكْتُوْبَةِ[1]

''آپ رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں فرضی نمازوں کے ساتھ پچاس نوافل ادا کیا کرتے تھے۔''

آپ اندازہ تو کریں...... ! کہ جس کے سنن ونوافل اس حد تک زیادہ ہوں وہ شخص کس قدر اللہ کے قرب کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا......؟ ہم ہیں کہ دن رات پانچ نمازوں کے ساتھ بارہ نوافل بھی ادا نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اور آل نبی رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وقتِ تہجد کی آہ وبکا

4 ...... آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تہجد کا نہایت دل سوز تذکرہ کیا کرتے تھے کہ میرے بابا رحمۃ اللہ علیہ کی تہجد کے وقت عجز ونیازی اور آہ وبکا بہت رُلا دینے والی ہوتی تھی، آپ جب نفل ونوافل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ باتیں کرتے تو اس کے سامنے جھکنے اور بچھنے کی انتہا کر دیتے...... کبھی

---

[1] سیر اعلام النبلاء: حلیۃ الاولیاء: 3/182

کبھار فرمایا کرتے تھے: اے میرے اللہ......!

أَمَرْتَنِيْ فَلَمْ ائْتَمِرْ وَزَجَرْتَنِيْ فَلَمْ أَزْدَجِرْ وَهٰذَا عَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَا اعْتَذِرْ [1]

''تونے مجھے حکم دیا لیکن میں تیرے حکم پہ نہیں چلا اور تو نے مجھے ڈانٹا لیکن میں نے تیری ڈانٹ کو بھی قبول نہ کیا، یہ میں تیرا غلام تیرے سامنے ہوں اور میرے پاس کوئی عذر نہیں۔''

محترم قارئین کرام......!

سچ کہتا ہے قرآن ایسے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ، برگزیدہ اور پسندیدہ لوگ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [2]

'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابراہیم اور عمران کے گھرانوں کو پوری دنیا سے چن لیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیدا ہونے والی ایک نسل ہے۔ اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

قرآن سے والہانہ محبت

5...... آپ کو قرآن کی تلاوت کا بہت زیادہ شوق تھا، امام ذہبی رحمہ اللہ

[1] حلیۃ الاولیا: 3/186

[2] آل عمران: 33-34

بیان کرتے ہیں کہ تَالِيًا لِكِتَابِ اللهِ راتوں کو اٹھ اٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے اور قرآنی تفسیر میں اپنی مثال آپ تھے، قرآن سے ایسے ایسے موتی نکال لاتے کہ اہل علم حیران ہو جاتے، قرآن پاک کی ایک معروف آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو کہتا ہے:

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا [1]

''بدلہ دے گا اس وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا جنّت اور ریشم کا۔''

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے

أي بِمَا صَبَرُوْا عَلَى الْفَقْرِ وَمَصَائِبِ الدُّنْيَا [2]

''جو انہوں نے فقر و فاقے اور دنیا کے مصائب پر صبر کیا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تنگی، بیماری اور طرح طرح کی پریشانیوں سے آزماتے ہیں لیکن اہل ایمان کڑے سے کڑے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر صبر کرتے رہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسی برداشت اور صبر کی وجہ سے ان کو نرم و نازک پاکیزہ جنّت کا مہمان بنا دیں گے۔ اللہ اکبر!

اسی طرح کی بے شمار آیات ہیں جن کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام اصفہانی، امام ابن عساکر، امام ابن حجر اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم سمیت دیگر مورخین اور محدثین نے ذکر کیا ہے۔

الحمد للہ اور اللہ کا شکر

6 ...... ایک دفعہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی سواری گم ہوگئی، آپ نے فرمایا:

---

[1] سورۃ الدھر:12

[2] حلیۃ الاولیاء:3/182

لَئِنْ رَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَأُحَمِّدَنَّهُ مَحَامِدَ يَرْضٰى [1]

''اگر اللہ تعالیٰ نے میری سواری کو واپس لوٹا دیا تو میں البتہ ضرور اس کی ایسی خاص تعریفات کروں گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔''

حضرات......! میرے ساتھ رہیں! اس واقعہ کے ذریعے میں آپ کو بہت کچھ سمجھانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ واقعہ صرف ہماری کتابوں میں نہیں بلکہ یار لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے......پہلی بات تو یہ سمجھ آئی کہ حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ عالم الغیب نہیں تھے کیونکہ اگر وہ عالم الغیب تھے تو پھر اللہ سے دعا کرنے کی اور مل جانے کی امید رکھنے کا کیا مقصد......؟ اور یہ بھی پتہ چلا کہ آل علی رضی اللہ عنہم کے شہزادے مختارِ کل بھی نہیں تھے، اگر ان کا اپنی سواری پر پورا اختیار تھا تو وہ گم کیسے ہوگئی......؟ اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا یہی عقیدہ تھا کہ گم شدہ چیز کو لوٹانے والا صرف اور صرف عرش وفرش کا داتا ہے اور کوئی نہیں ہے......!

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اپنی سواری کی تلاش کے لیے کسی سنیاسی باوے کے پاس گئے نہ کسی تعویذ فروش کا سامنا کیا، بلکہ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے میری سواری کو واپس لوٹا دیا تو میں اس کی خوب تعریف کروں گا جس سے یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اس کائنات میں نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے، عالم الغیب صرف اللہ ہے اور حقیقی تعریف بھی صرف اسی کی ہونی چاہیے۔

بہر صورت چند دنوں کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سواری مل گئی تو آپ نے فرمایا: '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ '' سواری ملنے کے بعد کافی دن گزر گئے لیکن آپ نے جیسا کہ کہا تھا کہ میں سواری ملنے پر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کروں گا کوئی خاص شکر ادا نہ کیا۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمۃ الامام۔

لوگوں نے کہا: امام صاحب! آپ نے تو کہا تھا کہ جب میری سواری مل گئی تو میں اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف کروں گا اور اس کا بہت زیادہ شکر ادا کروں گا لیکن کافی دن گزر جانے کے باوجود ابھی تک آپ نے شکر ادا کیا ہے اور نہ ہی اللہ کی خوب تعریف کی ہے......؟

حضرت ابوجعفر محمد باقر رحمہ اللہ فرمانے لگے: اللہ کے بندو......! جونہی میں نے سواری کو دیکھا تھا میں نے تو اسی وقت "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کہہ کر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کر دیا تھا کیا تم "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" کو معمولی سمجھتے ہو......؟ اس کلمے میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، تعریف اور شکر کے تمام پہلوؤں کا ایک دریا موجزن ہے......! [1]

انگوٹھی پر ذکرِ الٰہی کا نقش

(7)......انگوٹھی پہننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے، البتہ سونے کی انگوٹھی حرام ہے اور اسی طرح لوہے کی انگوٹھی پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنّت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت اکثر آلِ علی نے بھی عمل کیا ہے۔ حضرت امام باقر رحمہ اللہ بھی انگوٹھی پہنا کرتے تھے، آپ رحمہ اللہ کی انگوٹھی پر "یا علی مدد، یا حسین مدد" یا اس کے علاوہ کوئی شرکیہ کلمہ تحریر نہیں تھا بلکہ اس پر بھی اللہ کی توحید کا نغمہ اور گیت قرآنی آیت کی روشنی میں مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا ہوا تھا:

اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا [2]

---

[1] "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ" میں پنہاں نکات کو تفصیل سے پڑھنے کے لیے ہماری کتاب "مصباح الخطیب" ص 82-98 کا ضرور مطالعہ فرمائیں......!

[2] بحار الانوار: ترجمۃ الباقر الامام۔

"ساری کی ساری عزت اور غلبہ اللہ کے لیے ہے"

مندرجہ بالا سات نکات کی روشنی میں یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت تھی اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسی کے ذکر میں محو رہتے تھے۔ آج ہم پر بھی فرض ہے کہ اگر ہم ان پاکباز ہستیوں سے سچا پیار کرتے ہیں تو ہم ان کے کردار کو اپنائیں اور آگے بیان کریں۔ جن کی شان اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابراہیم اور عمران کے گھرانوں کو پوری دنیا سے چن لیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پیدا ہونے والی ایک نسل ہے۔ اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

حسنِ معاشرت اور اخلاقیات کے سنہرے اصول

جن لوگوں کا اللہ سے تعلق گہرا مضبوط ہوتا ہے ان لوگوں کی اخلاقیات بھی بہت زیادہ مثالی ہوتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض نمازی اور مذہبی حضرات بہت زیادہ تنگ نظر اور بد اخلاق ہوتے ہیں اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہوتی ہے کہ ایسے لوگ دین اور عبادت کی روح سے واقف نہیں ہوتے۔

---

[1] آل عمران: 33-34

صرف رٹے رٹائے اذکار اور عبادات عادات بن جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان کے اخلاق کبھی سیدھے ہونے کا نام نہیں لیتے، لیکن جو حقیقی اللہ والے ہوتے ہیں وہ حد درجہ عاجزی اور انکساری کے پیکر، باکردار، صاحبِ ایثار اور اعلیٰ درجے کے خیر خواہ اور حب دار ہوتے ہیں۔

حضرت امام باقر رحمہ اللہ کی سیرت کو اگر اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو وہ نرالے ہی نظر آتے ہیں، آپ رحمہ اللہ نے صرف شریفانہ صالح زندگی ہی بسر نہیں کی بلکہ اخلاقیات اور شرافت کے ایسے سنہرے اصول بیان فرمائے جو قیامت تک کے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

غنا اور عزت کا ٹھکانہ کہاں......؟

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حقیقی غنا عطا فرمائے، غنا کا مطلب یہ ہے کہ میرا دل مالی معاملات میں اطمینان اور سکون سے بھر جائے، مجھ سے مالی حرص وہوس کا خاتمہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے عزت اور غلبہ عطا فرمائے۔

ان دونوں نعمتوں کے حصول کے لیے حضرت باقر رحمہ اللہ کا فرمان اپنی مثال آپ ہے، آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَلْغِنَاءُ وَالْعِزُّ يَجُوْلَانِ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا وَصَلَا إِلَى مَكَانٍ فِيْهِ التَّوَكُّلُ أَوْ طَنَاهُ [1]

”غنا اور عزت دونوں ایمان والے کے دل کے اوپر گھومتی رہتی ہے، جب دونوں ایسی جگہ پر پہنچ جاتی ہیں جہاں توکل ہوتا ہے وہاں اپنا ٹھکانہ بنا لیتی ہیں۔“

[1] حلیۃ الاولیاء، امام ابو نعیم اصفہانی: 3/181

یعنی حقیقی مالدار اور معزز صرف اور صرف وہی شخص ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط ہے، جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط نہیں ہے اس شخص کو مالی معاملات میں اطمینان نصیب ہوتا ہے نہ ہی اس کو حقیقی عزت ملتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک ہمیں بار بار یہی تلقین کرتا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں رتی بھر ایمان بھی موجود ہے تو اللہ تعالیٰ پر مکمل توکل اور بھروسہ رکھو۔

حد درجہ کمال پانے کے لیے تین کام

زندگی میں عزت اور کمال آہ وبکا اور ماتم سے نصیب نہیں ہوتا، شاید کہ بعض لوگوں نے اسی کو کمال سمجھ رکھا ہے، یہ وقت کا ضیاع ہے اور آنے والی نئی نسل کو بزدل اور بے عمل بنانے والی بات ہے، یہ محبت کا معیار کیسا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو ہزاروں سال گزر چکے ہیں لیکن ماتم آج تک جاری ہے......؟

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: کوئی بھی شخص صاحبِ کمال بننا چاہے تو اس کے لیے تین کام ضروری ہیں:

① ... اَلتَّفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ "دین میں سمجھ"

صاحبِ کمال ہونے کے لیے دین کا سمجھنا سیکھنا نہایت ضروری ہے، بے دین اور جاہل شخص جہاں دنیا کی حقیقی سعادت سے محروم رہتا ہے وہاں روزِ قیامت بھی حسرتوں میں ڈوبا رہے گا۔

② ... وَالصَّبْرُ عَلَى النَّائِبَةِ "صدمے پر صبر"

درجۂ کمال کو پہنچنے کے لیے اور زندگی کے اصل حسن کو پانے کے لیے صبر حد درجہ ضروری ہے۔ جو شخص صدمے میں صبر کرنے کی بجائے نوحہ وماتم کرے، گریبان

چاک کرے، رخسار پیٹے یا زنجیر زنی کرے وہ درجۂ کمال کو ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

③... وَتَقْدِيْرُ الْمَعِيْشَةِ [1] ''معیشت کا اندازہ لگانا''

زندگی کو پرلطف اور باکمال بنانے کے لیے تیسرا کام یہ ہے کہ انسان اپنی آمدنی کے مطابق اپنے اخراجات کرے، تکلف اور فضول خرچی سے بچے۔ اپنے آپ کو مقروض بنانے کی بجائے اپنی ضروریات کو محدود کرے اور ماہانہ آمدنی سے زیادہ اخراجات نہ ہونے دے۔

حضرات......! کہاں ہیں ایسے باکمال لوگ......؟ شاید کہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسے لوگ نہ ملیں......!

دو اخلاقی بیماریاں ہر شر کی چابی ہیں

حضرت باقر رحمہ اللہ چونکہ عابد و زاہد اور صاحب ورع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے دین کے عالم اور امام تھے، آپ کے اقوال زریں سے آج بھی علم و عرفان کے چشمے بہہ رہے ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ

إِيَّاكَ وَالْكَسَلَ وَالضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ إِنَّكَ إِنْ كَسَلْتَ لَمْ تُؤَدِّ حَقًّا وَإِنْ ضَجَرْتَ لَمْ تَصْبِرْ عَلٰى حَقٍّ [2]

''سستی اور گھٹن سے بچو کیونکہ یہ دونوں ہر شر کی چابی ہیں، اگر تو سست ہو گیا تو کسی

---

[1] منتہی الآمال: ترجمۃ الامام باقر رحمہ اللہ۔

[2] حلیۃ الاولیاء: 3/183

صاحبِ حق کا حق ادا نہیں کر پائے گا اور اگر تو تنگ نظر ہو گیا تو اپنے ملنے والے حق پر صبر نہیں کر پائے گا۔"

یعنی امام صاحب فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ غفلت اور سستی سے انسان جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو چھوڑ بیٹھتا ہے وہاں وہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی بے پروا ہو جاتا ہے۔ آپ اکثر لوگوں سے سوال کر لیں کہ آپ نے نمازِ فجر جماعت کے ساتھ کیوں نہیں پڑھی......؟ وہ آپ کو یہی کہیں گے کہ سستی ہے اور آپ اکثر لوگوں سے پوچھ لیں کہ آپ فلاں پیارے کی بیمار پرسی کے لیے کیوں نہیں گئے......؟ تو یہی جواب ملے گا کہ میری غفلت ہے۔

غرضیکہ سستی اور غفلت یہ اخلاقی مرض اس قدر خطرناک ہے کہ وہ حقوق اللہ، حقوق الرسول اور حقوق العباد کی ادائیگی میں انسان کو بہت پیچھے کر دیتی ہے جس کی وجہ سے دونوں جہان برباد ہو جاتے ہیں۔

اور اسی طرح مومن کو حد درجہ فراخ دل اور وسیع الظرف ہونا چاہیے تبھی جا کر وہ اپنے نصیب پر راضی ہوگا اور دوسروں کے کمالات دیکھ کر بھی خوش ہوگا۔

جن لوگوں کے سینے میں انقباض، گھٹن اور تنگی ہوتی ہے وہ جہاں اپنے نصیب پر کڑھتے رہتے ہیں وہاں دوسروں سے حسد کرنا بھی شروع ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ سوائے تباہی و بربادی کے کچھ نہیں ہوتا۔

عقل میں کمی کیسے آتی ہے......؟

یہ تو آپ نے سن رکھا ہے کہ تکبّر کرنے والے سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نفرت کرتے ہیں اور تکبّر کرنے والا شخص بہت زیادہ بھلائیوں سے محروم کر دیا جاتا ہے

اور تکبر کی وجہ سے اس کی کی ہوئی نیکیاں بھی اس کے کسی کام نہیں آتیں......

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے نہایت قابل توجہ بات ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَا دَخَلَ قَلْبَ امْرِئٍ مِنَ الْكِبْرِ شَيْءٌ إِلَّا نَقَصَ مِنْ عَقْلِهِ مِقْدَارُ ذَالِكَ [1]

"جس بندے کے دل میں ذرہ بھر بھی کبر داخل ہو جائے اتنی مقدار میں اس کی عقل کم ہو جاتی ہے۔"

یعنی تکبر کرنے والے شخص کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ نظر آنے والے واضح حق کو بھی ٹھکرا دیتا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

دل میں بگاڑ اور نفاق کیسے آتا ہے

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

إِيَّاكُمْ وَالْخُصُومَةَ فَإِنَّهَا تُفْسِدُ الْقَلْبَ وَتُوْرِثُ النِّفَاقَ [2]

"لڑائی جھگڑے سے بچو......! کیونکہ یہ دل کو بگاڑ دیتا ہے اور اس میں نفاق پیدا کرتا ہے۔"

سچی بات یہ ہے، آپ معاشرے میں سروے کر لیں کہ لڑنے جھگڑنے والے لوگ بری طرح اپنی زندگیوں کو برباد کر چکے ہیں، دل اجڑ چکا ہے، ہر وقت سازشوں اور منافقتوں کا جال ہی بنتے رہتے ہیں۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء، امام ذہبی رحمہ اللہ: 4/49

[2] حلیۃ الاولیا: 3/184

اگر ہم اپنے دلوں کو بگاڑ اور نفاق سے بچانا چاہتے ہیں تو ہم کو لڑائی جھگڑے سے مکمل طور پر کنارہ کش رہنا چاہیے اور ہمیشہ صلح وصفائی کو پسند کرتے ہوئے دلوں کو جوڑنا چاہیے۔

میں انہی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کردار اور علم وفضل کی باتیں کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کم وبیش 240 کے قریب روایات بھی مروی ہیں، آپ بیک وقت بہت بڑے مجتہد، محدث اور عارف باللہ تھے۔

حضرات سامعین کرام......! آپ اندازہ فرمائیں کہ آلِ علی اور اولادِ نبی رضوان اللہ علیہم اجمعین کس قدر باعمل، باکردار اور اخلاق والے لوگ تھے، حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ بالآخر اٹھاون سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور آپ کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہم کو جنّت میں ان کا ساتھ نصیب کرے۔ آمین!

هذا ما كان عندی

واللہ تعالی اعلم بالصواب

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆ ❋ ☆ ❋ ☆ ❋ ☆

موت کو یاد رکھنے کے
فائدے
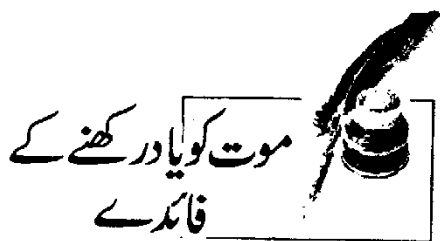
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ○ [1]

''مومنو......! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔''

سدا نہ باغے بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں
سدا نہ حسن جوانی ماپے سدا نہ صحبت یاراں

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] آل عمران: 102

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات

گزشتہ منگل کو پشاور میں ڈیڑھ سو کے قریب معصوم بچوں کو جس طرح قتل کیا گیا ہے۔ [1] اس کے دکھ میں ہر دل زخمی اور ہر آنکھ پُرنم ہے۔ ان کے علاوہ اسی ہفتے میں کئی ایک علماء اور ہمارے قرب وجوار میں دوست واحباب اور مائیں بہنیں فوت ہوئی ہیں۔ آج میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کے سامنے موت کے حوالے سے کچھ بیان کروں اور بالخصوص موت کو یاد رکھنے کے فوائد کا تذکرہ کروں تاکہ دنیا بھی سدھر جائے اور آخرت بھی بن جائے۔

ذی وقار سامعین حضرات......!

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ موت حکم الٰہی سے آتی ہے، ہر ایک کو مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے، اس کی جگہ اور اس کا وقت مقرر ہے، لیکن اس کا علم کسی کو بھی نہیں۔ وہ کسی وقت بھی آسکتی ہے، اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ہمہ وقت اپنے ظاہر و باطن کو پاک صاف رکھتے ہوئے موت کی تیاری میں لگے رہیں تاکہ جس وقت اچانک اس کا سامنا ہو تو ہمیں حسرت وندامت نہ اٹھانی پڑے بلکہ ہمیں پوری آس، امید بلکہ یقین ہو کہ مجھے پہلے سے زیادہ عزت، عظمت اور سعادت ملنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] 2014-12-16

إذَا كَانَ أَجَلُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضٍ أَثْبَتَ اللهُ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً فَإِذَا بَلَغَ أَقْصَى أَثَرِهِ تَوَفَّاهُ [1]

”آدمی نے زمین کے جس علاقے میں مرنا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس علاقے تک پہنچنے کے لیے کسی ضرورت کا بہانہ بنا دیتے ہیں جب وہ اپنے آخری قدم تک پہنچتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ فوت کر لیتے ہیں۔“

اس حدیث سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی شہر اور کسی موڑ پر بھی کسی ٹائم موت کا پیغام آسکتا ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: اے میرے عبداللہ......!

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ [2]

”دنیا میں ایسے رہ گویا کہ تو تنہا ہے یا راہ گزر مسافر ہے۔“

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر مدینے والے کو ماننے والے کے دل میں رتی بھر ایمان بھی ہو تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ یہ بول رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مجھے ارشاد فرما رہے ہیں، یہ مجھے ہی زندگی گزارنے کا سلیقہ، طریقہ اور ڈھنگ بتایا جا رہا ہے، میں نے یہاں دنیا میں جی لگاتے ہوئے اپنی موت اور آخرت کو فراموش نہیں کرنا بلکہ ہر پل، ہر دم اور ہر قدم اسے یاد رکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے تیار رہنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ بھی اپنی موت کو بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے،

---

[1] سنن ابن ماجہ: 4263، سلسلہ احادیث صحیحہ: 1222

[2] صحیح البخاری: 6416

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو دعائے استفتاح میں مندرجہ ذیل آیت بھی پڑھا کرتے تھے:

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [1]

''بلاشبہ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔''

اور اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نہایت جامع دعا پڑھتے اور اس میں بھی اپنے سفرِ آخرت کو یاد رکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّي مِنْ كُلِّ شَرٍّ [2]

''اور کردے موت کو راحت میرے لیے ہر شر سے۔''

امام المفسرین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر تھے، آپ قضائے حاجت کے لیے علیحدہ ہوئے، پھر آپ نے قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد فوراً تیمم کرلیا...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول......! إِنَّ الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيبٌ ''پانی تو آپ سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھا'' آپ وہاں جاکر پانی سے وضو بنالیتے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اے میرے صحابہ......! کیا خبر کہ مجھے پانی تک پہنچنا ہے یا موت پہلے آجائے گی......؟ اللہ اکبر!

حضرات......! جو معصوموں کے امام ہیں، اللہ کی جنّت کے سردار ہیں، وہ اپنے سفرِ آخرت کو کس قدر یاد رکھا کرتے تھے اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ ایک بات

---

[1] الانعام:162

[2] صحیح مسلم:2719

ہی کافی ہے...... آپ نے بھی سنا ہوگا کہ بعض صحیح روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک صحابی نے کہا: اللہ کے پیغمبر ﷺ......! مجھے کوئی وصیت فرمائیں......! راز کی بات بتائیں......!

اے اللہ کے رسول......! کوئی پتے کی بات کریں جس کو میں پلّے باندھ لوں اور میرے دونوں جہان سدھر جائیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا تھا کہ

''اپنی موت کو یاد رکھا کر اور اپنی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر پڑھا کر......''

جب تو قیام میں کھڑا ہو تو تجھے یقین ہو کہ شاید اگلی رکعت کا قیام مجھے نصیب نہ ہو، جب تو رکوع کرے تو یہی سوچ تیرے دل ودماغ پر چھائی رہے کہ شاید مجھے اگلا رکوع نہ مل سکے اور جب تو سجدہ کرے تو یہی یقین تجھے بے چین رکھے کہ شاید اس سے اگلی مرتبہ میں اللہ کے سامنے نہ جھک سکوں......! اللہ اکبر!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أُذْكُرِ الْمَوْتَ فِيْ صَلَاتِكَ ، فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ذَكَرَ الْمَوْتَ فِيْ صَلَاتِهِ لَحَرِيٌّ أَنْ يُّحْسِنَ صَلَاتَهُ وَصَلِّ صَلَاةَ رَجُلٍ لَا يَظُنُّ أَنَّهُ يُصَلِّيْ صَلَاةً غَيْرَهَا [1]

''موت کو اپنی نماز میں یاد کر......! کیونکہ جب آدمی موت کو اپنی نماز میں یاد کرتا ہے تو زیادہ امید ہوتی ہے کہ وہ اپنی نماز کو اچھے انداز سے ادا کرے اور اس آدمی کی طرح نماز پڑھے جسے اس موقع کے بعد نماز پڑھنے کا گمان نہ ہو۔''

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 2839

حضراتِ ذی وقار......!

رسول اللہ ﷺ موت کو یاد رکھنے کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت زیادہ تربیت فرمایا کرتے تھے، لیکن کس قدر غفلت اور افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس قدر زیادہ موت کو یاد رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے ہم نے اس کے برعکس اتنا ہی اپنی موت کو بھلا دیا ہے۔ اور سچی بات ہے کہ آج ہماری ناکامی، بربادی اور گناہ بھری زندگی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم مرنا بھول چکے ہیں، ہمیں سب کچھ یاد ہے لیکن اپنی موت کا منظر یاد نہیں کہ جب بے یار و مددگار نہلایا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اندھیرے گھڑے کے سپرد کر دیا جائے گا۔ آج کان کھول کر پورے ہوش کے ساتھ میری گزارشات پر غور کرنا اور موت کو یاد رکھنے کے فوائد کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالینا، قرآن ہمیں کیا کہتا ہے......؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۞ [1]

''مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔''

اس آیت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان جب موت کا جام پیئے تو وہ پورے کا پورا اطاعت و فرمانبرداری کی حالت میں داخل ہو۔ یا آپ اس کو سادہ لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ اگر کوئی شخص سودی لین دین کرتا مر گیا تو وہ فرمانبرداری کی موت نہیں مرا، بلکہ اللہ تعالیٰ سے جنگ لڑتے ہوئے مرا ہے۔ اسی طرح جو شخص ظلم و ستم اور لوگوں کے حقوق دباتے ہوئے مر گیا وہ مت سمجھے کہ اسے فرمانبرداری کی حالت میں موت آئی

---

[1] آل عمران: 102

ہے، بلکہ ایسے شخص کو فاسق، فاجر اور ظالم ہی اٹھایا جائے گا..... فرمانبرداری کی موت صرف اور صرف اس شخص کی ہے جو ہمہ وقت تمام گناہوں سے توبہ تائب رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کی زندگی بسر کرتا ہے۔

کیسی اطاعت اور سعادت کی موت ہے..... مجھے یاد آیا کہ بہت بڑے مصنّف اور سیشن جج حضرت امام محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، 1930 کو اپنے دوسرے سفرِ حج سے واپس آ رہے تھے کہ بحری جہاز میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے.....

سامعین کرام.....!

اندازہ تو کریں، اہل خانہ اپنے پیارے کی مبارک واپسی کا انتظار کر رہے ہیں، کھجور اور زمزم کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، لیکن اللہ کی مرضی، منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ جہاز ہی میں فوت ہو گئے، چنانچہ آپ کی نماز جنازہ جہاز ہی میں ادا کی گئی اور آپ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، وہ بھی اسی بحری جہاز میں سفرِ حج سے واپس آ رہے تھے۔ آپ حیران ہوں گے کہ جنازے کے بعد آپ کی میت مبارک کو سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس وقت جو لوگ اس بحری جہاز میں سوار تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ تاحد نگاہ آپ کی میت سمندر کے سینے پر بہتی ہوئی چلی گئی اور کسی سمندری جانور نے آپ کی میت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اللہ اکبر!

آیئے.....! اب میں آپ کے سامنے موت یاد رکھنے کے چھ فوائد نہایت اختصار سے بیان کرتا ہوں۔

موت کو یاد رکھنے والا مسلمان ہی ایسا شخص ہے جس نے اللہ کا صحیح معنوں میں حیا کیا ہے، جس کو موت یاد نہیں وہ ایسا بے حیا ہے کہ اس نے اللہ کا بھی حیا نہیں کیا۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حیا کیا کرو......! صحابہ کہنے لگے: اللہ کے پیغمبر......! ہم سب اللہ تعالیٰ کا حیا کرتے ہیں، اپنی طاقت کے مطابق اس کی شرم کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا حیا اس شخص نے کیا ہے جس نے اپنے چہرے اور پیٹ کی حفاظت کی اور ہمہ وقت اپنے مرنے اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کا حیا کرتا ہے تو وہ

فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوٰى وَالْبَطْنَ وَمَا وَعٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى [1]

"سر اور جو اس کے ارد گرد ہے اور پیٹ اور جو کچھ اس میں سما سکتا ہے اس کی حفاظت کریں اور موت اور بوسیدہ ہونے کو ضرور یاد کریں۔"

اس حدیث میں اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا حیا اس شخص نے کیا ہے جس نے اپنی زبان، نگاہ اور سوچ کی حفاظت کی ہو، رب کا حیا کرنے والا وہی ہے جس نے اپنے پیٹ کو لقمۂ حرام سے بچایا ہے اور صحیح معنوں میں اللہ کا حیا اس شخص نے کیا ہے جو اپنی موت اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذی: 2458۔ واخرجہ احمد والحاکم والبیہقی رحمہ اللہ

آج معاشرے میں ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بری طرح اپنی موت کو اور موت کے بعد پیش آنے والے عبرت انگیز مناظر کو بھول چکے ہیں۔ جب کہ قرآن ہمہ وقت موت کی تیاری کرنے کا درس دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ [1]

موت کو یاد رکھنے کا دوسرا فائدہ

تقریباً ہر مسلمان اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل میں گناہوں کی نفرت پیدا کر دے اور میں اپنے دامن کو گناہوں سے آلودہ ہونے سے بچا لوں۔ اس سلسلے میں موت کو یاد کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دل میں نیکی کا شوق پیدا کرتے ہوئے گناہوں کی نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا کہ

أَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ [2]

”لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو یاد رکھنا مسلمان کے فرائض میں شامل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امر کے صیغے سے اس کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے اور خود بھی ساری زندگی اپنی موت کو یاد کرتے ہوئے بسر کی ہے، لہٰذا موت کو یاد رکھنا اور اس کے لیے تیاری کرنا فرض ہے اور جس نے اپنی موت کو یکسر بھلا دیا ہے وہ

---

[1] آل عمران:102

[2] سنن ابن ماجہ:4258، جامع الترمذی:2307

گنہگار، فاسق وفاجر ہے۔

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے سینکڑوں واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں کہ وہ ہر پل، ہر دم اور ہر قدم اپنی موت کو یاد رکھا کرتے تھے اور موت کے بعد والی زندگی کی تیاری میں لگے رہتے تھے۔ کئی بزرگ تو ایسے ہیں کہ جب انہوں نے موت کی ہولناکی، قبر کی وحشت اور جہنم کے عذابوں کا ذکر پڑھا تو اس کے بعد کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ اللہ اکبر!

لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم قہقہے لگا لگا کر روحانی طور پر مردہ ہو چکے ہیں، کوئی وعظ اور قرآن وحدیث کی کوئی بات ہمارے دل میں نہیں اترتی۔

موت کو یاد رکھنے کا تیسرا فائدہ

موت کو یاد رکھنا انسان کے عقل مند ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے ہاں عمومی طور پر اس شخص کو عقل مند کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ چالاک، ہوشیار، کاروباری اور جائیداد کا مالک ہو یا وہ کسی بہت بڑے عہدے پر فائز ہو اور اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں اس کے پاس ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین کی رُو سے اور نبوی فیصلے کے مطابق عقلمند، سمجھدار اور دانا شخص وہ ہے جو ہمہ وقت اپنی موت کو یاد رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مقبول درجے کی روایت منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ اچانک ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اللہ کے رسول......! مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ ...؟ ''لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط شخص کون ہے......؟

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَأَكْثَرُهُمُ اسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ

''ان میں سے موت کو زیادہ یاد کرنے والا اور ان میں سے موت کی زیادہ تیاری کرنے والا۔'' ❶

میرے ذی وقار سامعین حضرات......!

اس فیصلے کی روشنی میں آپ اپنا اور اپنے معاشرے کا باآسانی جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم میں سے عقل مند کون ہے اور بے وقوف کون ہے......؟

کیا آپ......!

☆ بے نماز کو عقل مند کہہ سکتے ہیں......؟

☆ چغل خور کو عقل مند کہہ سکتے ہیں......؟

☆ حلال وحرام میں تمیز نہ کرنے والے کو عقلمند کہہ سکتے ہیں......؟

☆ ظلم وستم اور ناانصافی کرنے والے کو عقل مند کہہ سکتے ہیں......؟

یاد رکھیں......!

ایسا شخص ارب پتی بھی ہو تو وہ مدینے والے کی عدالت میں بیوقوف کا بے وقوف ہی ہے، کیونکہ اس نے اپنی موت کو بھلا دیا اور اپنے دامن کو گناہ اور حرام سے آلودہ کر لیا۔ اس سے بڑھ کر اس کی بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اچانک اس کو موت اپنے شکنجے میں لے لے اور وہ نافرمانی کی موت مر جائے، جب کہ قرآن ہمیں کیا کہتا ہے......؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ

---

❶ سنن ابن ماجہ:4259، المعجم الکبیر امام طبرانی:13536، المعجم الصغیر:1008
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:10/556 ح:18214، سلسلہ صحیحہ:1384

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۝ [1]

''مومنو......! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔''

موت کو یاد رکھنے کا چوتھا فائدہ

آج ہم نماز، روزے اور داڑھی کو دیکھ کر لوگوں کی تعریف کرتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ ایسے لوگ قابل تعریف ہی ہوتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو قابل تعریف قرار دیا ہے جو اپنی موت کو بہت زیادہ یاد رکھتا ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے، چونکہ وہ نماز روزے کے پابند تھے اس لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی وفات کے بعد ان کی تعریفیں کرنے لگے: يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَيَذْكُرُوْنَ مِنْ عِبَادَتِهِ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر صحابی قابل تعریف ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بھی نیکی اور عبادت ہے کیونکہ قرآن وحدیث ہمیں یہی درس اور سبق دیتے ہیں، لیکن موضوع کی مناسبت سے جس پہلو کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں صرف اس ایک پہلو پر اپنی توجہ مرکوز فرمائیں......!

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہت زیادہ تعریفیں کیں تو اسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَاكِتٌ اور اللہ کے

---

[1] آل عمران:102

رسول ﷺ صحابہ کی ساری تعریفیں سن کر خاموش تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر میں ایک سوال کیا هَلْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَ الْمَوْتِ ...؟ کیا وہ موت کو بھی بہت زیادہ یاد کرتا تھا......؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں، اللہ کے رسول......! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر بس کرو، اس قدر زیادہ تعریفیں نہ کرو......! [1] اللہ اکبر!

حضرات......! اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ باوجود ظاہری نیک اعمال کے صحیح معنوں میں قابل تعریف وہی شخص ہوتا ہے جس کو ہر پل اپنی موت یاد ہو اور اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کو مرنا یاد ہوگا اس کے نیک اعمال میں حسن ہوگا، ان میں ہمیشگی ہوگی اور ان میں خلوص اور خشوع بہت زیادہ ہوگا۔

اور یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے مسلمان اللہ کے ہاں اور اللہ والوں کے ہاں قابل تعریف ٹھہرتا ہے اور ہم نے عملی طور پر اپنی زندگی میں اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ جو نمازی دیندار موت سے غافل ہوتے ہیں ان کے اخلاقی معاملات بہت زیادہ برے ہوتے ہیں، سنگدلی، بے رحمی اور غصہ ہمہ وقت ان کے سروں پر منڈلاتا رہتا ہے اور جو نمازی اور دیندار ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ اپنی موت کو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں ان کے اخلاق بھی عالی ہوتے ہیں اور کردار بھی بے مثال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی موت یاد رکھنے والا دیندار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

موت کو یادرکھنے کا پانچواں فائدہ

ہم میں سے ہر شخص عزت کا متلاشی ہے اور یہ کوئی عیب کی بات بھی نہیں،

[1] مجمع الزوائد۔ امام نور الدین الہیثمی: 10/554 ح:18206 ورواہ الطبرانی واسنادہ حسن۔

عزت کی تلاش میں رہنا چاہیے اور باعزت ہی دنیا سے جانا چاہیے، لیکن ہمارے ہاں عزت پانے کے لیے لوگوں نے جو طریقے بنا رکھے ہیں وہ سارے کے سارے ذلت کی طرف جاتے ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جہانوں میں صاحبِ عزت وہی ہوتا ہے جسے اپنی موت یاد ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کو اپنی موت یاد ہوگی وہ عاجزی وانکساری اور عبادت میں آگے سے آگے بڑھتا جائے گا اور یہی نیک اعمال انسان کے لیے موجبِ عزت ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا موت کو یاد رکھنے والے لوگ دنیا کی عزت بھی پا گئے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سو فیصد سچ ہے۔ آج بھی نیک لوگوں کے دلوں میں انھی لوگوں کی محبت، عزت اور حکومت ہے جو موت کو یاد رکھنے والے ہیں، جو ہر قدم اٹھانے سے پہلے اور ہر بول بولنے سے پہلے اپنی موت اور قبر کو سامنے رکھتے ہیں، لوگ ان کو محبت سے سلام ہی نہیں کرتے، بلکہ ان کے جوتوں کو اٹھانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔

آج لوگ مال، دکان اور عہدے کی بنیاد پر عزت پانا چاہتے ہیں، ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح کئی بے عمل علما وخطبا صرف آواز کے بل بوتے پر خود کو بہت بڑا معزز گردانتے ہیں جب کہ زمانہ اس بات پر گواہ ہے کہ بے عمل علما وخطبا کے لیے وقتی طور پر واہ، واہ......! تو ہوتی ہے لیکن لوگوں کے دل ان کی محبت سے بالکل خالی

---

[1] سنن ابن ماجہ: 4259، المعجم الکبیر امام طبرانی: 13536، المعجم الصغیر: 1008، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 10/556 ح: 18214، سلسلہ صحیحہ: 1384

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

موت کو یاد رکھنے کا چھٹا فائدہ

بعض دنیادار اور آوارہ مزاج لوگ موت اور ذکرِ موت سے نفرت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمہ وقت موت کا خوف اپنے اوپر مسلّط کیے رکھنا یہ کہاں کی زندگی ہے......؟ چھوڑو یار کوئی اور بات کرو......! اتنا نہ ڈرائیں......!

جب کہ قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو یاد رکھنے والے شخص کو چھٹا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی زندگی کو پُرسکون بنا دیتے ہیں، اگر انسان غریبی اور تنگدستی میں موت کو یاد کرے تو اس کے لیے فراخی، کشادگی اور تسلی کی کئی راہیں نکل آتی ہیں اور اگر مالداری اور تونگری کے ایام میں موت کو سامنے رکھے تو وہ بہت سی بے راہ روی اور آوارگیوں سے بچ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَا ذَكَرَهُ أَحَدٌ فِيْ ضِيْقٍ مِنَ الْعَيْشِ اِلَّا وَسَّعَهُ عَلَيْهِ وَلَا سَعَةٍ إِلَّا ضَيَّقَهُ عَلَيْهِ [1]

”جو بھی شخص اس موت کو اپنی تنگ دستی میں یاد کرتا ہے تو وہ اس کے لیے فراخی کا سامان پیدا کر دیتی ہے اور جو اس کو فراخی کے دنوں میں یاد رکھتا ہے تو وہ اس کو آوارگی سے بچا لیتی ہے۔“

اس سے ملتے جلتے الفاظ مجمع الزوائد میں مندرجہ ذیل ہیں:

فَإِنَّهُ مَا كَانَ فِيْ كَثِيْرٍ إِلَّا قَلَّلَهُ وَلَا قَلِيْلٍ

[1] المعجم الاوسط للطبرانی:695، مسند البزار:3623، مجمع الزوائد:18205

إِلَّا أَجْزَلَهُ [1]

اللہ کی قسم......! یہ حدیث روزِ روشن کی طرح حقیقت کے عین مطابق ہے، موت کو یاد رکھنے والے بڑے بڑے تنگدست لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بڑی پاکیزگی اور خوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور موت کو بھلا دینے والے بڑے بڑے تاجر بھی ہم نے دیکھے ہیں جو نہایت آوارگی، بے راہ روی اور بد سکونی میں سانس لے رہے ہیں۔

امام المحدثین حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

مَا أَكْثَرَ عَبْدٌ ذِكْرَ الْمَوْتِ إِلَّا كَفَاهُ الْيَسِيرُ [2]

''بندہ موت کو بہت زیادہ یاد کرے تو تھوڑا بھی اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔''

اللہ کے بندو......! تنخواہ کی قلت، وسائل کی کمی اور غربت کی فکر چھوڑ و اور اپنی موت کی فکر کرو......! سارے معاملے سدھر جائیں گے

یاد رکھو ......! موت کو یاد نہ رکھنے والا شخص پرلے درجے کا ناشکرا ہو جاتا ہے اور اس کو کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔

موت کو یاد رکھنے کا ساتواں فائدہ

دنیا میں ہم آخرت بنانے کے لیے آئے ہیں۔ ہماری اصل منزل دنیا نہیں، بلکہ آخرت ہے۔ مسلمان کی اصل ٹینشن دنیا کمانا نہیں بلکہ کسی نہ کسی طرح اپنی آخرت بنانا ہے۔ ایسا شخص جو دنیا کی زندگی میں اپنی موت کو یاد رکھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس

---

[1] مجمع الزوائد: 10/556 رقم الحدیث: 18213 رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن

[2] کتاب الاموال: ابن زنجویہ: 61

کو قیامت والے دن بھی عزت، سعادت اور عظمت سے ہمکنار فرمائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے موت کو یاد کرنے والوں کے متعلق جب ان کے دانا ہونے کا فیصلہ سنایا تو اس کے آخر میں مندرجہ ذیل عظیم الشان بول بھی کہا:

ذَهَبُوْا بِكَرَامَةِ الْأٰخِرَة

''موت کو یاد رکھنے اور اس کی تیاری کرنے والے آخرت کی عزت بھی پا گئے''

حضراتِ ذی وقار......! آپ اندازہ فرمائیں کہ موت کو یاد رکھنے والا شخص کس طرح دین و دنیا اور آخرت کے سب خزانے اپنے پاس اکٹھے کر لیتا ہے۔ آج معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی اور ظلم و ستم کو روکنے کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کے سامنے موت کو بیان کیا جائے اور ان کو موت کے وقت پیش آنے والے عبرتناک مناظر سے خبردار کیا جائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ......!

مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ
وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایمان و اطاعت والی موت نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے کہ آپ نمازِ تہجد پڑھتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے، اسی طرح تہذیب التہذیب میں ہے کہ عظیم محدث حضرت حمید الطویل رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے کہ موت کا پیغام نماز کی حالت میں آ گیا اور ابھی چند سال پہلے کی بات ہے کہ ہمارے گوجرانوالہ کی ایک معروف علمی شخصیت مولانا خواجہ قاسم صاحب رحمہ اللہ نمازِ جمعہ پڑھا رہے تھے کہ

سجدے کی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ ہم سب کو نیکی اور اطاعت والی پاکیزہ موت نصیب فرمائے۔ آمین برحمتک یارب العالمین۔

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

اسلامیہ مکتبہ
MAKTABA ISLAMIA
مکتبہ اسلامیہ
لاہور
غزنی سٹریٹ اردو بازار
042-37244973 - 37232369
فیصل آباد
بیسمنٹ سمٹ بینک کوتوالی روڈ
041-2631204-2641204